Free Copy

خطبات اسلامیہ مدراس

کا

پہلا سلسلہ

خطباتِ مدراس

یعنی وہ خطبے جو

مولانا سید سلیمان ندوی نے

اکتوبر اور نومبر ۱۹۲۵ء مین مدراس کے انگریزی مدرسون کے طالب علمون اور عام مسلمانون

کے سامنے لالی ہال (مدراس) مین ہفتہ وار دیئے

باہتمام مسعود علی ندوی،

مطبع معارف اعظم گدہ مین چھپے

Marfat.com

فہرست خطبات

ذخیرہ

13546

سلسلہ خطبات	خطبات کا موضوع	صفحات
تمہید		۱ - ۲
پہلا خطبہ	انسانیت کی تکمیل صرف انبیاء کی سیرتوں سے ہو سکتی ہے،	۳ - ۱۶
دوسرا خطبہ	عالمگیر اور دائمی نمونۂ عمل صرف محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت ہے،	۱۷ - ۳۴
تیسرا خطبہ	سیرت محمدی کا تاریخی پہلو،	۳۵ - ۵۵
چوتھا خطبہ	سیرت محمدی کا تکمیلی پہلو،	۵۶ - ۷۴
پانچواں خطبہ	سیرت محمدی کی جامعیت	۷۵ - ۹۴
چھٹا خطبہ	سیرت محمدی کی عملیت یا عملی پہلو،	۹۵ - ۱۱۹
ساتواں خطبہ	پیغمبر اسلام علیہ السلام کا پیغام،	۱۲۰ - ۱۴۰
آٹھواں خطبہ	پیغام محمدی،	۱۴۱ - ۱۶۲

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

آیندہ صفحات میں سیرۃ نبویؐ کے مختلف پہلوؤں پر چند خطبات (لکچر) ہیں جو "جنوبی ہند کی اسلامی تعلیمی انجمن"، کی فرمایش سے اکتوبر اور نومبر ۱۹۲۵ء میں دیئے گئے تھے، مدراس میں کچھ برسوں سے ایک امریکن عیسائی کی فیاضی سے مدراس یونیورسٹی کے طلبہ کے سامنے کوئی نہ کوئی ممتاز عیسائی فاضل حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات وسوانح اور مسیحی مذہب کے متعلق چند عالمانہ خطبے دیتا ہے، یہ خطبے سال بسال ہوتے ہیں، اور نہایت دلچسپی سے سنے جاتے ہیں، یہ دیکھکر مدراس کے چند مخلص تعلیمی کارفرما مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ یہاں کے انگریزی مدارس کے مسلمان طالبعلموں کے لئے بھی مسلمانوں کی طرف سے اسی قسم کی کوشش کی جائے یعنی سال بسال کسی مسلمان فاضل کے خدمات حاصل کئے جائیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام پر طلباے انگریزی کے ذوق اور موجودہ رنگ کے مطابق خطبات دے سکے،

خوش قسمتی سے اس کام کے مالی پہلو کی کفالت کے لئے مدراس میں ایک ایسی ہستی مل گئی جس نے ہر طرح اسکی ضمانت کرلی، یہ سیٹھ ایم جمال محمد صاحب کی ذات تھی جنکی فیاضی سے مدراس کی متعدد تعلیمی درسگاہیں سیراب ہورہی ہیں، اور اُمید ہے کہ موصوف کا اسلامی درد اس سلسلہ کو تادیر قائم رکھنے کی تدبیر میں آیندہ بھی مصروف رہیگا، اور اس "خطبات اسلامیہ مدراس"، کا سلسلہ یورپ کے مشہور خطبات کے سلسلوں کی طرح ہر طرح مفید اور نافع اور شہرت پذیر ہوگا،

یہ میری سعادت ہے کہ اس اہم اور مقدس کام کے لئے سب سے پہلے میری حقیر ذات کا انتخاب عمل میں آیا، اور اس طرح مجھے موقع ملا کہ میں اس عظیم الشان سلسلہ کی پہلی کڑی بن سکوں، یہ خطبے مدراس کے لالی ہال

Marfat.com

میں مغرب کے بعد ہر ہفتہ اور بعض ہفتہ میں دو دفعہ دیئے گئے، اور اس طرح یہ آٹھ خطبے اکتوبر ۱۹۲۵ء کے پہلے ہفتہ سے شروع ہو کر نومبر ۱۹۲۵ء کے اخیر ہفتہ میں ختم ہوئے، سیٹھ حمید حسن صاحب ناظم مجلس کا شکر گذار ہوں کہ ان خطبات کیلئے ہر قسم کا اہتمام اعلان اور اس کے انگریزی ترجمہ کا کام اُنھوں نے انجام دیا، مدراس کی مسلمان پبلک کا بھی ممنون ہوں کہ اس خشک بیان کو جو کبھی دو دو اور تین تین گھنٹے تک جاری رہا اُنھوں نے صبر و تحمل سے سنا اور اس کی قدر کی، غیر مسلم اصحاب بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے باوجود اُردو آسانی سے نہ سمجھ سکنے کے حقیقت کی جستجو میں ان جلسوں کی شرکت کی،

مدراس کے اُردو اور انگریزی اخبارات کا بھی شکر گذار ہوں، جنھوں نے ہر ہفتہ ان خطبوں کا خلاصہ اپنے کالموں میں شائع کیا، اخبار ہندو اور ڈیلی اکسپرس مدراس خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں، جنھوں نے فیاضی کے ساتھ اپنے کالم ان خطبوں کی انگریزی تلخیص کی اشاعت کے لئے وقف کئے،

آخر میں ان خطبات کو اوراق کی شکل میں ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہوئے دل سے درگاہِ الٰہی میں سربسجود ہوں کہ وہ اس عقیدت کے نذرانہ کو قبول فرمائے گا، اور اخلاص و توفیق کی نعمت سے اس محرر کو مالا مال کریگا، خداوندا! اپنی اور اپنے حبیبؐ کی محبت کی دولت سے سرفراز فرما، اور عام مسلمانوں کو بھی اس آبحیات کے جانفزا چشموں سے سیراب فرما،

اُمیدوارِ رحمت

سید سلیمان ندوی،

دیسنہ، بہار،

دسمبر ۱۹۲۵ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات! آج پندرہ برس کے بعد مجھے موقع ملا ہے کہ میں آپ کی تعلیمی انجمن "مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف سوورن انڈیا" کی طلب پر آپکی خدمت میں حاضر ہوں، اور یہاں آکر آپکے سامنے سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر خطبے دوں، یہ ۸ خطبے ہوں گے جو مختلف ۸ صحبتوں میں آپکے سامنے پیش ہونگے جنکی ترتیب یہ ہوگی:۔

(۱) انسانیت کی تکمیل صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرتوں سے ہو سکتی ہے،

(۲) عالمگیر اور دائمی نمونۂ عمل صرف محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت ہے،

(۳) سیرت نبوی کا تاریخی پہلو،

(۴) سیرت نبوی کی کاملیت،

(۵) سیرت نبوی کی جامعیت،

(۶) سیرت نبوی کی عملیت،

(۷) اسلام کے پیغمبر کا پیغام،

(۸) ایمان اور عمل،

مدراس نے اپنے نوجوان فرزندوں کو ایک "سلسلۂ خطبات اسلامیہ" کے ذریعہ مذہب سے واقف کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے، وہ یقیناً ہندوستان کے صوبوں میں ہماری اسلامی تعلیمی انجمنوں کا اس راہ

Marfat.com

دین پہلا قدم ہے، مدراس کی سرزمین پورے ہندوستان میں سب سے پہلا صوبہ ہے، جہاں اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے آکر چمکیں، اور یہ اُس وقت ہوا جب ہندوستان کے کسی گوشہ میں بھی اسلام کے کسی سپاہی کا قدم نہیں پڑا تھا معجزۂ شق القمر کے چاند کی روشنی تھی جو بحر عرب سے گذر کر بحر ہند کے اس ساحل تک پہونچی اور دلوں کو روشن کر گئی، تحفۃ المجاہدین کی یہ روایت اگر سچ ہے جس کی تائید ہمارے ایک نومسلم دوست ڈاکٹر غلام محمد کے بیان سے ہوتی ہے، کہ اُنھوں نے خود مدراس میں اگر ہندوؤں کی ایک قلمی سنسکرت کتاب میں بھی اس واقعہ کو بعینہ درج پایا ہے، اور جس کو انھوں نے چھپوا بھی دیا ہے، تو ہمیں اس حالت میں مدراس کی ایک اسلامی تعلیمی انجمن کی اس قابل رشک سبقت پر تعجب نہیں، کہ مدراس کو اسلام کی خدمات میں پہل کرنے کا تاریخی حق آج سے نہیں، بلکہ تیرہ سو برس سے پہونچتا ہے، امید ہے کہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی اسلامی تعلیمی انجمنیں اس کی تقلید کریں گی،

حضرات! میں اس وقت آپ کے سامنے اُردو میں تقریر کر رہا ہوں، گو اردو زبان نے ہندوستان میں اس درجہ ترقی کر لی ہے کہ وہ ملک کے ہر گوشہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے تاہم میں محسوس کرتا ہوں کہ مدراس کے لئے یہ مناسب ہوتا کہ یہ لکچر انگریزی میں ہوتے، تاکہ ان کے فائدہ کا دائرہ زیادہ وسیع ہوتا، اور وہ بھی اس میں شریک ہو سکتے اور دلچسپی لے سکتے جو اُردو نہیں سمجھتے یا پوری نہیں سمجھتے اسی تو ثابت ہوجاتا ہے کہ علماء پر آج انگریزی جاننا بھی فرض ہوگیا ہے، خدا کرے وہ دن آئے، جب علماء خدا کے پیغام کو خدا کی ہر بنائی ہوئی زبان میں دنیا کو پہونچا سکیں،

پہلا خطبہ

انسانیت کی تکمیل صرف انبیا کرام علیہم السلام کی سیرتوں سے ہو سکتی ہے

دنیا کا یہ طلسم رنگا رنگ کے عجائبات سے معمور ہے۔ قسم قسم کی مخلوقات ہیں، جمادات سے لیکر انسان تک اگر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ بتدریج اور آہستہ آہستہ احساس، ادراک اور ارادہ کی ترقی ہوتی جاتی ہے جمادات کی ابتدائی قسم مثلاً ذرات (ایٹمز) یا پتھر ہر قسم کے احساس، ادراک اور ارادہ سے خالی ہیں جمادات میں ایک قسم کی زندگی کا ہلکا سا نشان ملتا ہے، نباتات میں نشو ونما کی صورت میں احساس کی ایک غیر ارادی کیفیت معلوم ہوتی ہے حیوانات میں احساس کے ساتھ ارادہ کی حرکت بھی ہے، انسان میں احساس، ادراک اور ارادہ پورے کمال کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ یہی احساس، ادراک اور ارادہ ہماری تمام ذمہ داریوں کا اصلی سبب ہے جس حدتک یہ چیزیں کم ہیں، اسی حدتک وہ فرائض اور ذمہ داریوں سے آزاد ہے، جمادات پر فرائض کیا ہیں؟ نباتات میں آکر زندگی اور صورت کے فرائض پیدا ہو جاتے ہیں حیوانات میں کچھ اور فرائض بڑھ جاتے ہیں۔ انسانوں میں آکر بھی دیوانے، پاگل، بیوقوف بچے، اسی احساس، ادراک اور ارادہ کی کمی بیشی کے لحاظ سے اپنے اپنے فرائض رکھتے ہیں،

دوسری حیثیت سے دیکھیے، جس قدر جس منزل میں احساس، ادراک اور ارادہ کی کمی بیشی ہے

Marfat.com

اسی قدر فطرت اور قدرت الٰہی اُس کی پرورش اور نشو و نما کے فرائض کو خود اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہے، اور جیسے جیسے مخلوقات آنکھیں کھولتی جاتی ہیں ویسے ہی ویسے ہی فطرت خود اپنے اوپر بار لینے کے بجائے خود اس احساس و ادراک و ارادہ کے بموجب خود اس صنف مخلوق پر اُس کی پرورش اور نشو و نما کا فرض ڈالتی جاتی ہے، پہاڑوں کے لعل و گہر کی پرورش کون کرتا ہے؟ سمندر کی مچھلیوں کو کون پالتا ہے؟ جنگل کے جانور کی غور و پرداخت کا فرض کون ادا کرتا ہے؟ ان حیوانات کی بیماری اور گرمی سردی کی دیکھ بھال کون کرتا ہے؟ یہاں تک کہ سرد گرم، پہاڑی جنگلی اور صحرائی جانوروں میں بھی باوجود ایک ہی قسم کی جنس مخلوق ہونے کے آپ ان کی ظاہری حالتوں میں صریح فرق پائینگے یورپ کے کتے اور افریقہ کے کتے میں موسم اور آب و ہوا کے اختلاف کے باعث ضرورتوں میں جو اختلاف ہے، اس کا سامان بھی فطرت خود اپنی طرف سے کرتی ہے، اور اسی لئے مختلف آب و ہوا اور موسم کے ملکوں کے جانوروں میں بھی، بال روئیں، کھال کے رنگ اور اور چیزوں میں اختلاف پائیں گے،

یہ تو حصول منفعت کی صورتیں اور شکلیں تھیں جن سے آپ کو یہ معلوم ہو گا کہ جہاں جس حد تک احساس، ادراک اور ارادہ کی کمی ہے، فطرت اور قدرت خود اس کمی کی کفالت کر لیتی ہے، اور جیسے جیسے مخلوقات الٰہی درجہ بدرجہ بلوغ کے مرتبہ کو پہونچتی جاتی ہے، منافع کی صورتیں خود اس کے قویٰ کے سپرد کر کے فطرت علٰحدہ ہوتی جاتی ہے، انسان کو اپنی روزی کا آپ سامان کرنا پڑتا ہے، وہ کاشتکاری اور درختوں کے لگانے اور میووں کے پیدا کرنے کی محنت اٹھاتا ہے، سردی گرمی سے بچنے کے لئے اس کو فطری کھال روئیں اور اون نہیں دیئے گئے، اس کا سامان اس کو خود کرنا ہوتا ہے، بیماریوں اور زخموں کو دور کرنے کے لئے اس کو کوشش کرنی پڑتی ہے،

دوسری طرف دیکھئے کہ جہاں تک احساس و ارادہ کا ضعف ہے، دشمنوں سے بچاؤ اور اپنی زندگی کی حفاظت کا سامان فطرت نے خود اپنے ذمہ لے لیا ہے، مختلف جانوروں کو اپنی حفاظت

Marfat.com

کے لئے مختلف ذرائع مہیا کئے گئے ہیں کسی کو تیز پنجے کسی کو تیز دانت، کسی کو سینگ، کسی کو اُڑنا کسی کو پانی میں ڈوب جانا، کسی کو تیز دوڑنے کی قوت، کسی کو ڈنک، کسی کو دانتوں میں زہر، غرض مختلف آلات واسلحہ سے خود فطرت نے ان کو مسلح کر دیا ہے، مگر غریب انسان کو دیکھو کہ نہ اس کو اپنے بچاؤ کیلئے، نہ ہاتھی کے بڑے دانت، نہ شیر کے تیز دانت اور پنجے، نہ بیلوں کے سینگ، نہ کتوں اور سانپوں کے زہر، نہ بچھوؤں اور بھیڑوں کے ڈنک، غرض ظاہری حیثیت سے وہ ہر طرح نہتا اور غیر مسلح بنایا گیا ہے، مگر ان سب کے قائم مقام اُس کو احساس، ادراک، تعقل اور ارادہ کی زبردست قوت دی گئی ہے، اور یہی معنوی قوتیں، اس کی ہر قسم کی ظاہری کمزوریوں کی تلافی کرتی ہیں، وہ اپنی ان معنوی قوتوں سے بڑے پنجے اور جبڑے والے شیروں کو چیر ڈالتا ہے، بڑے دانتوں والے ہاتھی کو زیر کر لیتا ہے، سانپوں کو پکڑ لیتا ہے، ہوا کے پرندوں کو گرفتار کر لیتا ہے، اور پانی کے جانوروں کو پھنسا لیتا ہے، اپنے بچاؤ کیلئے سینکڑوں قسم کے ہتھیار، اسلحہ اور سامان پیدا کرتا رہتا ہے،

دوستو! تم خواہ کسی مذہب اور کسی فلسفہ کے معتقد ہو، تم کو تسلیم کر لینا ہوگا کہ تمھاری انسانی ذمہ داریوں کا اصلی سبب، تمھارے احساس، ادراک، تعقل اور ارادہ کی قوتیں ہیں، ان ذمہ داریوں کا شرعی نام تکلیف ہے، یہ تکلیف خود تمھارے اندرونی اور بیرونی قویٰ کے مطابق تم پر عائد ہے، ہمارا خدا یہ اصول بتاتا ہے،

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا (بقرہ) خدا کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا لیکن اسکی وسعت کے مطابق

یہ ذمہ داری اور فرض ہے، جو دوسری جگہ امانت کے لفظ سے قرآن میں ادا ہوا ہے، یہ امانت جمادات، حیوانات، بلکہ بڑے پہاڑوں اور اونچے آسمانوں کو پیش کی گئی، لیکن انھوں نے اس کے بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا،

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہم نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر اس امانت

Marfat.com

والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا — کو پیش کیا، تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا

الانسان انہ کان ظلوما جہولا — اور وہ اس سے ڈرے، تو انسان نے اس کو اٹھا لیا

کہ وہ ظالم اور نادان تھا،

آسمان بار امانت نتوانست کشید — قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

"ظالم"، "نادان"، "دیوانۂ عشق" کی دوسری تعبیر ہے "ظالم" یعنی اپنی حد سے آگے بڑھ جانے والا انسان کی عملی قوت سے اور "جاہل و نادان" ہونا یہ اس کی عقلی و ذہنی قوت سے متعلق ہے، ظلوم کا مقابل "عادل" اور "جہول" کا مقابل "عالم" ہے، غرض ہماری عملی قوت میں عدل یعنی میانہ روی اور اعتدال مطلوب ہے اور ذہنی قوت میں "علم"، عدل کا دوسرا نام "عمل صالح" اور علم کا دوسرا نام "ایمان" ہے،

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ — زمانہ کی قسم، انسان گھاٹے میں ہے لیکن وہ انسان جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (العصر) — ایمان اور عمل صالح سے آراستہ ہیں،

"خسر" ور گھاٹا، وہی ظلم عملی اور جہل علمی ہے، اور اس کا علاج ایمان یعنی علم صحیح اور عدل یعنی عمل صالح ہے، اسی دعویٰ کی دلیل کہ انسانیت اس وقت تک گھاٹے اور ٹوٹے میں ہے جب تک اسکو ایمان اور عمل صالح کی توفیق نہ ملے، اللہ تعالیٰ نے زمانہ کو اس کی شہادت میں پیش کیا ہے، زمانہ سے مقصود وہ واقعات حوادث اور آثار ہیں جو زمانہ کے آغاز سے آج تک دنیا میں ظہور پذیر ہوئے ہیں، کارلائل کے مشہور فقرہ کے مطابق "تاریخ صرف بڑے لوگوں کی سوانح عمریوں کے سلسلہ" کا نام ہے، زمانہ کی تاریخ خود واضح بات پر گواہ ہے، کہ دنیا میں وہ تمام قومیں، قوموں کے تمام افراد ہمیشہ گھاٹے اور ٹوٹے میں رہے ہیں اور وہ برباد و ہلاک ہوئے ہیں، جو ایمان اور عمل صالح سے محروم رہے ہیں،

دنیا کے تمام آسمانی صحیفے، تمام مذہبی کتابیں، تمام اخلاقی قصے، اور انسانوں کے بننے اور بگڑنے کی تمام حکایتیں ظلم و جہل اور ایمان و عمل صالح کی دو رنگیوں سے معمور ہیں، ایک طرف ظلم جہل بشر،

Marfat.com

تاریکی، دوسری طرف عدل، عمل صالح، خیر اور نور کی حکایتیں، داستانیں اور تاریخیں ہیں، اور جن افراد نے ان انسانی ذمہ داریوں کو قبول کیا ان کی تعریف، اور جنھوں نے ان سے انکار کیا ان کی برائی کے بیانات ہیں یونانی ایلیڈ، رومی پیرلل لائوز، ایرانی شاہنامہ، ہندی مہابھارت اور رامائن اور گیتا کیا ہیں؟ ہر قوم کے لئے بڑے اشخاص اور اکابر رجال کی زندگیوں سے ظلم و عدل، خیر و شر اور ایمان و کفر کے اسباق ہیں، تاکہ ہر قوم ظلم، شر اور کفر کے برے نتیجوں سے بچ کر، عدل، خیر اور ایمان کی مثالوں سے فائدہ اٹھائے،

تورات، انجیل، زبور، اور قرآن پاک کے بیشتر مضامین کیا ہیں، ظالم شریر اور کافر قوموں اور افراد کی تباہی، اور عادل، نیک اور مومن قوموں اور افراد کی سعادت اور فلاح و کامیابی کی نظیریں، کہ ان کو سنکر ظالم عادل بنیں، شریر نیک ہوں، اور کافر مومن، اسی لئے خاتم النبیین علیہ السلام سے پہلے ہر زمانہ میں ہر ملک میں اور خدا کے پیغمبر اور فرستادہ مبعوث ہوئے کہ وہ اپنی اپنی قوموں کے لئے اپنی زندگی نمونہ کے طور پر پیش کریں، تاکہ ان کی پوری قوم یا ان کی قوم کے افراد فلاح اور کامیابی حاصل کریں، اور آنحضرت صلعم کو رحمت عالم بنا کر بھیجا گیا کہ وہ تمام عالم کے لئے اپنی زندگی کا نمونہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں، آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے قرآن مجید نے یہ اعلان کیا،

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا أَفَلَا تَعْقِلُونَ ، اے قریشیو! میں نے تمھارے درمیان ایک عمر بسر کی ہے، کیا تم نہیں سمجھتے،

(یونس)

اس آیت پاک میں درحقیقت وحی الہی نے خود اپنے پیغمبر کی سوانح عمری اور سیرت کو اس کی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا ہے، ہمارے سامنے تمام دنیا کے مذہبی صحیفے موجود ہیں، مگر ان میں سے کسی نے بھی اپنے حامل کی زندگی کو ثبوت میں نہیں پیش کیا ہے،

بہرحال تاریخ کی دنیا میں ہزاروں لاکھوں اشخاص نمایاں ہیں جنھوں نے آنے والوں کیلئے

Marfat.com

اپنی اپنی زندگیاں نمونہ کے طور پر پیش کی ہیں، ایک طرف شاہانِ عالم کے دربار ہیں، ایک طرف سپہ سالاروں کے پرے ہیں، ایک طرف حکماء اور فلاسفروں کا متین گروہ ہے، ایک طرف فاتحینِ عالم کی پرجوش صفیں ہیں، ایک طرف شعراء کی بزم ہے، ایک طرف دولتمندوں اور خزانوں کے مالکوں کی گدیاں ہیں، ان میں سے ہر ایک کی زندگی آدم کے بیٹوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں، کایخج کا ہنیبال، مقدونیہ کا سکندر، روم کا سیزر، ایران کا دارا، یورپ کا نپولین، ہر ایک کی زندگی ایک کشش رکھتی ہے، سقراط، افلاطون، ارسطو، دیوجانیس اور دیگر مشاہیر فلاسفۂ یونان سے لیکر اسپنسر تک تمام حکماء اور فلاسفروں کی زندگیوں میں ایک خاص رنگ نمایاں ہے، نمرود و فرعون، اور ابوجہل و ابولہب کی دوسری زندگی ہے، قارون کی ایک خاص زندگی ہے غرض دنیا کے اسٹیج پر ہزاروں قسم کی زندگیوں کے نمونے ہیں، جو بنی آدم کی عملی زندگی کے لئے سامنے ہیں، لیکن بتاؤ کہ ان مختلف اصناف انسانی میں سے نوع انسان کے لئے کون سعادت، فلاح اور ہدایت کے لئے سبق اور درس ہیں، اور سروں کے لئے قابلِ تقلید نمونے ہیں،

ان لوگوں میں بڑے بڑے فاتح اور سپہ سالار ہیں جنھوں نے اپنی تلوار کے زور سے دنیا کے طبقے الٹ دیئے ہیں، لیکن کیا انسانیت کی فلاح وہدایت کے لئے انھوں نے کوئی نمونہ چھوڑا، ان کی تلوار کی کاٹ اُن کے میدانِ جنگ سے آگے بڑھکر انسانی اوہام وخیالات فاسدہ کی بیڑیوں کو بھی کاٹ سکی؟ باہمی انسانوں کے برادرانہ تعلقات کی گتھی بھی سلجھا سکی، انسانی معاشرت کا کوئی خاکہ بھی پیش کر سکی، ہماری مایوسیوں اور ناامیدیوں کا بھی کوئی علاج کر سکی، ہمارے دلوں کی ناپاکی اور زنگ کو بھی مٹا سکی، ہمارے اخلاق اور اعمال کا بھی کوئی نقشہ بنا سکی؟

دنیا میں بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے، لیکن خیالی دنیا کے یہ شہنشاہ عملی دنیا میں بیکار ثابت ہوئے، اسی لئے افلاطون کے مشہور نظامِ حکومت میں اس فرقہ کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی گئی،

Marfat.com

ہومر سے لیکر آج تک فوری جوش وہنگامہ کی پیدائش اور خیالی لذت والم کی افزائش کے سوا نسل انسانی کو اس کی زندگی کے مشکلات کے دور کرنے کے لئے کوئی صحیح مشورہ نہ دے سکے، کیونکہ اُنکی شیریں زبانیوں کے پیچھے اِن کے حسن عمل کا کوئی خوشنما نمونہ نہ تھا، اسی لئے قرآن پاک نے کہا،

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ ۞ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۞ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۞ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (شعراء ع ١١)	شاعروں کی پیروی بہکے ہوئے لوگ کرتے ہیں، کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں اور جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، لیکن وہ جو ایمان لائے اور صالح عمل کیا،

قرآن پاک نے ان کی شیریں زبانی کے بے اثر ہونے کا فلسفہ بھی بتا دیا کہ وہ خیالات کی وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں، اور ایمان اور عمل صالح سے خالی رہتے ہیں، لیکن اگر وہ اس دولت سے سرفراز ہوں تو کچھ نہ کچھ ان کی باتوں میں اثر ہو گا، لیکن وہ اصلاح وہدایت کے عظیم الشان فریضہ کو ادا نہیں کر سکتے، اور دنیا کی تاریخ خود اس پر گواہ ہے،

حکماء اور فلاسفر جنھوں نے اپنی عقل رسا سے دنیا کے طبقے اُلٹ دیئے ہیں جنھوں نے عجائبات عالم کی طلسم کشائی میں بڑی محنتیں اٹھائی ہیں، لیکن انسانیت کی ہدایت کا وہ بھی کچھ سامان نہ کر سکے کیونکہ ان کی دقیق نکتہ سنجیوں اور بلند خیالیوں کے پیچھے حسن عمل کا نمونہ نہیں ہے، ارسطو نے فلسفہ اخلاق کی بنیاد ڈالی، ہر یونیورسٹی میں اس کے اتھکس پر بہترین لکچر دیئے جاتے ہیں، اور اس کے اخلاقی مسائل کی نکتہ آفرینیوں کی داد دی جاتی ہے، لیکن اس کو پڑھکر یا سنکر نوع انسانی کے کتنے افراد راہ راست پر آئے آج دنیا کی ہر یونیورسٹی میں اتھکس کے بڑے بڑے لائق پروفیسر اور اساتذہ موجود ہیں مگر ان کے علم اخلاق کے فلسفیانہ رموز واسرار کا دائرۂ اثر ان درس گاہوں کی چہار دیواریوں سے کبھی آگے بڑھ سکا یا بڑھ سکتا ہے؟ اس لئے کہ ان کمروں سے نکل کر جب وہ

باہر میدان میں آتے ہیں تو ان کی عملی زندگی، عام افراد انسانی سے ایک انچ بھی بلند نہیں، اور انسانی کانوں سے نہیں بنتا، آنکھوں سے بنتا ہے،

دنیا کے اسٹیج پر بڑے بڑے بادشاہ اور حکمراں بھی پیدا ہوئے جنھوں نے کبھی کبھی چار دانگِ عالم پر حکومت کی، قوموں کی جان و مال پر فرماں روائی کی، ایک ملک کو اُجاڑا، اور دوسرے کو بسایا، ایک قوم کو گھٹایا اور دوسری کو بڑھایا، ایک سے چھینا اور دوسرے کو دیا، مگر ان کا عام نقشہ وہی رہا جس کو قرآن پاک نے ایک آیت میں ملکۂ سبا کی زبان سے ادا کیا ہے،

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً (سبا ع ۳)

بادشاہ جب کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اس کو بگاڑ دیتے ہیں، اور وہاں کے معززین کو ذلیل بنا دیتے ہیں،

ان کی تلواروں کی دھاک نے آبادیوں اور مجمعوں کے مجرموں کو روپوش کر دیا، لیکن تنہائیوں اور خلوتخانوں کے روپوش مجرموں کو وہ روک نہ سکی، انھوں نے بازاروں اور راستوں میں امن و امان پیدا کیا، لیکن دلوں کی بستی میں وہ امن و امان پیدا نہ کر سکے، انھوں نے ملک کا نظم و نسق کیا، لیکن روحوں کی مملکت میں ان سے نظم و نسق نہ ہو سکا، بلکہ ہر قسم کی روحانی بربادی انھیں کے درباروں سے نکل کر ہر جگہ پھیلتی رہتی ہے، کیا سکندر اور سیزر جیسے ملوک اعظم بھی ہمارے لئے کچھ چھوڑ گئے،

بڑے بڑے مقننین سولن سے لیکر اس وقت تک پیدا ہوئے، لیکن ان کے قانون کی عمر نے بقا کی دولت نہ پائی، اور اس کے ماننے والوں نے اس سے دل کی صفائی کا راز نہ پایا، دوسرے دور کے حاکموں نے اور عدالتوں نے اس کو حرف غلط سمجھکر خود مٹا دیا، اور اپنی مرضی اور اپنی مصلحتوں کے مطابق، نہ انسانوں کی اصلاح کی خاطر اس کی جگہ دوسرا قانون بنا دیا، اور اب تک یہی حال جاری ہے،

عزیز دوستو! تم نے صنف انسانی کے بلند پایہ طبقوں میں سے جن سے انسانوں کی بھلائی

سدھار، اور اصلاح اخلاق کی توقعات ہو سکتی ہیں ہر ایک کا جائزہ لے لیا غور سے دیکھو اس وقت دنیا میں جہاں کہیں بھی نیکی کی روشنی، اور اچھائی کا نور ہے، جہاں کہیں بھی خلوص اور دل کی صفائی کا اجالا ہے، وہ صرف اُن بزرگوں کی تعلیم اور ہدایت کا نتیجہ نہیں ہے، جنکو تم انبیاء کرام کے نام سے جانتے ہو، پہاڑوں کے غار، جنگلوں کے جھنڈ، شہروں کی آبادی ہر جگہ جہاں بھی رحم، انصاف، غریبوں کی مدد، یتیموں کی پرورش، اور نیکیوں کی تلاش ہے، وہ اسی برگزیدہ جماعت کے کسی نہ کسی فرد کی دعوت اور پکار کا دائمی اثر ہے، قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق۔

ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر، کوئی قوم نہیں جس میں کوئی انسانوں کو ہشیار کرنے والا نہ آیا ہو،

(ملائکہ)

ولکل قوم ھاد (رعد) ہر قوم کے لئے ایک ہادی آچکا ہے،

آج ہر قوم اور ہر ملک میں انھیں کی برکتوں کا اجالا نظر آتا ہے، اور انھیں کی پکاروں کی آواز سنائی دیتی ہے، افریقہ کے وحشی ہوں، یا یورپ کے مہذب ان کے دلوں کی صفائی انھیں کے سرچشموں سے ہوتی ہے، اور ہو رہی ہے، اوپر جتنے بلند پایہ اور بڑے بڑے رتبوں کے انسانی طبقوں کے نام آئے، ان سب سے بلند، اور ان سب سے اعلیٰ وہ طبقہ ہے جو بادشاہوں کی طرح جسموں پر نہیں لیکن دلوں پر حکومت کرتا ہے، جو گو سپہ سالاروں کی طرح تیغ بکف نہیں، گناہوں کے پرے، اور آلودگیوں کی صفیں دم کے دم میں الٹ دیتا ہے، گو وہ خیالی شاعر نہیں، لیکن اس کی شیریں بیانیوں کے ذائقہ سے اب تک انسانوں کے کام و دہن لطف اٹھا رہے ہیں، وہ ظاہری طور سے قانون ساز اور مجلسوں کے سپیکر نہ تھے لیکن ہزارہا اور صدہا سال کے بعد ان کا قانون اسی طرح زندہ ہے، اور خود حاکموں، اور عدالتوں پر حکمراں ہے، اور بلا تفریق شاہ و گدا، اور بادشاہ و رعایا سب پر یکساں جاری ہے۔

یہاں مذہب اور اعتقاد کا سوال نہیں، بلکہ عملی تاریخ کا سوال ہے، کہ آیا یہ واقعہ ہے

Marfat.com

کہ نہیں؟ پاٹلی پتر کے راجہ اشوکا کے احکام صرف پتھر کے لاٹوں پر کندہ ہیں مگر بودھ کا حکم دلوں کی تختیوں پر منقوش ہے، اجین، ہستنا پور (دہلی)، اور قنوج کے راجاؤں کے احکام مٹ گئے، لیکن منوجی کا دھرم شاستر اب تک عمل میں ہے، بابل کے سب سے پہلے قانون ساز بادشاہ حمورابی کے قانونی دفعات مٹی کے ڈھیر میں دفن ہو گئے تھے، مگر ابراہیم کی تعلیم آج بھی موجود ہے، فرعون کے دعوؤں کی سچائی کے دن قائم رہی ہے، مگر موسیٰ کے دعووں کی سچائی کا آج بھی اعتراف ہے، سولن کے بنائے ہوئے قانون کے دن چل سکے، مگر تورات کا قانون آج بھی انسانوں میں عدل کی ترازو ہے، وہ رومن لاجس نے عیسیٰ مسیح کو عدالت میں گنہگار ٹھہرایا، صدیاں گذریں کہ معدوم ہو چکا، مگر حضرت عیسیٰ کی تعلیم و ہدایت گنہگاروں کو نیک اور مجرموں کو پاک بنانے میں اسی طرح مصروف ہے، مکہ کے ابو جہل، ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر کی حکومتیں مٹ گئیں مگر شہنشاہِ مدینہ کی فرمانروائی بدستور جاری ہے،

دوستو! میرے گذشتہ بیانات نے اگر تمہارے دلوں میں کچھ تشفی کا اثر پیدا کیا ہے، تو صرف اپنے عقیدہ سے نہیں، بلکہ عقلی استدلال، اور دنیا کی علمی تاریخ سے تم میں یہ یقین پیدا ہو گیا ہوگا کہ بنی نوع انسان کی بھلائی، اون کو نیکی اور اچھائی، اور اخلاق کی بہتری، اور دلوں کی صفائی اور انسانی قوی میں اعتدال اور میانہ روی پیدا کرنے کی کامیاب کوششیں اگر کسی طبقۂ انسانی سے ہوئی ہیں تو وہ انبیاء کرام کا طبقہ ہے، جو خدا کے فرستادہ ہو کر اس دنیا میں آئے، اور دنیا کو نیک تعلیم اور ہدایت دیکر، اپنے بعد بھی ان کے لئے چلنے کا ایک راستہ بنا کر چھوڑ گئے، اور جن سے بادشاہ و رعایا، امیر و غریب، اور جاہل و عالم برابر کا فیض پا رہے ہیں،

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ	ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر اپنی حجت پیش کرنے کیلئے یہ دلیل عنایت کی ہم جس کو چاہتے ہیں درجہا بلند کر دیتے ہیں

Marfat.com

إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ
وَيَعْقُوبَ ۝ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن
قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ
وَهَارُونَ ۝ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝
وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۝ كُلٌّ
مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ
وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَمِنْ
آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ
وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ ذَٰلِكَ
هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ
وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ
فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا
لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ
فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ط

(انعام)

بیشک تیرا پروردگار حکمت اور علم والا ہے، اور ہم نے ابراہیم کو
اسحاق اور یعقوب عطا کئے، ہر ایک کو ان میں سے ہدایت
بخشی، اور ابراہیم سے پہلے نوح کو ہدایت دے چکے تھے، اور
ابراہیم کی نسل سے داؤد، اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون
کو ہدایت دی، ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں، اور
زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، یہ سب صالح لوگوں
میں تھے، اور اسمٰعیل کو، اور الیسع اور یونس کو ہدایت دی
اور ہر ایک کو دنیا میں ان کے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت
دی، اور ان کے بزرگوں اور انکی اولادوں اور ان کے
بھائیوں میں سے اور ان کو چنا اور ان کو سیدھے راستہ کی
طرف ہدایت کی، یہی خدا کی ہدایت ہے، اپنے بندوں میں
سے جس کو چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے، اگر وہ شرک
کرتے تو ان سے ان کے سارے کام ضائع جاتے، یہی وہ
لوگ ہیں جنکو ہم نے کتاب، حکم اور پیغمبری عنایت کی،
تو اگر یہ لوگ (جو ان کے نام لیوا آج موجود ہیں) ان نعمتوں
کی ناشکری کریں تو ہم نے ان نعمتوں کو ایسے لوگوں (یعنی مسلمانوں)
کے سپرد کر دیا جو ان کی ناقدری نہیں کرتے، یہی لوگ ہیں
جنکو اللہ نے ہدایت دی ہے، تو تو بھی انھیں کی ہدایت کی پیروی کر

ان پاک آیتوں میں انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اصناف انسانی میں سے

Marfat.com

ایک خاص طبقہ کے بیشتر افراد کے نام بتادیئے گئے جنکی پیروی اور تقلید ہماری روحانی بیماریوں کا علاج، اور اخلاقی کمزوریوں کا درمان ہے یہی وہ مقدس گروہ ہے، جو خدا کی لبائی تمام آبادیوں میں پھیلا، اور مختلف زمانوں میں اپنی تعلیم وہدایت کا چراغ روشن کرتا آیا، آج انسان کے سرمایہ میں فلاح، سعادت، اخلاق، نیک اعمال اور بہترین زندگیوں کے جو کچھ اثرات اور نتیجے ہیں، وہ سب انھیں بزرگوں کے فیوض وبرکات ہیں، وہ جگہ جگہ اپنے نقش قدم چھوڑ گئے، اور دنیا کم وبیش اسی پر چل کر اپنی کوششوں کی کامیابی کو ڈھونڈھ رہی ہے،

نوحؑ کا جوش تبلیغ، ابراہیمؑ کا ولولہ توحید، اسحاقؑ کی وراثت پدری، اسماعیلؑ کا ایثار، موسیٰؑ کی سعی وکوشش، ہارونؑ کی رفاقت حق، یعقوبؑ کی تسلیم، داؤدؑ کا غربت حق پر ماتم، سلیمانؑ کا سرود حکمت زکریاؑ کی عبادت، یحییٰؑ کی عفت، عیسیٰؑ کا زہد، یونسؑ کا اعتراف قصور، لوطؑ کی جانفشانی، ایوبؑ کا صبر، یہی وہ حقیقی نقش ونگار ہیں، جن سے ہماری روحانی اور اخلاقی دنیا کا ایوان آراستہ ہے اور جہاں کہیں، ان صفات عالیہ کا وجود ہے وہ انھیں بزرگوں کی مثالوں اور نمونوں کے عکس ہیں،

انسانوں کی عمدہ معاشرت اور صحیح تمدن اور مسرت کی تکمیل اور مخلوقات کے مجمع میں اس کو اشرف المخلوقات کا مرتبہ حاصل کرانے میں یقیناً تمام کارکن طبقات انسانی کا حصہ ہے ہیئت دانوں نے ستاروں کی چالیں بتائیں، حکماء نے چیزوں کے خواص ظاہر کئے، طبیبوں نے بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے، مہندسوں نے عمارتوں کا فن نکالا، صناعوں نے ہنر کے فن پیدا کئے، ان سب کی کوششوں سے مل کر یہ دنیا تکمیل کو پہونچی، اس لئے ہم ان سب کے شکرگذار ہیں مگر سب سے زیادہ ہم ان مقدسوں کے شکرگذار ہیں، جنھوں نے ہماری اندرونی دنیا کو آباد کیا، جنھوں نے ہماری اندرونی چالیں درست کیں جنھوں نے ہماری اندرونی بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے جنھوں نے ہمارے جذبات، ہمارے احساسات، ہمارے ارادوں کی تصحیح کی، ہمارے نفوس

Marfat.com

اور قلوب کے عروج و تنزل کا حال بتایا جس سے دنیا کے صحیح تمدن اور صحیح معاشرت کی تکمیل ہوئی، اور خدا و بندہ کا رشتہ باہم مضبوط ہوا، اور روز الست کا بھولا ہوا وعدہ ہم کو یاد آیا، اگر ہم باہمی خدا اور بندہ کے تعلق اور باہم بندہ بندہ کے تعلقات اور ذمہ داریوں کو نہ جانتے تو کیا یہ دنیا کبھی تکمیل کو پہونچ سکتی؟ اس لئے اس برگزیدہ اور پاک طبقۂ انسانی کے احسانات ہم پر سب سے زیادہ ہیں، اور اسی لئے ہر فرد انسانی پر خواہ وہ کسی صنف سے تعلق رکھتا ہے، ان کی شکر گذاری کا اظہار واجب ہے اور اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ و سلام ہے، جو ہمیشہ انبیاے کرام کے نام نامی کے ساتھ ساتھ ہم ادا کرتے ہیں، اللھم صل علیہم وسلّم،

حضرات! یہ نفوس قدسیہ اپنے اپنے وقت پر آئے اور گذر گئے، اس عالم فانی کی کوئی چیز ابدی نہیں، ان کی زندگیاں کسی قدر مقدس اور معصوم ہوں، تاہم وہ دوام بقا کی دولت سے سرفراز نہ تھیں، اس لئے آیندہ آنے والے انسانوں کے لئے، جو چیز رہبر ہو سکتی ہے، وہ ان کی زندگیوں کی تحریری اور روایتی عکس اور تصویریں ہیں، ہمارے پاس اس کے سوا اس سرمایۂ سعادت کی حفاظت کا کوئی طریقہ نہیں، دنیا میں پچھلے عہد کے علوم و فنون، خیالات، تحقیقات، واقعات، اور حالات کے جاننے کا بجز اس کے کوئی ذریعہ نہیں، انسانی زندگیوں کے انھیں تحریری اور روایتی عکس اور تصویروں کا نام تاریخ اور سیرت ہے، ہماری زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں ممکن ہے کہ ہر سانحۂ زندگی میں کوئی نہ کوئی عبرت و بصیرت ہو، لیکن ہماری اخلاقی اور روحانی زندگی کی تکمیل و تزکیہ کے لئے صرف انبیاے کرام اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والی ہستیوں کی تاریخیں اور سیرتیں کارآمد اور مفید ہو سکتی ہیں، اب تک دنیا نے انھیں سے فیض پایا ہے، اور آیندہ بھی انھیں سے فیض پا سکتی ہیں، اس لئے دنیا کو اپنے تزکیہ، اور تکمیل روحانی کے لئے ان برگزیدہ ہستیوں کی سیرتوں کی حفاظت سب سے بڑا اہم فرض ہے،

Marfat.com

بہتر سے بہتر فلسفہ، عمدہ سے عمدہ تعلیم اچھی سے اچھی ہدایت اگر اس کے پیچھے کوئی شخصیت اسکی حامل اور عامل ہوکر قائم نہیں ہے، جو ہماری توجہ اور محبت اور عظمت کا مرکز ہو وہ زندگی نہیں پا سکتی اور کامیاب نہیں ہو سکتی، جس جہاز کرڈ کو دیا نامی سے ہم اوائل فروری ۱۹۲۴ء میں حجاز و مصر سے واپس آرہے تھے، اتفاق سے مشہور ڈاکٹر ٹیگور بھی امریکہ کے سفر سے واپس آرہے تھے، ایک رفیقِ سفر نے ان سے سوال کیا کہ برہمو سماج مذہب کی ناکامی کا کیا سبب ہے؟ حالانکہ اس کے اصول بہت منصفانہ اچھے اور صلح کل کے تھے، اسکی تعلیم تھی کہ تمام مذاہب حق، تمام بانیانِ مذاہب اچھے اور نیک لوگ تھے، اس میں عقل اور منطق کے خلاف کوئی چیز نہ تھی، وہ موجودہ تمدن، موجودہ فلسفہ اور موجودہ حالات کو دیکھکر بنایا گیا تھا، تاہم اس نے کامیابی حاصل نہ کی فلسفی شاعر نے جواب میں کتنا اچھا نکتہ بیان کیا کہ یہ اس لئے کہ اس کے پیچھے، کوئی شخصی زندگی، اور عملی سیرت نہ تھی، جو ہماری توجہ کا مرکز بنتی، اس نکتہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اپنے نبی کی سیرت اور عملی زندگی کے بغیر ناکام ہے،

ہمکو اپنی ہدایت اور رہنمائی کے لئے معصوم انسانوں، بیگناہ ہستیوں اور ہر حیثیت سے باکمال بزرگوں کی ضرورت ہے، اور وہ صرف انبیا کرام ہیں، صلوات اللہ علیہم اجمعین،

Marfat.com

(۲)

عالمگیر اور دائمی نمونہ عمل

صرف محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت ہے

دوستو! آج ہماری بزم کا دوسرا دن ہے، اس سے پہلے جو کچھ عرض ہو چکا ہے وہ پیش نظر رہے تو سلسلۂ سخن آگے بڑھے، میری پہلی تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ انسان کے حال و مستقبل کی تاریکی کو چاک کرنے کے لئے، ماضی کی روشنی سے فیض حاصل کرنا ضرور ہے، مختلف طبقات انسانی نے ہم پر جو کچھ احسانات کئے ہیں، وہ سب شکریئے کے لائق ہیں، لیکن سب سے زیادہ جن بزرگوں کا احسان ہے، وہ انبیائے کرام علیہم السلام ہیں، ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوموں کے سامنے اس زمانہ کے مناسبِ حال اخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کا ایک نہ ایک بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا، کسی نے صبر، کسی نے ایثار، کسی نے قربانی، کسی نے جوش توحید، کسی نے ولولۂ حق، کسی نے تسلیم، کسی نے عفت کسی نے زہد غرض ہر ایک نے دنیا میں انسان کی پر پیچ زندگی کے راستہ میں ایک ایک منار قائم کر دیا ہے جس سے صراطِ مستقیم کا پتہ لگ سکے، مگر ضرورت تھی ایک ایسے رہنما اور راہبر کی جو اس سرے سے لیکر اس سرے تک پوری راہ کو اپنے ہدایات اور عملی نشانیوں سے بالکل صاف کرے، گویا ہمارے ہاتھ میں اپنی عملی زندگی کا پورا گائڈ بک دیدے جس کو لیکر اسی کی تعلیم و ہدایت کے مطابق ہر مسافر بے خطر منزل مقصود کا پتہ پالے، یہ راہنما سلسلۂ انبیاء کا آخری فرد محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، قرآن نے کہا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَ — اے پیغمبر ہم تجھکو گواہی دینے والا، نیکوں کو خوشخبری سنانے

Marfat.com

نَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ والا، غافلوں کو ہشیار کرنے والا، خدا کی طرف اس کے
احزاب ع ۶، حکم سے پکارنے والا، اور ایک روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے

آپ عالم میں خدا کی تعلیم و ہدایت کے شاہد ہیں، نیکو کاروں کو فلاح و سعادت کی بشارت سنانے والے مبشّر ہیں، ان کو جو ابھی تک بے خبر ہیں ہشیار اور بیدار کرنے والے نذیر ہیں، یہ بھٹکنے والے مسافروں کو خدا کی طرف پکار کر لانے والے داعی ہیں، اور خود ہمہ تن نور اور چراغ ہیں، یعنی آپکی ذات اور آپکی زندگی راستہ کی روشنی ہے، جو راہ کی تاریکیوں کو کافور کر رہی ہے، بہت سے انبیا تھے جو صرف شاہد تھے، جیسے حضرت یعقوبؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت اسمٰعیلؑ وغیرہ، بہت سے تھے جو صرف مبشّر تھے جیسے حضرت ابراہیمؑ حضرت عیسٰیؑ، بہت سے تھے جو صرف نذیر تھے، جیسے حضرت نوحؑ حضرت موسٰیؑ، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ، بہت سے تھے جو صرف داعیِ حق تھے، جیسے حضرت یوسفؑ، حضرت یونسؑ، لیکن وہ جو شاہد، مبشّر، نذیر، داعی، سراج منیر، سب کچھ بیک وقت تھا وہ صرف محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰت والتحیات تھے اور یہ اس لئے ہوا کہ آپ دنیا کے آخری پیغمبر بنا کر بھیجے گئے، جس کے بعد کوئی دوسرا آنے والا نہ تھا، آپ ایسی شریعت لیکر بھیجے گئے جو کامل تھی، جس کی تکمیل کے لئے پھر کسی دوسرے کو آنا نہ تھا،

آپؐ کی تعلیم دائمی وجود رکھنے والی تھی یعنی قیامت تک اس کو زندہ رکھنا تھا، اس لئے آپکی ذات پاک کو مجموعۂ کمال، اور نسخۂ بے زوال بنا کر بھیجا،

دوستو! یہ جو کچھ میں نے کہا، یہ صرف میرے مذہبی عقیدہ کی بنیاد پر، محض دعویٰ نہیں ہے بلکہ وہ واقعہ ہے جسکی بنیاد دلائل اور شہادتوں پر مبنی ہے،

وہ سیرت یا نمونۂ حیات جو انسانوں کے لئے ایک کامل آئیڈیل انسان کی سیرت کا کام دے، اس کے لئے متعدد شروط کی ضرورت ہے، جن میں سب سے پہلی اور اہم چیز تاریخیت کا مسئلہ ہے،

تاریخیت | تاریخیت سے مقصود یہ ہے کہ ایک کامل انسان کے جو سوانح اور حالات پیش

کئے جائیں، وہ تاریخ اور روایت کے لحاظ سے مستند ہوں، انکی حیثیت قصوں اور کہانیوں کی نہ ہو، روزمرہ کا تجربہ ہے کہ انسان کی ایک سائیکالوجی یہ ہے کہ کسی سلسلۂ حیات کے متعلق اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ فرضی اور خیالی ہے، یا مشتبہ ہے، تو خواہ وہ کسی قدر مؤثر انداز میں پیش کیا جائے طبیعتیں اس سے دیرپا اور گہرا اثر نہیں لیتیں، اس لئے ایک کامل آئیڈیل سیرت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کے تمام ضروری اجزا کی تاریخیت پر یقین ہو، یہی سبب ہے کہ تاریخی افسانوں سے جو اثر طبیعتوں پر پیدا ہوتا ہے، وہ خیالی افسانوں سے نہیں ہوتا، دوسرا سبب تاریخی سیرت کے ضروری ہونے کا یہ ہے، کہ آپ اس سیرت کاملہ کا نقشہ محض دلچسپی یا فرصت کے گھنٹوں کی مشغولی کے لئے نہیں پیش کر رہے ہیں، بلکہ اس غرض سے پیش کر رہے ہیں، ہم اپنی زندگی اس نمونہ پر ڈھالیں، اور اس کی پیروی و تقلید کریں، لیکن وہ زندگی اگر تاریخی اور واقعی طور سے ثابت نہیں تو آپ کیونکر اس کے قابل عمل اور قابل پیروی اور تقلید ہونے پر زور دے سکتے ہیں، کہا جا سکتا ہے کہ فرضی اور میتھالوجیکل قصے ہیں، جن پر کوئی انسان اپنی عملی زندگی کی بنیاد نہیں ڈال سکتا ہے، اس لئے کیا پراثر ہونے کیلئے، کیا قابل عمل اور لائق تقلید ہونے کے لئے سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ اس کامل انسان کی سیرت تاریخی اسناد کے معیار پر پوری اترے،

ہم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ادب اور احترام کرتے ہیں، اور ان کے سچے پیغمبر ہونے پر یقین رکھتے ہیں، لیکن بمصداق تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یہ پیغمبر ہیں جن میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے،، دوام، بقا، ختم نبوت اور آخری انسانی کامل سیرت ہونے کی حیثیت سے محمد رسول اللہ صلعم کو جو خاص شرف عطا ہوا ہے، وہ دیگر انبیا کو اس لئے نہیں مرحمت ہوا کہ ان کو دائمی، آخری اور خاتم نبوت نہیں بنایا گیا، انکی سیرتوں کا مقصد ایک خاص قوم کو ایک خاص زمانہ تک نمونہ دینا تھا، اس لئے اس زمانہ کے بعد بتدریج وہ دنیا سے مفقود ہو گئیں، غور کرو کہ ہر ملک میں

ہر قوم میں، ہر زمانہ میں، ہر زبان میں کتنے لاکھ انسان خدا کا پیغام لیکر آئے ہوں گے، ایک اسلامی روایت کے مطابق ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبر آئے، مگر آج ان میں سے کتنوں کے نام ہم جانتے ہیں، اور جتنوں کے نام جانتے ہیں اُن کا حال کیا جانتے ہیں؟ دنیا کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ قدیم اور پُرانے ہونے کا دعوی ہندوؤں کو ہے، گو وہ مسلّم نہیں، لیکن بغور دیکھو کہ ان کے مذہب میں سینکڑوں کیرکٹروں کے نام ہیں، مگر ان میں سے کسی کو "تاریخی" ہونے کی عزت حاصل نہیں ہے، ان میں سے بہتیروں کے تو نام کے سوا کسی اور چیز کا ذکر تک بھی نہیں، اور میتھالوجی سے آگے بڑھکر تاریخ کے میدان میں ان کا گذر بھی نہیں ہے، ان میں بہتر سے بہتر معلوم کیرکٹر وہ ہیں جو مہابھارت اور رامائن کے ہیرو ہیں، مگر ان کی زندگی کے واقعات میں سے تاریخ کس کو کہہ سکتے ہیں، یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ زمانہ کے کس دور، اور دور کی کس صدی، اور صدی کے کس سال کے واقعے ہیں، اب یورپ کے بعض علماء بیسیوں قیاسات سے کچھ کچھ تقریبی تخمینی زمانوں کی تعیین کرتے ہیں، اور انھیں کی اب ہمارے ہندو تعلیم یافتہ اصحاب اپنے علم کی سند جانتے ہیں لیکن یورپ کے محققین میں سے زیادہ تر تو وہ ان کو تاریخ کا درجہ ہی نہیں دیتے، اور یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ فرضی داستانیں کبھی عالمِ وجود میں بھی آئی ہیں،

ایران کے پرانے مجوسی مذہب کا بانی زرتشت اب بھی لاکھوں آدمیوں کی عقیدت کا مرکز ہے، مگر اس کی بھی تاریخی شخصیت قدامت کے پردہ میں گم ہے، یہاں تک کہ اس کے متعلق بھی بعض شکی مزاج امریکی اور یوروپین علماء کو اس کے تاریخی وجود میں بھی شبہہ ہوگیا ہے، مستشرقین میں سے جو لوگ اس کے تاریخی وجود کو تسلیم کرتے ہیں، سینکڑوں قیاسات سے اس کے حالاتِ زندگی کی کچھ کچھ تعیین کرتے ہیں، تاہم وہ بھی مختلف محققین کی باہمی متضاد رایوں سے اس قدر مشکوک ہیں کہ کوئی انسان اس کے بھروسہ پر اپنی عملی زندگی کی بنیاد نہیں قائم کرسکتا، زرتشت کی جائے پیدائش، سالِ پیدائش،

Marfat.com

قومیت، خاندان، مذہب، تبلیغ مذہب، مذہبی صحیفہ کی اصلیت، زبان، سالِ وفات، جائے وفات ان میں سے ہر ایک مسئلہ سینکڑوں اختلافات کا مرجع ہے، اور صحیح روایتوں کا اس قدر فقدان ہے کہ بجز تخمینی قیاسات کے اور کوئی روشنی، ان سوالات کی تاریکیوں کو دور نہیں کر سکتی، یا ایں ہمہ پارسی اصحاب ان مشکوک قیاسی باتوں کا براہ راست اپنی روایتوں سے علم نہیں رکھتے بلکہ یورپین اور امریکن اسکالرس کی تلقینات سے وہ بھی سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور جو اُن کے ذاتی ذرائع علم ہیں وہ وہ فردوسی کے شاہنامہ سے آگے نہیں بڑھتے، یہ عذر بیکار ہے، کہ یونانی دشمنوں نے ان کو مٹا دیا، یہاں بہرحال ہم کو صرف اتنا کہنا ہے کہ وہ مٹ گئے، خواہ وہ کسی طرح مٹے ہوں، اور یہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو دوام اور بقا کی زندگی نہ ملی، اور کرن (KERN) اور ڈارمٹیٹر (DARMETETER) جیسے محققین کو زرتشت کی شخصیت تاریخی سے انکار کرنا پڑا،

قدیم ایشیا کا سب سے زیادہ وسیع مذہب بودھ ہے جو کبھی ہندوستان، چین اور تمام ایشیائے وسطیٰ، افغانستان، ترکستان تک وسیع تھا، اور اب بھی، برما، سیام، چین، جاپان اور تبت میں موجود ہے، ہندوستان میں تو یہ کہنا آسان ہے کہ برہمنوں نے ان کو مٹا دیا اور ایشیائے وسطیٰ میں اسلام نے اُس کا خاتمہ کر دیا، مگر تمام ایشیائے اقصیٰ میں تو اُسکی حکومت، اُسکی تہذیب، اُس کا مذہب تلوار کی قوت کے ساتھ ساتھ قائم ہے، اور اُس وقت سے اب تک غیر مفتوح ہے، تاہم کیا یہ چیزیں بودھ کی زندگی اور سیرت کو تاریخی روشنی میں برقرار رکھ سکیں، اور ایک مؤرخ اور سوانح نگار کے تمام سوالات کا وہ تشفی بخش جواب دے سکتی ہیں، خود اُس کے زمانۂ وجود کی تعیین مگدھ دیس کے راجاؤں کے واقعات سے کی جاتی ہے ورنہ کوئی دوسرا ذریعہ نہیں، اور ان راجاؤں کا زمانہ بھی اس طرح متعین ہو سکا کہ ان کے تعلقاتِ سفارت اتفاقاً یونانیوں سے قائم ہو گئے تھے، چینی مذہب کے بانی کا حال اس سے بھی زیادہ غیر یقینی ہے، اور چین کے ایک بانیِ مذہب کنفیوشس کی نسبت ہمکو بودھ سے بھی کم واقفیت ہے، حالانکہ اس کے

ماننے والوں کی تعداد کروڑوں سے بھی زیادہ ہے،

سامی قوم کے سینکڑوں پیغمبروں میں سے نام کے سوا تاریخ نے اور کچھ ان کا حال نہ جانا حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ حضرت اسماعیلؑ حضرت اسحاقؑ حضرت یعقوبؑ، حضرت زکریاؑ حضرت یحییٰؑ کے حالات اور سیرتوں کے ایک ایک حصہ کے علاوہ ہم کو کوئی کچھ کیا بتا سکتا ہے، انکی سیرتوں کے ضروری اجزاء تاریخ کی کڑیوں سے کس طرح گم ہیں، ان کی مقدس زندگیوں کے ادھورے اور نامربوط اجزا کیا ایک انسانی کامل زندگی کی تقلید اور پیروی کا سامان کر سکتی ہیں، قرآن مجید کو چھوڑ کر یہودیوں کے جن اسفار میں ان کے حالات ہیں، ان میں سے ہر ایک کی نسبت محققین کو مختلف شکوک ہیں، اور اگر ان شکوک کو ہم قطع نظر بھی کر لیں تو ان کے اندر ان بزرگوں کی تصویریں کس درجہ ادھوری ہیں،

حضرت موسیٰؑ کا حال ہم کو تورات سے معلوم ہوتا ہے، مگر خود وہ تورات جو آج موجود ہے، وہ اہل تحقیق کے بیان کے مطابق جیسا کہ خود مصنفینؔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا تسلیم کرتے ہیں، حضرت موسیٰؑ کے صدہا سال کے بعد عالم وجود میں آئی ہے، اس پر بھی اب جرمن اسکالرس نے پتہ لگایا ہے کہ موجودہ تورات میں پہلو بہ پہلو ہر واقعہ کے متعلق دو مختلف صورتوں یا روایتوں کا سلسلہ ہے، جو باہم کہیں کہیں متضاد ہیں، اور یہی سبب ہے کہ تورات کے سوانح و واقعات میں ہر قدم پر ہم کو تضاد بیان سے سابقہ پڑتا ہے، اس تھیوری کی تفصیل انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے اخیر اڈیشن کے آرٹکل "بائبل" میں موجود ہے، اب ایسی صورت میں حضرت موسیٰؑ بلکہ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت موسیٰؑ تک کے واقعات کی کیا تاریخی حیثیت رہ جاتی ہے،

13S146

حضرت عیسیٰؑ کے حالات انجیلوں میں درج ہیں، مگر ان کثیر انجیلوں میں سے آج عیسائی دنیا کا بڑا حصہ صرف چار انجیلوں کو تسلیم کرتا ہے، باقی انجیل طفولیت، انجیل برناباس وغیرہ نامستند ہیں

ان چار انجیلوں میں سے ایک انجیل کے لکھنے والے نے بھی حضرت عیسیٰؑ کو خود نہیں دیکھا تھا، انھوں نے کس سے سنکر یہ حالات کا مجموعہ لکھا، یہ بھی معلوم نہیں، بلکہ اب تو یہ بھی مشکوک سمجھا جاتا ہے کہ جن چار آدمیوں کی طرف انکی نسبت کی جاتی ہے، وہ نسبت صحیح بھی ہے، یا نہیں، یہ بھی محقق نہیں کہ وہ کس زبانوں میں اور کن زمانوں میں لکھی گئیں، ۶۰ء سے لیکر اور بعد کے متعدد مختلف سالوں تک مختلف مفسرین اناجیل، انکی تصنیف کا زمانہ بتاتے ہیں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش، وفات اور تثلیث کی تعلیم ان کو سب سامنے رکھکر اب بعض امریکن نقاد اور رشنلسٹ یہ کہنے لگے ہیں چنانچہ چکاگو کے مشہور رسالہ روپن کورٹ میں مہینوں اس پر بحث رہی ہے، کہ حضرت عیسیٰؑ کا وجود محض فرضی ہے، اور ان کی پیدائش اور تثلیث کا بیان یونانی و رومی متھالوجی کی محض نقالی ہے، کیونکہ اسی قسم کے خیالات ان قوموں میں مختلف دیوتاؤں اور ہیروؤں کے متعلق ان میں موجود تھے، اس بیان سے عیسائی روایتوں کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کی تاریخی حیثیت نمایاں ہو جاتی ہے،

کاملیت کسی انسانی سیرت کے دائمی نمونۂ عمل بننے کے لئے یہ بھی یہ ضروری ہے کہ اُس کے صحیفۂ حیات کے تمام اجزا، ہماری نگاہوں کے سامنے ہوں، کوئی واقعہ پردۂ راز میں نہ ہو، یا وہ ناواقفیت کی تاریکی میں گم نہ ہو، بلکہ اس کے تمام سوانح اور حالات روز روشن کی طرح دنیا کے سامنے ہوں، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس کی سیرت کہاں تک انسانی سوسائٹی کے لئے ایک آئیڈیل زندگی کی صلاحیت رکھتی ہے،

دوستو! اس معیار پر اگر شارعینِ ادیان اور بانیانِ مذاہب کے سوانح اور سیرتوں پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے سوا اور کوئی ہستی اس معیار پر پوری نہیں اترتی، اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خاتم الانبیاءؑ ہو کر دنیا میں تشریف لائے ہیں، ہم کہہ چکے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں انبیاء علیہم السلام اور مصلحینِ دین کے زمرہ میں سے صرف تین چار ہی ہستیاں ایسی ہیں جو تاریخی

Marfat.com

تاریخی کہی جا سکتی ہیں، لیکن کاملیت کی حیثیت سے وہ بھی پوری نہیں ہیں، غور کرو کہ مردم شماری کے لحاظ سے آج بھی بودھ کے پیرو دنیا کی آبادی کے چوتھائی حصہ پر قابض ہیں، مگر بایں ہمہ تاریخی حیثیت سے اس کی زندگی صرف چند قصوں اور کہانیوں کا مجموعہ ہے، بہرحال انھیں قصوں اور کہانیوں کو تاریخ کا درجہ دیکر اگر ہم بودھ کی زندگی کی ضروری سے ضروری اور اہم سے اہم اجزا تلاش کریں تو ہمکو ناکامی ہوگی، ان قصوں اور کہانیوں سے ہمکو زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں نیپال کی ترائی کے کسی ملک میں ایک راجا کا لڑکا تھا جس نے فطرةً سوچنے والی طبیعت پائی تھی، جوان ہوکر اور ایک بچہ کا باپ بنکر اتفاقاً اس کی نظر چند مصیبت زدہ انسانوں پر پڑی، اس کی طبیعت بیحد متأثر ہوئی، اور گھربار چھوڑ کر دیس سے نکل گیا، اور بنارس، گیا، پاٹلی پتر (پٹنہ) اور راجگیر (بہار) کے کبھی شہروں میں اور کبھی جنگلوں اور پہاڑوں کے کھوؤں میں پھرتا رہا، اور خدا جانے عمر کی کتنی منزلیں بسر کرنے کے بعد اس نے گیا کے ایک درخت کے نیچے انکشاف حقیقت کا دعویٰ کیا، اور بنارس سے بہار تک اپنے نئے مذہب کا وعظ کہتا رہا، اور پھر اس دنیا سے رخصت ہوگیا، یہ خلاصہ ہے بودھ کے متعلق ہمارے معلومات کا؟

زرتشت بھی ایک مذہب کا بانی ہے، اگرہم بتا چکے ہیں کہ قیاسات کے سوا اس کی زندگی اور سیرت کا بھی سراغ نہیں ملتا، ان قیاسات سے بھی جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کو ہم بجائے اپنی زبان سے کہنے کے بیسویں صدی کے مستند خلاصۂ معلومات مجموعہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے آرٹیکل زرتشت سے یہاں نقل کرتے ہیں،

"زرتشت کی جس شخصیت سے (گاتھا) کے ان اشعار میں ہماری ملاقات ہوتی ہے وہ نئے اوستا کے زرتشت سے بالکل مختلف ہے، وہ ٹھیک متضاد ہے اور دوسرے

سلہ گیارھواں اڈیشن،

Marfat.com

افسانہ کی موزانہ شخصیت سے (اس کے بعد گیتا کے کچھ واقعی حالات نقل کر کے) مضمون نگار لکھتا

ہے "تاہم ہم یہ توقع نہ کریں کہ ہم گاتھا سے زرتشت کے فیصلہ کن حالات جان سکتے ہیں، وہ ہکو

زرتشت کی لائف کا کوئی تاریخی بیان نہیں دیتی، اور جو کچھ ملتا بھی ہے اس کے معنی یا تو صاف

نہیں ہیں یا غیر مفہوم ہیں"

موجودہ زمانہ کی تصنیفات کا باب شروع کرتے ہوئے، یہ مضمون نگار لکھتا ہے:۔

"اس کی جائے پیدائش کی تعیین کے متعلق شہادتیں متضاد ہیں"

اس کے زمانہ کے تعین کے متعلق بھی یونانی مؤرخین کے بیانات، نیز موجودہ محققین کے قیاسات

بھی مختلف ہیں، مضمون نگار لکھتا ہے:۔

"زرتشت کے زمانہ سے ہم قطعاً جاہل ہیں"

بہرحال جو کچھ ہم کو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ آذربائیجان کے کسی مقام پر پیدا ہوا، بلخ وغیرہ کی

طرف تبلیغ کی، ہشتاسپ بادشاہ نے اس کے مذہب کو اختیار کیا، کچھ اس نے غیر معمولی معجزے دکھائے

اس نے شادی بیاہ کیا، اولادیں ہوئیں، اور پھر کہیں مرگیا، کیا ایسی نامعلوم ہستی کے متعلق کوئی

کاملیت کا گمان بھی کرسکتا ہے، اور اس کی زندگی انسانی سوسائٹی کے لئے چراغ راہ بن سکتی ہے،

یا بنائی جاسکتی ہے؟

انبیائے سابقین میں سب سے مشہور زندگی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے، بغیر اس کے

کہ ہم موجودہ توراۃ کے مستند یا نامستند ہونے کی بحث پیش کریں، ہم تمام تران بیانات کو صحیح تسلیم کر لیتے

ہیں، تاہم توراۃ کی پانچوں کتابوں سے ہمکو حضرت موسیٰ کی زندگی کے کس قدر اجزاء ہاتھ آتے ہیں؟

جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ پیدا ہو کر فرعون کے گھر پرورش پاتے ہیں، جوان ہو کر فرعونیوں کے

مظالم کے خلاف بنی اسرائیل کی ایک دو موقعوں پر مدد کرتے ہیں، پھر مصر سے بھاگ کر مدین آتے

Marfat.com

ہیں، یہاں شادی ہوتی ہے، اور معتد بہ سال یہاں زندگی بسر کرکے مصر واپس جاتے ہیں، راہ میں نبوت سے سرفراز ہوتے ہیں، فرعون کے پاس پہونچتے ہیں معجزات دکھاتے ہیں، اور بنی اسرائیل کو مصر سے لیجانے کی رخصت چاہتے ہیں رخصت نہیں ملتی، بالآخر غفلت میں مع اپنی قوم کے نکل جاتے ہیں خدا کے حکم سے سمندر میں ان کو راہ مل جاتی ہے، فرعون غرق ہو جاتا ہے، اور وہ اپنی قوم کو لیکر عرب اور شام میں داخل ہوتے ہیں، کافر باشندوں سے لڑائیاں پیش آتی ہیں، اسی اثنا میں ایک پہاڑی پر انکی وفات ہو جاتی ہے اور اس وقت وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے، تورات استثنا کے اختتامی فقرے میں ہے،

"سو خداوند کا بندہ موسیٰ خداوند کے حکم کے موافق مواب کی سرزمین میں مرگیا، اور اس نے اسے مواب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا، پر آج کے دن تک کوئی اس قبر کو نہیں جانتا، اور موسیٰ اپنے مرنے کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا، اور اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی نہیں ہوا"

(۱) یہ توراۃ کی پانچویں کتاب جس کی تصنیف بھی حضرت موسیٰ کی طرف منسوب ہے، ان فقروں سے سب سے پہلے آپکی نظر اس پر پڑنی چاہیئے، کہ یہ پوری کتاب یا اس کے آخری اجزا حضرت موسیٰؑ کی تصنیف نہیں، لیکن با ایں ہمہ دنیا حضرت موسیٰؑ کے اس سوانح نگار سے واقف نہیں،

(۲) ان ورسوں کے الفاظ "آج تک اس کی قبر کو کوئی نہیں جانتا اور اب تک دنیا کوئی نبی بنی اسرائیل میں نہیں ہوا" ظاہر کرتے ہیں کہ سوانح موسوی کے یہ تکمیلی اجزا اتنی مدت دراز کے بعد لکھے گئے ہیں جسمیں ایک مشہور یادگار کو لوگ بھول جاسکتے ہیں، اور ایک نئے پیغمبر کے ظہور کی توقع کی جاسکتی تھی،

(۳) حضرت موسیٰؑ نے ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی عمر پائی، مگر غور سے دیکھو کہ پیدائش کے بعد سے انکے عہدِ شباب سے لیکر ۱۲۰ برس کی عمر تک کے طویل زمانہ کی وسعت کو بھرنے کے لئے ہمکو حضرت موسیٰؑ

Marfat.com

کے واقعات معلوم ہوئے ہیں، اور سوانح کے ضروری اجزا ہمارے ہاتھ میں ہیں، پیدائش کا واقعہ معلوم، جوانی میں ہجرت، شادی، اور نبوت کے واقعات معلوم ہوئے ہیں، پھر چند لڑائیوں کے بعد بوڑھاپے میں ۱۲۰ برس کی عمر میں ان سے ملاقات ہوتی ہے، ان واقعات کو جانے دیجئے، یہ تو شخصی حالات ہیں جو ہر شخص کی زندگی میں الگ الگ پیش آتے ہیں، انسان کو اپنی سوسائٹی کے عملی نمونہ کے لئے جن اجزا کی ضرورت ہے، وہ اخلاق وعادات اور زندگانی کے طور وطریق ہیں اور یہی اجزا حضرت موسیٰؑ کی پیغمبرانہ سوانحعمری سے گم ہیں، ورنہ عام جزئی حالات یعنی اشخاص کے نام ونسب، مقامات کے پتے، مردم شماریاں اور قانونی قال واقوال بہت کچھ تورات میں مذکور ہیں، مگر وہ معلومات خواہ جغرافیہ، کرانولوجی اور نسب ناموں، اور قانون دانی کیلئے کتنی ہی قدر ضروری ہوں، مگر عملی حیثیت سے بیکار ہیں، اور اجزاے سوانح کی کاملیت سے معرا ہیں،

اسلام سے سب سے قریب العہد پیغمبر حضرت عیسیٰؑ ہیں جن کے پیرو آج یورپین مردم شماری کے مطابق تمام دوسرے مذاہب کے پیرووں سے زیادہ ہیں، مگر یہ سنکر آپ کو حیرت ہوگی کہ اسی مذہب کے پیغمبر کی زندگی کے اجزا تمام دوسرے مشہور مذاہب کے بانیوں اور پیغمبروں کے سوانح سے سب سے زیادہ کم معلوم ہیں، آج عیسائی یورپ کے تاریخی ذوق کا یہ حال ہے، کہ بابل واسیریا، عرب وشام، مصر وافریقہ، ہندوستان وترکستان کے ہزارہا برس کے واقعات کو کتابوں اور کتبوں کو پڑھ کر اور کھنڈروں، پہاڑوں اور زمین کے طبقوں کو کھود کر منظر عام پر لارہے ہیں اور دنیا کی تاریخ کے گم شدہ اوراق از سرنو ترتیب دے رہے ہیں مگر ان کا مسیحائی معجزہ جس چیز کو زندہ نہیں کرسکتا، وہ خود حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے مدفون واقعات ہیں، پروفیسر رینان نے کیا کیا نہ کیا مگر حضرت عیسیٰؑ کے واقعات زندگی حاصل نہ کرسکے انجیل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی زندگی ۳۳ برس کی تھی، موجودہ انجیلیں نامعتبری کے باوجود صرف انکے آخری تین سالوں

کی زندگی پر مشتمل ہیں، ہم کو انکی تاریخی زندگی کے صرف یہ اجزا معلوم ہیں، وہ پیدا ہوئے اور پیدایش کے بعد مصر گئے، لڑکپن میں ایک دو معجزے دکھائے، اس کے بعد وہ غائب ہو جاتے ہیں، اور پھر یک بیک تیس برس کی عمر میں بپتسمہ دیتے اور پہاڑیوں اور دریاؤں کے کنارے ماہی گیروں کو وعظ کہتے نظر آتے ہیں، چند شاگرد پیدا ہوتے ہیں، یہودیوں سے چند مناظرے ہوتے ہیں، یہودی ان کو پکڑوا دیتے ہیں، رومی گورنر کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوتا ہے، اور سولی دیدی جاتی ہے، اور تیسرے دن ان کی قبر انکی لاش سے خالی نظر آتی ہے، تیس برس اور کم از کم پچیس برس کا زمانہ کہاں گذرا اور کیونکر گذرا، دنیا اس سے ناواقف ہے اور رہیگی، ان تین آخری برسوں کے واقعات میں بھی کیا ہے؟ چند معجزے اور چند مواعظ، اور آخر سولی!

جامعیت

حضرات! نمونہ کی سیرت بننے کے لئے تیسری ضروری شرط "جامعیت" ہے، جامعیت سے مقصود یہ ہے کہ مختلف طبقات انسانی کو اپنی ہدایت اور روشنی کے لئے جن نمونوں کی ضرورت ہوتی ہے یا ہر فرد انسان کو اپنے مختلف تعلقات اور روابط فرائض اور واجبات کو ادا کرنے کیلئے، مثالوں اور نمونوں کی حاجت ہوتی ہے، وہ سب اُس "آیڈیل زندگی" کے آئینہ میں موجود ہو اس نقطۂ نگاہ سے دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ سوائے خاتم الانبیاء علیہ السلام والصلوٰۃ کے کوئی دوسری سیرت بھی اس معیار پر پوری نہیں اترتی، مذہب کیا چیز ہے، وہ صرف خدا اور بندوں، اور باہم بندوں کے متعلق جو فرائض اور واجبات ہیں، ان کو تسلیم کرنا اور ادا کرنا، دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بجالانے کا نام ہے، اس لئے ہر مذہب کے پیرووں کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے پیغمبروں اور بانیوں کی سیرتوں میں ان حقوق، فرائض اور واجبات کی تفصیلات تلاش کریں، اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو اُس قالب میں ڈھالنے کی کوشش کریں، حقوق اللہ و حقوق عباد دونوں حیثیتوں سے جب آپ تفصیلات ڈھونڈھیں گے تو وہ پیغمبر اسلام کے سوا آپکو کہیں نہیں ملیں گی،

Marfat.com

مذاہب دو قسم کے ہیں ایک وہ جنہیں یا تو خدا تسلیم ہی نہیں کیا گیا ہے، جیسا کہ بودھ اور جین مذہب کے متعلق کہا جاتا ہے، اس لئے ان مذہبوں میں تو خدا اسکی ذات، صفات اور دیگر حقوق الٰہی کا پتہ ہی نہیں، تو اس کے بانیوں میں محبت الٰہی، خلوص، توحید پرستی، وغیرہ کی تلاش ہی بیکار ہے، دوسرے وہ مذاہب ہیں جنھوں نے خدا کو کسی نہ کسی رنگ میں تسلیم کیا ہے، ان مذہبوں کے پیغمبروں اور بانیوں کی زندگیوں میں بھی خدا طلبی کے جذبات مفقود ہیں، خدا کے متعلق ہم کو کیا اعتقادات رکھنے چاہئیں، اور ان کے کیا اعتقادات تھے، اور ان اعتقادات پر ان کو کس حد تک عملاً یقین تھا، اس کی تفصیل سے ان کی سیرتیں خالی ہیں، پوری تورات پڑھ جاؤ، خدا کی توحید اور اس کے احکام اور قربانی کے شرائط کے علاوہ تورات کی پانچ کتابوں میں کوئی ایسا فقرہ نہیں جسمیں یہ معلوم ہو کہ حضرت موسیٰؑ کے تعلقات قلبی، اور طاعت و عبادت اور خدا پر توکل و یقین خدا کے صفات کاملہ والٰہیہ کی جلوہ گری ان کے قلب اقدس میں کہاں تک تھی، حالانکہ اگر موسوی مذہب ہمیشہ کیلئے اور آخری مذہب کے طور پر آیا ہوتا تو اس کے پیرؤوں کا فرض تھا کہ وہ ان واقعات کو قید تحریر میں لاتے، مگر خدا کی مصلحت یہ نہ تھی، اس لئے ان کو اسکی توفیق نہ ملی،

حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کا آئینہ انجیل ہے، انجیل میں اس ایک مسئلہ کے علاوہ کہ خدا حضرت عیسیٰؑ کا باپ تھا ہم کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس دنیاوی زندگی میں اس مقدس باپ اور بیٹے میں کیا تعلقات اور روابط تھے، بیٹے کے اقرار سے یہ تو معلوم ہوتا ہے، کہ باپ کو بیٹے سے بڑی محبت تھی، مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بیٹے کو باپ سے کس درجہ محبت تھی، وہ کہاں تک اپنے باپ کی اطاعت اور فرماں برداری میں مصروف تھا، وہ اس کے آگے شب و روز میں کبھی جھکتا بھی تھا، "آج کی روٹی،، کے علاوہ کوئی اور چیز بھی اس نے کبھی مانگی، گرفتاری کی رات سے پہلے کوئی ایک رات بھی اس پر ایسی گذری جب وہ باپ کے حضور میں دعا مانگ رہا ہو، پھر ایسی سیرت سے ہم روحانی حیثیت سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اگر حضرت عیسیٰؑ کی سیرت میں خدا اور بندہ کے تعلقات واضح ہوتے تو ساڑھے تین سو برس کے بعد پہلے

عیسائی بادشاہ کو تین سو عیسائی علما کی مجلس نیس میں اسکے فیصلہ کے لئے فراہم کرنی نہ پڑتی اور وہ آج تک ایک ناقابل فہم راز نہ بنا رہتا،

اب حقوق عباد کی حیثیت سے لیجئے تو بھی حضرت خاتم النبیین صلعم کے سوا تمام دیگر انبیا علیہم السلام اور بانیان مذاہب کی سیرتیں اس سے خالی ہیں، بودھ نے اپنے تمام اہل وعیال اور خاندان کو چھوڑ کر جنگل کا راستہ لیا، اور پھر کبھی اپنی پیاری بیوی سے جس سے اُس کو محبت تھی اور اپنے اکلوتے بیٹے سے کوئی تعلق نہ رکھا، دوستوں کے جھرمٹ کو علیحدہ کر دیا، حکومت اور سلطنت کے بار گراں کو چھوڑ دیا اور نروان یا موت کے حصول کو انسانی زندگی کا آخری مقصد قرار دیا، ان حالات میں کیا کوئی انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس دنیا کے بسنے والوں کیلئے جنکو حکومت و رعیت، شاہ و گدا، آقا و نوکر، باپ بیٹے، بھائی بہن، اور دوست احباب بنتے ہیں، بودھ کی زندگی میں کوئی ایسی جامعیت ہے جو تارک الدنیا بھکشوؤں اور کاروباری انسانوں دونوں کیلئے قابل تقلید ہو، اسی لئے اسکی زندگی کبھی بھی بودھ کے ماننے والے کاروباریوں کے لئے قابل تقلید نہ بنی، ورنہ چین، جاپان، سیام، وانام، تبت، برما کی تمام سلطنتیں، تجارتیں، صناعیاں، اور دیگر کاروباری مشاغل فوراً بند ہو جائیں، اور بجائے آباد شہروں کے صرف سنسان جنگلوں کا وجود رہجائے

حضرت موسیٰؑ کی زندگی کا ایک ہی پہلو نہایت واضح ہے، اور وہ جنگ اور سپہ سالاری کا، ورنہ اس کے علاوہ ان کی سیرت کی پیروی کرنے والوں کیلئے دنیاوی حقوق، واجبات، فرائض اور ذمہ داریوں کا کوئی نمونہ موجود نہیں ہے، میاں بیوی، باپ بیٹے، بھائی بھائی، دوست و احباب کے متعلق ان کا کیا طرز عمل تھا، صلح کے فرائض میں ان کا کیا دستور ہوسکتا تھا، ہم کو اپنے مال و دولت کو کس طرح مفید کام میں لگانا چاہئے، بیمار کے ساتھ، یتیم کے ساتھ، مسافر کے ساتھ، غریبوں کے ساتھ ان کی کیا سیرت تھی اور ان کے ماننے والے ان امور میں انکی زندگی کی مثالوں سے کیونکر فائدہ اٹھائیں، حضرت موسیٰؑ بیوی رکھتے تھے، بچے رکھتے تھے، بھائی رکھتے تھے، دوسرے اعزہ اور متعلقین رکھتے تھے، اور یقیناً ہمارا اعتقاد ہے کہ

ان کا پیغمبرانہ طرزِ عمل ان کے ساتھ ہر حرف گیری سے پاک ہوگا، مگر ان کی موجودہ سیرت کی کتابوں میں ہم کو یہ ابواب نہیں ملتے جو ہمارے لئے قابل تقلید اور نمونہ ہوں،

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ماں تھیں، اور انجیل کے بیان میں ان کے بھائی بہن بھی تھے، بلکہ ماں بھی آپ تک بھی موجود تھا، مگر ان کی زندگی کے واقعات ان عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ ان کا تعلق عمل سلوک اور برتاؤ نہیں ظاہر کرتے، حالانکہ ہمیشہ دنیا انھیں سے آباد ہے، اور رہے گی، مذہب کا بڑا حصہ انھیں کی متعلقہ ذمہ داریوں کے ادا کرنے کا نام ہے حضرت عیسٰیؑ نے محکومی کی زندگی بسر کی، اس لئے ان کی سیرت تمام حاکمانہ فرائض کی مثالوں سے خالی ہے، وہ متاہل نہ تھے، اسلئے ان دو جوڑوں کے لئے جن کے درمیان تورات کے پہلے ہی باپ نے ماں باپ سے زیادہ مضبوط رشتہ قائم کیا ہے، حضرت عیسٰیؑ کی زندگی تقلید کا کوئی سامان نہیں رکھتی، اور چونکہ دنیا کی بیشتر آبادی متاہلانہ زندگی رکھتی ہے، اس لئے اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کے بیشتر حصہ آبادی کیلئے ان کی سیرت نمونہ نہیں بن سکتی جس نے گھر بار، اہل و عیال، مال و دولت، صلح و جنگ، دوست و دشمن کے تعلقات سے واسطہ ہی نہ رکھا ہو، وہ اس دنیا کیلئے جو انھیں تعلقات سے معمور ہے، کیونکر مثال ہو سکتی ہے، اگر آج یہ زندگی دنیا اختیار کرلے تو کل وہ سنسان قبرستان بن جائے، اور تمام ترقیاں فوراً رک جائیں، اور عیسائی یورپ تو شاید ایک منٹ کیلئے زندہ نہ رہے،

عملیت حاضرین! میری آج کی تقریر شاید ضرورت سے زیادہ طویل ہو گئی، لیکن اطمینان رکھئے کہ میں آئیڈیل لائف، کے سب سے آخری معیار تک پہونچ گیا ہوں، اور وہ **عملیت** ہے، عملیت سے یہ مقصود ہے کہ شارعِ دین اور بانیٔ مذہب جس تعلیم کو پیش کر رہا ہو، خود اس کا ذاتی عمل کہاں تک اس کی مثال اور نمونہ ہے، اور خود اس کے عمل نے اس کی اس تعلیم کو کہاں تک عملی یعنی قابلِ عمل ثابت کیا ہے،

حضرات! بہتر سے بہتر خوش کن فلسفہ، اور دلچسپ سے دلچسپ نظریہ، اور خوش آیند سے خوش آیند اقوال ہر شخص ہر وقت پیش کر سکتا ہے، لیکن جو چیز ہر شخص اور ہر وقت نہیں پیش

کر سکتا وہ عمل ہے، انسانی سیرت کے بہتر اور کامل ہونے کی دلیل اس کے نیک اور معصوم اقوال اور خیالات اور اخلاقی و فلسفیانہ نظریئے نہیں، بلکہ اس کے اعمال اور کارنامے ہیں، اگر یہ معیار قائم نہ کیا جائے تو اچھے اور برے کی تمیز اٹھ جائے، اور دنیا صرف بات بنانے والوں کی جگہ رہ جائے، اب مجھے پوچھنے دیجئے کہ لاکھوں شارعین اور ہزاروں بانیانِ مذاہب میں سے کون اپنی عملی سیرت کو اس ترازو پر تلوانے کے لئے آگے بڑھ سکتا ہے؟

"تو اپنے خداوند خدا کو اپنی ساری جان اور دل سے پیار کر، تو دشمن کو پیار کر، جو تیرے داہنے گال پر تھپیڑ مارے تو اس کے سامنے اپنا بایاں گال بھی پھیر دے، جو تجھکو ایک میل بیگار لے جائے تو اس کے ساتھ دو میل جا، جو تیرا کوٹ مانگے تو اس کو کرتا بھی دیدے، تو اپنے تمام مال و اسباب کو خدا کی راہ میں دیدے، تو اپنے بھائی کو ستر دفعہ معاف کر، آسمان کی بادشاہت میں دولتمند کا داخل ہونا مشکل ہے"

یہ اور اسی قسم کی بہت سی نصیحتیں نہایت دلخوش کن ہیں، مگر عمل سے اگر ان کی تصدیق نہ ہو تو وہ سیرت کا ٹکڑا نہیں، بلکہ وہ صرف ان کی معصومانہ شیریں زبانیوں کا مجموعہ ہے، جس نے اپنے دشمن پر قابو نہ پایا ہو، وہ عفو کی عملی مثال کیسے پیش کر سکتا ہے، جس کے پاس خود کچھ نہ ہو، وہ غریبوں اور مسکینوں اور یتیموں کی مدد کیونکر کر سکتا ہے، جو عزیز و اقارب، بیوی بچے نہ رکھتا ہو، وہ انھیں تعلقات سے آباد دنیا کے لئے مثال کیونکر بن سکتا ہے، جس نے بیماروں کی تیمارداری اور عیادت نہ کی ہو، وہ اس کا وعظ کیونکر کہہ سکتا ہے، جس کو خود دوسروں کے معاف کرنے کا موقع نہ ملا، اس کی زندگی ہم میں سے غضبناک اور غصہ ور لوگوں کیلئے نمونہ کیسے بنے گی،

غور فرمایئے! نیکیاں دو قسم کی ہوتی ہیں، ایک سلبی اور ایک ایجابی، مثلاً آپ پہاڑ کے ایک کھوہ میں جا کر عمر بھر بیٹھ گئے تو صرف یہ کہنا صحیح ہوگا، کہ بدیوں اور برائیوں سے آپ نے پرہیز کیا یعنی آپ نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جو آپ کے لئے قابلِ اعتراض ہو، مگر یہ تو سلبی تعریف ہوئی، ایجابی پہلو آپکا کیا ہے؟ کیا آپ نے

غریبوں کی مدد کی، محتاجوں کو کھانا کھلایا، کمزوروں کی مدد کی، ظالموں کے مقابلہ میں حق گوئی سے کام لیا، گرتوں کو سنبھالا، گمراہوں کو راستہ دکھایا، غرض عفو وکرم سخا، مہمان نوازی، حق گوئی، رحم، حق کی نصرت کے لئے جوش جدوجہد، مجاہدہ، ادائے فرائض، ذمہ داریوں کی بجاآوری، تمام وہ اخلاق جنکا تعلق عمل سے ہے، وہ صرف سلب فعل اور عدم عمل سے نیکیاں نہیں بن جائیں گی، غرض نیکیاں صرف سلبی ہی پہلو نہیں رکھتیں بلکہ زیادہ تر ایجابی اور عملی پہلو پر ان کا مدار ہے، اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے، کہ جس سیرت کا یہ عملی حصہ سامنے نہ ہو اس کو "آئیڈیل لائف"، اور قابل تقلید زندگی کا خطاب نہیں دیا جاسکتا، اس لئے کہ انسان اسکی کس چیز کی نقل کریگا، ؟ اور کس عمل سے سبق حاصل کریگا؟ ہم کو تو صلح وجنگ، بفقر ودولت، ازدواج وتجرد تعلقات خداوندی وتعلقات عباد، حاکمیت ومحکومیت، سکون وغضب، جلوت، وخلوت زندگی کے ہر ایک پہلو کے متعلق عملی مثال چاہئے، کیونکہ دنیا کا بیشتر بلکہ تمامتر حصہ انھیں مشکلات اور تعلقات میں الجھا ہے، اس لئے ان کو انھیں مشکلات کے حل کرنے اور انھیں تعلقات کو بوجہ احسن انجام دینے کیلئے ہم کو عملی مثالوں کی ضرورت ہے محض قولی ہدایات کی نہیں بلکہ یہ شاعری اور خطابت نہیں بلکہ تاریخی واقعہ ہے کہ اس معیار پر بھی سیرت محمدی کے سوا کوئی دوسری سیرت پوری نہیں اتر سکتی،

ہم نے آج جو کچھ کہا ہے، اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے، میں یہ کہنا اور دکھانا چاہتا ہوں کہ آئیڈیل لائف، اور نمونہ تقلید بننے کے لئے جو سیرت انسانی منتخب کی جائے ضرور ہے کہ اس کی سیرت کے موجودہ نقشہ میں یہ چار باتیں پائی جائیں، یعنی تاریخیت، جامعیت، کاملیت اور عملیت؛ میرا یہ مقصد نہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں ان کے عہد اور زمانہ میں ان خصوصیات سے خالی تھیں، بلکہ یہ مقصد ہے کہ انکی سیرتیں جو ان کے بعد عام انسانوں تک پہونچیں، یا آج بھی موجود ہیں، وہ ان خصوصیات سے خالی ہیں، اور یہ مصلحت الٰہی تھی، تاکہ اس سے ثابت ہوسکے کہ وہ محدود زمانہ اور متعین قوموں کے لئے تھے، اسی لئے ان کی سیرتوں کو دوسری قوموں اور

Marfat.com

آیندہ زمانہ تک محفوظ رکھنے کی ضرورت نہ تھی، اور یہ شرف خاص سیرت پاک محمد رسول اللہ صلعم کے لئے مخصوص فرمایا گیا ہے، کہ وہ تمام دنیا کی قوموں کے لئے اور قیامت تک کے لئے نمونۂ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے تھے، اس لئے آپ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل اور دائمی اور محفوظ بنا گیا اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے،

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ

صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

۳

تاریخیت

حضرات! آیئے اب ان چاروں معیاروں پر پیغمبر اسلام علیہ السلام کی سیرۃ مبارکہ پر نظر ڈالیں۔ سب سے پہلی چیز تاریخیت ہے، اس باب میں تمام دنیا متفق ہے، کہ اس حیثیت سے اسلام نے اپنے پیغمبر کی اور نہ صرف اپنے پیغمبر کی بلکہ ہر اس چیز کی اور اس شخص کی جس کا ادنیٰ تعلق بھی حضرت کی ذات مبارک سے تھا جس طرح حفاظت کی ہے، وہ اب بھی عالم کیلئے مایۂ حیرت ہے۔ ان لوگوں کو جو آنحضرت صلعم کے اقوال، افعال اور متعلقاتِ زندگی کی روایت و تحریر و تدوین کا فرض انجام دیتے تھے، ان کو راویانِ حدیث و روایت، یا محدثین اور ارباب سیر کہتے ہیں جنمیں صحابہ تابعین، تبع تابعین، اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک کے اشخاص داخل ہیں جب تمام سرمایہ روایت تحریری صورت میں آگیا تو ان تمام رُوات کے نام و نشان تاریخ زندگی اخلاق و عادات کو بھی قید تحریر میں لایا گیا، جنکی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے، اور ان سب کے مجموعۂ احوال کا نام اسماء الرجال ہے، مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر جو ۱۸۵۴ء اور اس کے بعد تک ہندوستان کے علمی و تعلیمی صیغہ سے متعلق تھے، اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے سکریٹری تھے، اور ان کے عہد میں خود انکی محنت سے واقدی کی مغازی وان کریمر کے اڈیٹر شپ میں ۱۸۵۶ء میں شایع ہوئی، اور صحابہ کرام کے حالات میں اصابہ فی احوال الصحابہ ابن حجر کی طبع ہوئی اور جنھوں نے جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے[ل] کہ وہ پہلے یوروپین شخص ہیں جنھوں نے خاص ابتدائی عربی ماخذوں سے)

ل On The origin and Progress of writing down Historical facts among Musalmans

Marfat.com

"لائف آف محمد" لکھی ہے[1]، اور مخالفانہ لکھی ہے، تاہم وہ اصابہ کے انگریزی مقدمہ مطبوعہ کلکتہ سنہ۱۸۵۳ء تا ۱۸۶۴ء میں لکھتے ہیں،

"کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری نہ آج موجود ہے، جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہو" (مقدمہ سیرۃ النبی)

صحابۂ کرام کی تعداد حیات نبوی کے اخیر سال حجۃ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ تھی، ان میں ۱۱ ہزار آدمی ایسے ہیں جنکا نام و نشان آج تحریری صورت میں تاریخ کے اوراق میں جو خاص انھیں کے حالات میں لکھے گئے ہیں، اس لئے موجود ہیں، کہ یہ وہ لوگ ہیں، جن میں سے ہر ایک نے کم و بیش آنحضرت صلعم کے اقوال و افعال و واقعات میں سے کچھ نہ کچھ حصہ دوسروں تک پہونچایا ہے یعنی جنھوں نے روایت کی خدمت انجام دی ہے، اور یہی سبب انکی تاریخی زندگی کا ہے،

سنہ۱۱ھ میں آنحضرت صلعم نے وفات پائی، اور تقریباً سنہ۶۰ھ تک اکابر صحابہ کے وجود کا سلسلہ رہا، سنہ۱۰۰ھ تک اصاغر صحابہ کی خاصی تعداد موجود تھی، اور صدی کے ختم ہوتے اس نور نبوت کا ہر چراغ گل ہو گیا، ہر شہر میں آخری وفات پانے والوں صحابیوں کے نام اور سالِ وفات یہ ہیں:-

	اسم گرامی	نام شہر	سال وفات
۱	ابو امامہ باہلی	شام	سنہ۸۶ھ
۲	عبد اللہ بن حارث بن جزر	مصر	سنہ۸۶ھ
۳	عبد اللہ بن ابی اوفیٰ	کوفہ	سنہ۸۸ھ
۴	سائب بن یزید	مدینہ	سنہ۹۱ھ

[1] سنہ۱۸۶۱ء میں لکھی اور الہ آباد سے شائع ہوئی،

Marfat.com

سال وفات	نام شہر	اسم گرامی
۹۳ھ	بصرہ	۵ انس بن مالک

حضرت انس بن مالک رضجنھوں نے اس فہرست میں سب سے آخر میں جگہ پائی ہے، وہ آنحضرت صلعم کے خادم خاص تھے، دس برس تک متصل آنحضرت صلعم کی خدمت میں رہے ہیں، اور وہ ۹۳ھ میں وفات پاتے ہیں، اور تابعین یعنی صحابہ کے تلامذہ کا دور ۱ھ کے آغاز سے اس طرح شروع ہوتا ہے کہ گو وہ پیدا ہو چکے تھے، مگر آنحضرتؐ کی زیارت سے محروم رہے، یا بہت بچے تھے، آنحضرت صلعم کا فیض نہ اٹھا سکے، چنانچہ عبدالرحمن بن حارث تابعی تقریباً ۳ھ میں قیس بن ابی حازم ۱ھ میں، سعید بن مسیب ۱۴ھ میں پیدا ہو چکے تھے، یہ دکھانے کیلئے کہ صحابہ کے بعد تابعین کے گروہ در گروہ کی جو دنیاے اسلام کے گوشہ گوشہ میں پھیلے تھے، اور رسول اللہ صلعم کے وقائع وحالات، اور احکام وقضایا کی تعلیم وتبلیغ اور اشاعت میں مصروف تھے ان کی مجموعی تعداد کیا ہوگی، میں صرف ایک مدینہ کے تابعین کی تعداد ابن سعد کے حوالے سے بتاتا ہوں طبقۂ اولیٰ یعنی ان تابعیوں کی تعداد جنھوں نے بڑے بڑے صحابہ کو دیکھا تھا، اور ان سے واقعات ومسائل سنے تھے، ۱۳۹ ہے، طبقۂ دوم یعنی وہ تابعی جنھوں نے مدینہ میں عام صحابیوں کو دیکھا، اور ان سے سنا ۱۲۹ ہیں، طبقۂ سوم کے وہ تابعین جنھوں نے متعدد یا کسی نے کسی صحابی کو دیکھا اور ان سے سنا، ۸۷ ہیں کل تعداد ۳۵۵ ہے، یہ تعداد صرف ایک شہر کی ہے، اسی پر مکۂ معظمہ، طائف، بصرہ، کوفہ، دمشق، یمن، مصر، وغیرہ کے ان تابعیوں کا اندازہ لگاؤ جو اپنے اپنے شہر میں صحابۂ کرام کے تلمذ کا شرف رکھتے تھے، اور جن کے روز وشب کا مشغلہ ہی آنحضرت صلعم کے قول وفعل کی اشاعت وتبلیغ تھی، اس اہتمام کو خیال کرو کہ ہر صحابی سے جو کچھ روائتیں ہیں ان میں سے ہر ایک کا شمار کر لیا گیا، اور وہ گن لی گئیں، اس سے اندازہ کرو کہ کیا کچھ اہتمام نہ آنحضرت صلعم کے حالات واقوال کی فراہمی میں کیا گیا، صحابۂ کرام میں سے جن اصحاب کی سب سے زیادہ روائتیں ہیں، وہ حسب ذیل ہیں،

۱	حضرت ابوہریرہؓ	۵۳۷۴	سنہ ۵۹ھ
۲	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۲۶۶۰	سنہ ۶۸ھ
۳	حضرت عائشہ صدیقہؓ	۲۲۱۰	سنہ ۵۸ھ
۴	حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۱۶۳۰	سنہ ۷۳ھ
۵	حضرت جابر بن عبداللہؓ	۱۵۶۰	سنہ ۷۸ھ
۶	حضرت انس بن مالکؓ	۱۲۸۶	سنہ ۹۳ھ
۷	حضرت ابوسعید خدریؓ	۱۱۷۰	سنہ ۷۴ھ

یہی وہ لوگ ہیں جنکی روایات آج سیرت نبوی کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں، ان کی وفات کی تاریخ پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا، کہ ان کے سالہائے وفات اس قدر متاخر ہیں کہ ان سے فیض اٹھانے اور انکی روایتوں کو حفظ اور تدوین کرنے والوں کی بے شمار تعداد ہوگی، انھیں باتوں کی واقفیت اور آگاہی کا نام اس زمانہ میں علم تھا، اور وہ دینی اور دنیاوی دونوں عزتوں کا ذریعہ تھیں، اس لئے ہزاروں صحابہ جو کچھ انھوں نے دیکھا تھا اور جانا تھا، آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق بلغوا عنی (ہم سے جو کچھ سنو اور دیکھو اس کی اشاعت کرو) یا فلیبلغ الشاھد الغائب (جو مجھے دیکھ رہے ہیں اور مجھ سے سن رہے ہیں وہ ان کو مطلع کر دیں جو اس سے محروم رہے ہیں) وہ سب اپنی اپنی اولادوں، عزیزوں، دوستوں، اور ملنے والوں کو سناتے اور بتاتے چلے جاتے، یہی انکی زندگی کا کام اور یہی ان کے روز و شب کا مشغلہ تھا، اس لئے صحابہ کے بعد فوراً ہی دوسری نوجوان پود ان معلومات کی حفاظت کے لئے کھڑی ہوگئی، ان میں سے ہر ایک واقعہ کو لفظ لفظ یاد کرنا پڑتا تھا، انھیں کو دہرانا پڑتا تھا، آنحضرت صلعم نے جہاں اپنے اقوال اور افعال کی اشاعت کی تاکید کی تھی وہاں یہ بھی تہدید کر دی تھی، کہ "جو کوئی میرے متعلق قصداً کوئی غلط یا جھوٹ بات منسوب کرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا"، اس اعلان کا یہ اثر تھا، کہ بڑے بڑے صحابہ روایت کرتے وقت

Marfat.com

تھر تھر کانپتے تھے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک دفعہ روایت کی اور آنحضرت صلعم کی کوئی بات نقل کی تو چہرے کا رنگ بدل گیا، تھرا گئے پھر کہا کہ حضور نے ایسا ہی فرمایا تھا، یا اسی کے قریب قریب فرمایا تھا،

عربوں کا حافظہ فطرۃً نہایت قوی تھا، سینکڑوں شعر کے قصیدے زبانی یاد رکھتے تھے، اس کے علاوہ فطرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جس قوت سے جس قدر کام لیا جائے اسی قدر زیادہ اس کو ترقی ہوتی ہے صحابہ اور تابعین نے قوتِ حفظ کو معراجِ کمال تک پہونچایا، وہ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک حدیث کو اس طرح زبانی سنکر یاد کرتے تھے، جیسے آج مسلمان قرآن مجید یاد کرتے ہیں، ایک ایک محدث کئی کئی ہزار اور کئی کئی لاکھ حدیثیں زبانی یاد کرتا تھا، اور یاد رکھتا تھا، اور گو بعد میں لوگ اپنی یادداشت کے لئے لکھ بھی لیتے تھے مگر جب تک وہ زبانی یاد نہ رکھتے نگاہوں میں انکی عزت نہیں ہوتی تھی، اور وہ خود اپنی تحریری یادداشتوں کو عیب کی طرح چھپاتے تھے، تاکہ لوگ ایسا نہ سمجھیں کہ انکو یہ چیزیں یاد نہیں ہیں،

دوستو! بعض اورنیٹلسٹ اسکالرس، اور بعض پڑھے لکھے مشنریوں نے جنہیں سب سے آگے سر ولیم میور اور گولڈزیہر ہیں، اس بنا پر کہ روایات نبوی کی تحریر و تدوین کا کام آنحضرت صلعم کی وفات کے ۹۰ برس بعد شروع ہوا ان کی صحت اور وثوق میں شک پیدا کرنا چاہا ہے، مگر ہم نے جس طرح اور بتفصیل آپکے سامنے پوری روداد رکھدی اور بتایا ہے، کہ صحابہ کس طرح واقعات کو حفظ رکھتے تھے، کس طرح احتیاط برتتے تھے، کس طرح آیندہ آنے والی نسلوں کو وہ امانت سپرد کرتے تھے، اس سے خود اندازہ ہوگا کہ گو وہ تحریری صورت میں بہت بعد آئے ہوں، تاہم انکی صحت اور وثوق میں کوئی کچھ شک نہیں کرسکتا، صحابہ نے اپنے معلومات کو تین اسباب سے قید تحریر میں لانا عموماً مناسب نہیں سمجھا،

۱۔ ابتداءً آنحضرت صلعم نے قرآن مجید کے علاوہ کسی اور چیز کو کتاب کی صورت میں رکھنے کی ممانعت کردی تھی، اور فرمایا تھا کہ قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ نہ لکھو، لا تکتبوا عنی غیر القرآن اور یہ اس لئے تھا کہ عام لوگوں میں قرآن اور غیر قرآن کا باہمی التباس نہ ہوجائے، چنانچہ جب قرآن مسلمانوں میں پوری طرح محفوظ ہونے

Marfat.com

لگا تو آخر میں کسی کسی کو اجازت دیدی اس پر بھی اکثر صحابہ احادیث و وقائع نبوی کو قید تحریر لانے سے اخیر دم تک احتیاط برتتے رہے،

۱۔ ان کو خیال تھا کہ وقائع کے تحریری صورت میں آجانے کے بعد لوگوں کا پھر اعتنا، توجہ، مشغولیت ان کے ساتھ باقی نہیں رہے گی، اور لوگ تحریری مجموعہ کے موجود رہنے کے باعث حفظ اور زبانی یاد رکھنے کی محنت سے جی چرائیں گے، اور یہی واقعہ ثابت ہوا، چنانچہ جیسے جیسے سفینوں کا علم بڑھتا گیا سینوں کا علم گھٹتا گیا،

انکو یہ بھی خیال تھا کہ ہر کس و ناکس کتاب کے مجموعہ کو ہاتھ میں لیکر عالم بننے کا دعوی کر بیٹھے گا، چنانچہ یہ بھی ہوا،

۳۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ ابھی تک عرب میں لوگ کسی واقعہ کو لکھکر اس کی مدد سے اپنے ذہن میں رکھنے کو معیوب سمجھتے تھے، اور اپنی کمزوری کا یہ اعلان جانتے تھے اس لئے اس کو چھپاتے تھے،

۴۔ محدثین کا خیال تھا کہ زبانی یادداشت تحریری یادداشت سے زیادہ محفوظ صورت ہے، کیونکہ تحریری یادداشت کی حفاظت غیروں سے ممکن نہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اسمیں کمی بیشی کر دے، مگر جو نقوش دلوں کی لوحوں پر کندہ ہو گئے، ان میں پھر تغیر و تبدل ممکن نہیں،

حضرات! آج اردو میں پہلی دفعہ آپکی مجلس میں، اور سب سے پہلے آپکی مجلس میں اس حقیقت کو آشکارا کرنا چاہتا ہوں کہ یہ قطعاً غلط ہے کہ سو برس یا نوے برس تک وقائع و اقوال نبوی کا دفتر صرف زبانی روایتوں تک محدود رہا، اس غلط فہمی کا اصلی سبب یہ ہے کہ احادیث و اخبار نبوی کی پہلی کتاب امام مالک کی موطا اور مغازی و سیرت میں ابن اسحاق کی کتاب المغازی سمجھی جاتی ہے، یہ دونوں بزرگوار ہمعصر تھے، اور ان کی وفات بہ ترتیب ۱۷۹ھ اور ۱۵۰ھ میں ہوئی، اس لئے ان اخبار و سیر کی سب سے پہلے تدوین کا زمانہ دوسری صدی ہجری کا اوائل سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اس سے بہت پہلے ترتیب و تدوین اخبار کا سراغ لگتا ہے، حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے ۱۰۱ھ میں وفات پائی، وہ خود بڑے عالم تھے، مدینہ کے امیر بھی رہ چکے تھے، ۹۹ھ میں وہ خلیفہ ہوئے انھوں نے اپنی

Marfat.com

خلافت کے زمانہ میں قاضیٔ مدینہ جو حدیث وخبر کے امام بھی تھے ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو فرمان بھیجا کہ آنحضرت صلعم کے سنن واخبار کی تحریر وتدوین کا کام شروع کردو کیونکہ مجھے رفتہ رفتہ علم کے فقدان کا خوف ہو رہا ہے، یہ واقعہ تعلیقات بخاری موطا اور مسند دارمی وغیرہ میں مذکور ہے، چنانچہ دفاتر میں وہ لکھ کر آئے، اور ان کی نقلیں تمام ممالک اسلامیہ کے مرکزی شہروں میں بھیجی گئیں، (مختصر جامع بیان العلم ابن عبد البر ص ۳۰ مصر) ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کا انتخاب اس کام کے لئے اس لئے ہوا کہ وہ خود امام تھے، مدینۃ العلم مدینہ منورہ میں قاضیٔ وقت تھے، لیکن اس کے علاوہ اس لئے بھی ہوا کہ حضرت عائشہؓ کی سب سے بڑی شاگرد تابعیہ عمرہ ان کی خالہ تھیں، اور ان کی روایتیں جو حضرت عائشہؓ سے تھیں انکا سرمایہ ان کے پاس پہلے سے جمع تھا، چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ان کو خاص انھیں عمرہ کی روایتوں کے متعلق بھی حکم دیا تھا،

عہد نبوی کا تحریری سرمایہ | آگے بڑھکر ہم دعوی کرتے ہیں کہ خود عہد نبوی ہی میں اخبار وسیر اور احکام وسنن کا تحریری سرمایہ جمع ہونا شروع ہو چکا تھا، فتح مکہ کے موقع پر آپ نے ایک موقع پر خطبہ دیا تھا صحیح بخاری میں ہے کہ ابو شاہ ایک یمنی صحابی کی درخواست پر آپنے یہ خطبہ لکھکر ان کے حوالہ کرنے کا حکم دیا (باب کتابۃ العلم) آنحضرت صلعم نے سلاطینِ عالم کے نام جو خطوط روانہ کئے وہ لکھے ہوئے تھے، دس پندرہ برس ہوئے کہ ایک خط پرانے عربی خط میں لکھا ہوا ملا جس میں بعینہٖ آنحضرت صلعم کے خط کی وہی عبارت ہے اور اسی طرح وتخط ہیں، جس طرح حدیثوں میں ان کا بیان آیا ہے، حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں، کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص کے سوا مجھ سے زیادہ کسی کو حدیث یاد نہیں، ان کے پاس حدیثوں کا سرمایہ مجھ سے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ لکھتے جاتے تھے، اور میں لکھتا نہ تھا، (بخاری باب کتابۃ العلم) ابو داؤد دار مسند ابن حنبل میں ہے کہ بعض لوگوں نے ان کو کہا کہ آنحضرت صلعم کبھی غصہ میں ہوتے ہیں کبھی خوش رہتے ہیں اور تم سب کچھ لکھ لیتے ہو، عبد اللہ بن عمرو نے اس بنا پر لکھنا چھوڑ دیا، اور آنحضرت صلعم سے یہ واقعہ بیان

Marfat.com

کیا، آپ نے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تم لکھ لیا کرو اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہے" (ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۷۷) عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے اس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا تھا، (ابن سعد ج ۲ قسم ۲ ص ۱۲۵) اور کہا کرتے تھے کہ مجھے اپنی زندگی کی آرزو صرف دو چیزوں نے پیدا کر دی ہے جنمیں سے ایک یہ صادقہ ہے، اور صادقہ وہ صحیفہ ہے جو میں نے رسول اللہ صلعم سے سنکر لکھا ہے، (دارمی ۶۹) مجاہد کہتے ہیں کہ ہم نے عبد اللہ بن عمرؓ صحابی کے پاس ایک کتاب رکھی دیکھی، دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ صادقہ ہے جس کو میں نے خود آنحضرت صلعم سے سنا جسمیں میرے اور آپکے درمیان کوئی دوسرا نہیں ہے" (ابن سعد ۲-۲-۱۲۵) صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے مدینہ آنے کے کچھ مدت بعد مسلمانوں کی مردم شماری کرائی اور ان کے نام لکھوائے تو ۱۵۰۰ ہوئے (باب الجہاد) زکوٰۃ کے احکام، مختلف چیزوں پر زکوٰۃ اور مختلف چیزوں پر زکوٰۃ کی مختلف شرحیں جو پورے دو صفحوں پر ہیں انکی پوری تشریح لکھکر آنحضرت صلعم نے امراء کو بھیجی تھی اور وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس، ابوبکر بن عمرو بن حزم کے خاندان میں اور متعدد اشخاص کے پاس موجود تھیں، (دار قطنی کتاب الزکوٰۃ ۲۰۹) محصلینِ زکوٰۃ کے پاس دیگر ہدایتیں بھی تحریری موجود تھیں، (دار قطنی ۲۰۴) حضرت علیؓ کے پاس ایک صحیفہ تھا جو ان کی تلوار کے نیام میں پڑا رہتا تھا اس میں متعدد حدیثیں متعلقہ احکام قلمبند تھیں اور انھوں نے اس کو لوگوں کی درخواست پر دکھایا (بخاری ۲ صفحہ ۱۰۸۴-۱۰۲۰) حدیبیہ میں جو صلحنامہ آنحضرت صلعم اور کفار قریش کے درمیان حضرت علیؓ نے لکھا تھا، اسکی ایک نقل قریش نے لی اور ایک آنحضرت صلعم نے اپنے پاس رکھی، (ابن سعد مغازی ص ۷۱) عمرو بن حزم کو جب رسول اللہ صلعم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک تحریر لکھکر حوالہ کی جسمیں فرائض، صدقات، دیات وغیرہ کے متعلق بہت سی ہدایتیں تھیں، (کنز العمال ۳ صفحہ ۱۸۶) عبد اللہ بن الحکیم کے پاس رسول اللہ صلعم کا نامہ پہونچا جسمیں مردہ جانور کے متعلق حکم درج تھا، (معجم صغیر طبرانی ص ۲۱۰) وائل بن حجر صحابی جب بارگاہ نبوی سے حضر موت اپنے وطن جانے لگے تو آنحضرت صلعم نے ان کو خاص طور پر ایک نامہ لکھوا کر دیا جس میں نماز، روزہ، ربوٰ، شراب،

Marfat.com

صدیگر احکام تھے، (طبرانی صغیر صـ۲۲۱) ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے مجمع سے پوچھا کہ کسی کو معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے شوہر کی دیت میں سے بیوی کو کیا دلایا؟ ضحاک بن سفیان نے کھڑے ہوکر کہا مجھے معلوم ہے، آنحضرت صلعم نے مجکو یہ لکھکر بھیجا (دار قطنی ۲۔ صـ۴۸۵)،

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنے عہد خلافت (۹۹ھ ۔ ۱۰۱ھ) میں آنحضرت صلعم کے فرمان متعلق صدقات کی تلاش کے لئے اہل مدینہ کے پاس قاصد بھیجا تو وہ آل عمرو بن حزم کے ہاں مل گیا (دار قطنی ۱۵۴) آپنے اہل یمن کو جو احکام لکھوا کر بھجوائے تھے، ان میں یہ مسئلے تھے قرآن صرف پاکی کی حالت میں چھوا جائے غلام خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جا سکتا، اور نکاح سے پہلے طلاق نہیں (دارمی ۲۹۳) حضرت معاذ نے آنحضرت صلعم سے لکھکر غالبًا یمن سے یہ دریافت کیا کہ کیا سبزیوں میں زکوۃ ہے! آپنے جواب دیا کہ سبزیوں پر زکوۃ نہیں، (دار قطنی ۵۴) مروان نے خطبہ میں بیان کیا کہ مکہ حرم ہے، رافع بن خدیج صحابی نے پکار کر کہا "اور مدینہ بھی حرم ہے، اور یہ بیان میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے، اگر تم چاہو تو میں اس کو پڑھکر سناؤں،، (ابن حنبل ۴ ص ۱۴۱) ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیر صحابی کو لکھا کہ آنحضرت صلعم جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ کے سوا اور کون سورہ پڑھتے تھے، انھوں نے جواب دیا کہ ہل اتاک (مسلم ۳۴۳) حضرت عمرؓ نے عتبہ بن فرقد کو خط لکھا کہ آنحضرت صلعم نے حریر سے منع فرمایا ہے (مسلم ۲۔ ۲۰۱)

حضرات! یہ وہ احکام ومسائل ہیں جو آنحضرت صلعم نے مختلف لوگوں کو لکھوا کر دیئے یا بھجوائے ہمارے پاس ایسے شواہد بھی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے، کہ بڑے بڑے صحابہ احکام وسنن کو کتابی صورت میں لائے یا لانا چاہا حضرت ابوبکرؓ نے ایک مجموعہ اپنے زمانہ خلافت میں مرتب کیا پھر اس کو پسند کیا اور مٹا دیا (تذکرۃ الحفاظ) حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ پر اپنے زمانہ خلافت میں غور کیا، اور بہت کچھ سوچتے رہے، مگر پھر ہمت نہ کی، ابھی آپ سن چکے ہیں، کہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے خود آنحضرت صلعم کی اجازت سے ایک نسخہ لکھا تھا جسمیں آپکے ملفوظات تھے مختلف لوگ اس کو دیکھنے آتے تھے، اور وہ اس کو دکھاتے

تھے، (ترمذی ۷۰۵) حضرت علیؓ کے فتاوی کا بڑا حصہ لکھا ہوا حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں لایا گیا، (مسلم مقدمہ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایتوں کے مختلف تحریری مجموعے تھے، اہل طائف میں کچھ لوگ ان کا ایک مجموعہ ان کو پڑھکر سنانے کے لئے لائے (کتاب العلل ترمذی ۷۴۹) سعید بن جبیر انکی روایتوں کو لکھا کرتے تھے (دارمی ۶۹) عبداللہ بن عمرو کا صحیفہ **صادقہ** ان کے پوتے عمرو بن شعیب کے پاس موجود تھا، (ترمذی ۶۱ و ۱۱۳) اور بیچارہ یہ اس لئے ضعیف سمجھے جاتے تھے کہ وہ اپنے دادا کی کتاب دیکھکر روایت کرتے ہیں خود حافظ نہیں ہیں (تہذیب ۸-۴۹) حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایتوں کا مجموعہ وہب تابعی نے تیار کیا تھا جو اسماعیل بن عبدالکریم کے پاس تھا اور اس لئے وہ ضعیف سمجھے جاتے تھے، (تہذیب ا ص ۳۱۶) حضرت جابرؓ کی روایتوں کا دوسرا مجموعہ سلیمان بن قیس لشکری نے تیار کیا تھا اور ابوالزبیر، ابوسفیان اور شعبی نے جو ائمۂ حدیث میں ہیں اور تابعی ہیں ان سبھوں نے حضرت جابرؓ کے صحیفہ کو ان سے سنا تھا، (تہذیب ج ۷ ص ۲۱۱) سمرہ بن جندب صحابی سے ان کے بیٹے سلیمان روایتوں کا ایک نسخہ روایت کرتے ہیں، اور ان سے ان کے بیٹے حبیبؒ (تہذیب ۴ ص ۱۹۸) حضرت ابوہریرہؓ جن سے زیادہ صحابہ میں کوئی حافظ حدیث نہ تھا، انکی روایتوں کا کچھ مجموعہ ہمام بن منبہ نے تیار کیا تھا جو **صحیفۂ** ہمام کے نام سے احادیث میں مشہور ہے، اور جسمیں سے امام ابن حنبل نے مسند جلد ۲ میں صفحہ ۳۱۲ سے صفحہ ۳۱۰ تک نقل کیا ہے، بشیر بن نہیک نے حضرت ابوہریرہؓ سے انکی روایتوں کا مجموعہ لکھا اور پھر اس کی روایت کی ان سے اجازت لی (کتاب العلل ترمذی ۷۴۹ دارمی ۶۸) حضرت ابوہریرہؓ ایک دفعہ ایک صاحب کو اپنے مستقر پر بلا کر لائے، اور دکھایا کہ یہ اوراق میرے مرویات ہیں، راوی کہتا ہے کہ وہ ان کے ہاتھ کے نہیں بلکہ کسی اور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، (فتح الباری جلد ا ص ۱۸۴، ۱۸۵)

حضرت انسؓ دوسرے صحابی ہیں جن سے بکثرت روایتیں ہیں، وہ خود اپنے بیٹوں کو کہا کرتے تھے کہ "میرے بچو علم کو تحریر کی قید و بند میں لاؤ" (دارمی ۶۸) ابان ان کے شاگرد ان کے سامنے بیٹھ کر انکی روایتیں

قید تحریر میں لایا کرتے تھے (دارمی ۶۸) سلمی ایک خاتون کہتی ہیں کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ
کو دیکھا کہ وہ ابو رافع آنحضرت صلعم کے غلام سے، آنحضرت صلعم کے کارنامے لکھا کرتے تھے (ابن سعد ۲ قسم ۲
ص ۱۲۳) **واقدی** سیرت نبوی کے ابتدائی مصنفین میں سے ایک بیان کرتا ہے کہ منذر بن ساوی رئیس عمان
کے نام آنحضرت صلعم نے یہ خط لکھا تھا، وہ ابن عباس کی کتابوں کیساتھ میں نے دیکھا (زاد المعاد ۲-۵۰)
غزوۂ بدر کا مفصل حال عروہ بن زبیر نے لکھکر خلیفہ عبد الملک کو بھیجا تھا، (طبری ۱۲۸۵)

عبد اللہ بن مسعودؓ آنحضرت صلعم کے خدام خاص میں تھے، اور ان کو آنحضرت صلعم کی بارگاہ میں، حاضری کا اذن عام تھا، ان کو شکایت تھی کہ لوگ میرے پاس آکر سن جاتے ہیں، اور پھر اس کو جاکے لکھ لیتے ہیں، اور میں قرآن کے سوا کسی اور چیز کے لکھنے کو حلال نہیں جانتا (دارمی ۶۷) سعید بن جبیر تابعی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور ابن عباس سے رات کو روایتیں سنتا تھا تو پالان پر لکھتا تھا، صبح کو پھر میں اس کو صاف کر لیتا تھا، (دارمی ۶۹) براء بن عازب صحابی کے پاس لوگ بیٹھکر انکی روایتوں کو لکھا کرتے تھے (دارمی ۶۹) نافع جو حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں ۳۰ برس رہے تھے، وہ اپنے سامنے لوگوں کو لکھوایا کرتے تھے (دارمی ۶۹) عبد اللہ بن مسعودؓ کے صاحبزادہ عبد الرحمان ایک کتاب نکال لائے اور قسم کھاکر کہا یہ خود حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، (جامع ۱۷)،
سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ہم لوگوں میں بعض باتوں میں اختلاف ہوتا تھا تو ان کو لکھتے تھے پھر حضرت ابن عمر کے پاس اس یادداشت کو چھپا کر لاتے تھے، اور ان سے پوچھتے تھے، اگر ان کا پتہ چل جاتا تو بس ہمارے ان کے درمیان فیصلہ ہی تھا، (جامع ۳۳) اسود تابعی کہتے ہیں کہ مجھکو اور علقمہ کو ایک صحیفہ مل گیا اس کو لے کر ان کے پاس آئے تو انھوں نے مٹا دیا (جامع ۳۳) حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی تھے، انکو بھی روایتوں کو تحریر میں لانے سے انکار تھا تو مروان نے یہ تدبیر کی کہ ان کو سامنے بٹھایا اور پردہ کے پیچھے کاتب مقرر کئے کہ وہ جو بولتے جائیں یہ لکھتے جائیں (جامع ۳۳) حضرت معاویہ نے

بھی اسی طرح ان کی ایک حدیث اسی طرح لکھوائی تھی، لیکن انھوں نے زبردستی لکھوا دی (امداد ص ۱۰۰)

حضرات! شاید آپ ٹھوس واقعات اور اشخاص کے نام سنتے سنتے گھبرا اٹھے ہوں، لیکن اطمینان رکھئے کہ اب ہم اس مقام پر پہونچ گئے ہیں جہاں سے صاف اور سیدھا راستہ نظر آرہا ہے، میں نے ان اقتباسات اور حوالوں میں یہ دکھایا کہ تحریری ہی سرمایہ اگر قابل وثوق دنیا میں ہو سکتا ہے، تو خود عہد نبوی میں اور صحابہ نے اپنے ہاتھوں سے اس کو جمع کیا، اور پچھلوں کے لئے یادگار چھوڑا اور جنکا پچھلوں نے اپنی کتابوں میں داخل کر لیا، اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ صحابہ ہی کی زندگی میں تابعین نے ان کے تمام روایات واقعات، حالات کو ایک ایک سے پوچھکر، ایک ایک کے دروازہ پر جا کر بوڑھے، جوان، عورت، مرد سے تحقیق کرکے ہمارے لئے خزانہ فراہم کر دیا، محمد بن شہاب زہری، ہشام بن عروہ، قیس بن ابی حازم عطاء بن ابی رباح، سعید بن جبیر، ابو الزناد، وغیرہ سینکڑوں تابعین ہیں جنھوں نے دیوانہ وار ایک ایک گوشہ سے دانہ دانہ جمع کیا اور ہمارے سامنے اس کا انبار لگا دیا، شہاب زہری جو حدیث وسیرت کے بڑے امام ہیں، انھوں نے آنحضرت صلعم کی ایک ایک چیز کو لکھا، ابو الزناد کہتے ہیں کہ ہم صرف حلال و حرام لکھتے رہتے تھے اور زہری جو کچھ سنتے تھے وہ سب لکھتے جاتے تھے، (جامع ۷۳) ابن کیسان کہتے ہیں کہ میں اور زہری طلب علم میں ساتھ تھے، ہم نے کہا کہ ہم سنن لکھیں گے، چنانچہ جو کچھ آنحضرت صلعم سے متعلق تھا سب لکھا، زہری نے کہا صحابہ سے جو کچھ متعلق ہے وہ بھی لکھیں کہ وہ بھی سنت ہے ہم نے کہا یہ سنت نہیں، چنانچہ ہم نے نہیں لکھا، انھوں نے لکھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامیاب ہوئے اور میں برباد ہو گیا (ابن سعد ۲ قسم ۲ ۱۳۵) ان امور کو قید تحریر میں لانے والے سینکڑوں تابعی تھے جنمیں سے ایک امام زہری ہیں، صرف انکی تحریروں کا انبار اتنا تھا کہ ولید بن یزید کے قتل کے بعد زہری کے یہ دفتر جانوروں پر بار کرکے خزانہ سے لائے گئے،

امام زہری ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴ھ میں وفات پائی وہ نسباً قریشی تھے، انھوں نے

جس محنت و کاوش اور تفحص سے آنحضرت صلعم کے حالات اور اقوال جمع کئے اس کا اندازہ مؤرخین کے اس بیان سے کرو کہ "وہ مدینہ منورہ کے ایک ایک انصاری کے گھر جاتے جوان، بڈھے، عورت، مرد جو مل جاتا یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے جا کر آنحضرت صلعم کے اقوال اور حالات پوچھتے اور قلمبند کرتے (تہذیب ترجمۂ زہری) اس زمانہ میں بکثرت صحابہ زندہ تھے، زہری کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے، اور یہ کل کے کل روز و شب آنحضرت صلعم کے اقوال، افعال اور احوال کی جمع و ترتیب تعلیم و تدریس اور نشر و اشاعت میں مشغول تھے، یہی انکی زندگی کا کام تھا، اس کے سوا دنیا کے ہر کام سے وہ کنارہ کش ہو گئے تھے،

غلط فہمی کا بڑا سبب یہ ہے کہ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیث و سیر کی تدوین و تحریر کا کام تابعین نے شروع کیا، اور تابعین ان کو کہتے ہیں جنھوں نے صحابہ کو دیکھا اور ان سے فیض پایا، اور صحابہ کا زمانہ سو برس تک تقریباً رہا تو گویا تابعین کا عہد سو برس کے بعد شروع ہوا، اور اس طرح گویا تدوین و تحریر کے سلسلہ کا سو برس کے بعد آغاز ہوا، حالانکہ یہ تمامتر غلط ہے، تابعین ان کو کہتے ہیں، جنھوں نے آنحضرت صلعم کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا، اور صحابہ کی زیارت کی اور ان سے مستفید ہوئے، عام اس سے کہ وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ہوں، مگر زیارت کا موقع نہ ملا، یا عہد نبوی کے آخر میں پیدا ہوئے اس لئے آپ سے مشرف نہ ہوئے، یا آپکی وفات ربیع الاول ۱۱ھ کے بعد پیدا ہوئے وہ سب تابعین میں داخل ہیں، اس طرح دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ تابعین کا عہد خود آپ کی زندگی ہی میں اور کم سے کم یہ کہ ۱۱ھ سے شروع ہو گیا، اس لئے ۱۱ھ سے جو کام شروع ہوا اس کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ تابعین نے اس کام کا آغاز کیا، تابعین کا کارنامہ ہونے کے لئے ایک ایک صحابی کے دنیا سے رخصت ہو جانے کی ضرورت نہیں اور نہ سو برس کا زمانہ گذارنے کی حاجت ہے وہ تو تابعیت کا آخری عہد ہے، جس کے بعد تابعیت کے شرف کا خاتمہ ہوتا ہے، کیونکہ صحابہ کے وجود کا خاتمہ ہو گیا جن کے دیدار

Marfat.com

کے شرف سے لوگ تابعی بنتے تھے،

الغرض اس تفصیل سے ثابت ہوگا کہ یہ کہنا کس وجہ درست ہے کہ مسلمانوں نے اخبار وسیر کی ترتیب کا کام سو برس کے بعد شروع ہوا، مسلمانوں نے اخبار وسیر اور احکام وسنن کی ترتیب و تدوین کے درحقیقت تین دور ہیں، اول یہ کہ ہر شخص نے حسب حیثیت ذاتی معلومات کو یکجا کیا، دوسرا دور یہ آیا کہ ہر شہر کے معلومات ایک جگہ فراہم کئے گئے، تیسرا دور آیا جب تمام دنیائے اسلام کے معلومات اکٹھا کئے گئے، اور ان کو موجودہ کتابوں کی صورت میں جمع کیا گیا، پہلا دور غالباً ۱۰۰ھ تک قائم رہا، دوسرا دور ۱۵۰ھ تک رہا اور تیسرا دور ۱۵۰ھ سے تیسری صدی کے کچھ دنوں بعد تک قائم رہا، پہلا دور صحابہ اور اکابر تابعین کا تھا، دوسرا دور تبع تابعین کا تھا، اور تیسرا دور امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام احمد بن حنبل وغیرہ کا تھا، پہلے دور کا تمام سرمایہ دوسرے دور کی کتابوں میں ہے اور دوسرے دور کی کتابوں کی تکمیل تیسرے دور کی کتابوں میں کھپادی گئی اور دوسرے اور تیسرے دور کی کتابوں کا سرمایہ آج ہزاروں اوراق میں ہمارے پاس موجود ہے، اور وہ دنیا کی تاریخ کا سب سے گراں بہا، معتبر تر، مستند تر ذخیرہ ہے، جس سے زیادہ مستند اور معتبر دنیا کی تاریخ کے خزانہ میں سب سے بڑا کوئی اور ذخیرہ نہیں،

حضرات! بقول علامہ شبلی نعمانی کے اس قسم کی زبانی روایتوں کے قلمبند کرنے کا موقع جب دوسری قوموں کو پیش آیا ہے یعنی کسی زمانہ کے حالات مدت کے بعد قلمبند کئے جاتے ہیں، تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بازاری افواہیں قلمبند کر لی جاتی ہیں جنکے راویوں کا نام و نشان تک معلوم نہیں ہوتا، ان افواہوں میں سے وہ واقعات انتخاب کرلئے جاتے ہیں جو قرائن اور قیاسات کے مطابق ہوتے ہیں، تھوڑے زمانہ کے بعد یہی خرافات ایک دلچسپ تاریخی کتاب بن جاتے ہیں، یورپ کی اکثر یورپین تصنیفات اسی اصول پر لکھی گئی ہیں،

لیکن مسلمانوں نے اس فن سیرت کا جو معیار قائم کیا، وہ اس سے بہت زیادہ بلند تھا، اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ

Marfat.com

تھا، اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام درمیانی راویوں کے نام بہ ترتیب بیان کئے جائیں
اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلہ روایت میں آئے کون لوگ تھے، کیسے تھے؟
ان کے مشاغل کیا تھے؟ ان کا چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی ذہن تھا
یا نکتہ رس؟ عالم تھے یا جاہل؟ ان جزئی باتوں کا پتہ لگانا سخت مشکل تھا، لیکن سینکڑوں ہزاروں محدثین
نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کر دیں، ایک ایک شہر میں گئے، راویوں سے ملے، ان کے متعلق ہر
قسم کے حالات دریافت کئے انہیں تحقیقات کے ذریعہ سے اسماء الرجال کا وہ عظیم الشان فن ایجاد کیا
جسکی بدولت کم از کم لاکھ شخصوں کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں،

یہ تو صرف روایت سے متعلق تھا، اصول تنقید، اور درایت یعنی عقلی حیثیت سے روایتوں
کے پرکھنے کے اصول وقواعد الگ ترتیب دیئے، اور بتایا کہ کیونکر اس حیثیت سے روایتوں کی تصحیح
یا تغلیط کی جا سکتی ہے، راویوں کی چھان بین اور تحقیق میں اس درجہ دیانتداری اور حق گوئی
سے کام لیا کہ وہ واقعات آج اسلام کے مفاخر میں ہیں، راویوں میں بڑے بڑے خلفاء اور امراء
بھی تھے جنکی تلواروں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، مگر محدثین نے نڈر ہو کر سب کی پردہ دری کی، اور
ان کا درجہ جو اس بارگاہ میں ہو سکتا تھا، ان کو دیا، امام وکیع بڑے محدث تھے، لیکن ان کے باپ
سرکاری خزانچی تھے اس بنا پر وہ خود ان سے جب روایت کرتے تو ان کی تائید میں کسی دوسرے
راوی کو ضرور ملا لیتے، یعنی تنہا اپنے باپ کی روایت کو تسلیم نہیں کرتے تھے، اس احتیاط اور حق پسندی
کی کوئی حد ہے؟ (تہذیب ۱۱ ص ۱۳۰) مسعودی ایک محدث ہیں ۱۵۴ھ میں ایک امام معاذ بن معاذ
نے ان کو دیکھا کہ ان کو اپنی تحریری یادداشت کو دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، تو ان کے حافظہ سے
بے اعتباری ظاہر کر دی (تہذیب ۶ ص ۲۱۱) یہی امام معاذ بن معاذ وہ بزرگ ہیں، کہ ان کو ایک
شخص نے دس ہزار دینار جسکی قیمت آج دس ہزار گنی سے زیادہ ہے، صرف اس معاوضہ میں

Marfat.com

پیش کرنے چاہئے کہ وہ ایک شخص کو نہ معتبر (عدل) کہیں اور نہ غیر معتبر کہیں یعنی اس کے متعلق خاموش رہیں، انھوں نے حقارت کیساتھ رد کردیا کہ میں کسی حق کو چھپا نہیں سکتا (تہذیب ج ص ۲۴۱

کیا تاریخ اس سے زیادہ احتیاط، اس سے زیادہ وثوق کی کوئی مثال پیش کرسکتی ہے؟

اس سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام کچا پکا، صحیح اور غلط، قوی اور ضعیف، قابل قبول اور ناقابل قبول روایتوں کا انبار آج بھی دنیا کے سامنے موجود ہے اور آج بھی انھیں اصول کے مطابق ہر ایک واقعہ کی پوری تنقید کی جاسکتی ہے، اور کھرے کھوٹے کو الگ کیا جاسکتا ہے،

حضرات! ان خشک تحقیقات میں میں نے آپکا بڑا وقت لیا، آنحضرت صلعم کی سیرت مبارک کا تاریخی پہلو بہت حد تک آپ کے سامنے آگیا ہوگا اب میں آپکو بتانا چاہتا ہوں، کہ آنحضرت صلعم کے حالات اور واقعات کا جو سرمایہ فراہم ہوا، ان کے کیا کیا ماخذ قرار پائے، اور ان کو کس کس طرح ترتیب دیا گیا، سیرت مبارکہ کا سب سے اہم، سب سے مستند تر، سب سے زیادہ صحیح تو وہ حصہ ہے جسکا ماخذ خود **قرآن پاک** ہے جس کی صحت اور معتبری میں دوست کیا دشمن بھی شک نہ کرسکے آنحضرت صلعم کی سیرت کے تمام ضروری اجزاء، قبل نبوت کی زندگی، یتیمی، غربت، تلاش حق، نبوت، وحی، اعلان و تبلیغ، معراج، مخالفین کی دشمنی، ہجرت، لڑائیاں، وقائع، اخلاق، سب موجود ہیں، اس سے زیادہ معتبر تاریخی سیرت دنیا کے پردہ پر کوئی موجود نہیں،

۲۔ دوسرا ماخذ **احادیث** ہیں جو ایک لاکھ کے قریب ہیں جنمیں صحیح الگ کمزور الگ جعلی الگ ہیں، صحاح ستہ کا سرمایہ ہے جسکا ایک ایک واقعہ تولا اور دکھا ہوا ہے، مسانید ہیں، جنمیں سب سے ضخیم امام ابن حنبل کی مسند ہے، جو چھ جلدوں میں ہے، اور ہر جلد کی ضخامت جو مصر کے بڑے باریک صفحہ کے ٹائپ میں پانچ پانچ سو صفحوں سے کم نہ ہوگی اس میں ایک ایک صحابی کی روایتیں الگ الگ ہیں، ان مجموعوں میں آنحضرت صلعم کے حالات اور تعلیمات سب کچھ ملے جلے ہیں،

Marfat.com

۳- تیسرا ماخذ **مغازی** ہیں یعنی وہ کتابیں جنہیں زیادہ تر صرف آنحضرت صلعم کے غزوات اور لڑائیوں کا حال اور ضمناً اور واقعات بھی موجود ہیں جنہیں مغازی عروہ بن زبیر، المتوفی سنہ ۹۴ھ مغازی زہری المتوفی سنہ ۱۲۴ھ، مغازی موسیٰ بن عقبہ، المتوفی سنہ ۱۴۱ھ، مغازی ابن اسحاق المتوفی سنہ ۱۵۱ھ، مغازی زیاد بکائی المتوفی سنہ ۱۸۳ھ، مغازی واقدی المتوفی سنہ ۲۰۷ھ وغیرہ قدیم ہیں،

۴- چوتھا ماخذ عام تاریخ کی کتابیں ہیں، جنکا پہلا حصہ خاص آنحضرت صلعم کے سوانح پر ہے، ان میں سب سے زیادہ معتبر اور مبسوط طبقات ابن سعد اور تاریخ الرسل والملوک امام ابوجعفر طبری، تاریخ صغیر وکبیر امام بخاری، تاریخ ابن حبان، تاریخ ابن ابی خیثمہ بغدادی المتوفی سنہ ۲۷۹ھ وغیرہ ہیں،

۵- آنحضرت صلعم کے معجزات اور روحانی کارناموں کا الگ دفتر ہے جنکو کتب دلائل کہتے ہیں، مثلاً دلائل النبوۃ ابن قتیبہ المتوفی سنہ ۲۷۶ھ، دلائل النبوۃ ابواسحاق حربی المتوفی سنہ ۲۵۵ھ، دلائل امام بیہقی المتوفی سنہ ۴۵۸ھ، دلائل ابونعیم اصفہانی المتوفی سنہ ۴۳۰ھ، دلائل مستغفری المتوفی سنہ ۴۳۲ھ، دلائل ابوالقاسم اسماعیل اصفہانی المتوفی سنہ ۵۳۵ھ، اور سب سے زیادہ مبسوط کتاب اس فن میں امام سیوطی کی خصائص کبریٰ ہے،

۶- پانچواں ماخذ کتب شمائل ہیں یعنی وہ کتابیں جو صرف آنحضرت صلعم کے اخلاق وعادات اور فضائل اور معمولات زندگی پر لکھی گئی ہیں جن میں سب سے پہلی اور سب سے مشہور کتاب امام ترمذی المتوفی سنہ ۲۷۹ھ کی کتاب الشمائل ہے، جسکی بڑے بڑے علما نے بیسیوں شرحیں لکھی ہیں، اور سب سے ضخیم اور بڑی کتاب اس فن کی کتاب الشفا فی حقوق المصطفیٰ قاضی عیاض کی اور اسکی شرح نسیم الریاض شہاب خفاجی کی ہے، اسی فن کی کتابیں شمائل النبی ابوالعباس مستغفری المتوفی سنہ ۴۳۲ھ، اور شمائل النور الساطع ابن المقری غرناطی المتوفی سنہ ۵۵۲ھ کی اور سفر السعادہ مجد الدین فیروزآبادی المتوفی سنہ ۸۱۶ھ کی ہیں،

۷۔ اس سے الگ وہ کتابیں ہیں جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات میں ہیں جنمیں ان شہروں کے عام حالات کے علاوہ آنحضرت صلعم کے مقامی حالات، ان مقامات کے نام و نشان جنکو آنحضرتؐ سے کوئی تعلق ہے، اس قسم کی کتابوں میں سب سے قدیم اخبار مکہ للازرقی المتوفی ۲۲۳ھ، اخبار مدینہ عمر بن شبیہ المتوفی ۲۶۲ھ، اخبار مکہ فاکہی، اخبار مدینہ ابن زبالہ وغیرہ ہیں،

حضرات! میں نے سیرت مبارکہ کے تاریخی سرمایہ کا جو نقشہ آپکے سامنے آج کے خطبہ میں پیش کیا ہے، اس سے موافق و مخالف ہر ایک کو اندازہ ہو سکتا ہے، کہ سیرت محمدی کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ صرف اس زبانی حفظ اور تحریری یادداشت ہی پر محدثین سلف اور خلفاے اسلام نے قناعت نہیں کی بلکہ اس فن کے بڑے بڑے اماموں کیلئے مغازی کی تعلیم کی غرض سے درسگاہوں اور مسجدوں میں حلقے قائم کئے گئے حضرت قتادہؓ انصاری صحابی تھے، ان کے پوتے عاصم بن عمر جو مغازی کے امام تھے اور جنھوں نے ۱۲۱ھ میں وفات پائی ہے، خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے حکم سے پایہ تخت دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھکر اس کا درس دیتے تھے (تہذیب) غرض آنحضرت صلعم کے عہد مبارک سے لیکر اس وقت تک ہر زمانہ میں، ہر ملک میں، ہر زبان میں آنحضرت صلعم کے عہد مبارک سے لیکر اس وقت تک ان کا اندازہ کئی ہزار سے زیادہ ہوگا، اردو کا تحریری ذخیرہ سو دو سو برس سے زیادہ کا نہیں اس میں بھی ٹھوس تصنیف کا عہد ۱۸۵۰ھ کے پس و پیش سے شروع ہوتا ہے، تاہم اس وقت تک کئی سو چھوٹی بڑی کتابیں لکھی جا چکی ہیں،

مسلمانوں کو چھوڑو کہ ان کا تو دین و ایمان ہی اس سرکار کی عقیدت و غلامی ہے، دشمنوں کے کیمپ میں آؤ، ہندوستان میں ہندؤں نے، سکھوں نے، عیسائیوں نے، برہمو سماجیوں نے آپ کی سیرتیں لکھی ہیں، یورپ جس کو سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ کے ساتھ عقیدت نہیں وہاں بھی مشنری کی خدمت کے لئے یا علمی ذوق، یا تاریخ عالم کی تکمیل کے لئے لائف آف محمد پر کتابیں لکھی گئیں، آج سے

Marfat.com

غالباً ۱۶-۱۷ برس پہلے دمشق کے ایک علمی رسالہ المقتبس میں شمار چھپا تھا کہ اس وقت تک یورپ کی مختلف زبانوں میں پیغمبر اسلام کے متعلق ۱۳سو کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اس کے بعد اس عہد کی اور کتابوں کو ملاؤ تو یہ شمار کہاں تک پہونچے گا، انگریزی زبان میں پروفیسر مارگیولیتھ (D. S. Margo liouth) جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی زبان کے پروفیسر ہیں، کی کتاب محمد جو سنہ ۱۹۰۵ء میں ہیروز آف دی نیشنس کے سلسلہ میں چھپی ہے اس سے زیادہ زہر کوئی کتاب سیرت نبوی پر انگریزی میں نہیں لکھی گئی جسمیں اس شخص نے ہر واقعہ کے متعلق انتہائی سند بہم پہونچا کر اس کو بگاڑ کر دکھانے کی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے، تاہم وہ اپنے مقدمہ میں اس حقیقت کے اعتراف سے باز نہ رہ سکا،

"محمد کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت ہے"

The biographers of The Prophet Moham-mad form a long series, it is impossible to end, but in which it would be Honourable to find a place.

جان ڈیون پورٹ صاحب جنھوں نے سنہ ۱۸۷۰ء میں انگریزی میں سب سے زیادہ ہمدردانہ کتاب "اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن" لکھی ہے اس کو وہ ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں:-

"اس میں کچھ شبہہ نہیں کہ تمام مقننں اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے وقائع عمری محمد کے وقائع عمری سے زیادہ مفصل اور سچے ہوں"

ریورنڈ باسورتھ اسمتھ (Basworth Smith) فیلو آف ٹرینٹی کالج آکسفورڈ نے سنہ ۱۸۷۴ء میں "محمد اینڈ محمڈنزم" کے نام سے رائل انسٹیٹیوشن آف گریٹ برٹین میں جو لکچر دیے تھے

Marfat.com

اور جو کتاب کی صورت میں چھپے ہیں،، اس میں ریورنڈ موصوف نے نہایت خوبی سے کہا ہے،

،، جو کچھ عام طور سے مذہب کی (ابتدا نامعلوم ہونے) کی نسبت صحیح ہے اور ہی

بد قسمتی سے ان تین مذہبوں اور ان کے بانیوں کی نسبت بھی صحیح ہے جنکو ہم کسی بہتر

نام موجود نہ ہونے کے سبب تاریخی کہتے ہیں، ہم مذہب کے اولین اور ابتدائی کارکنوں

کی نسبت بہت کم، اور انکی نسبت جنھوں نے انکی محنتوں میں بعد کو اپنی محنتیں ملائیں

شاید زیادہ جانتے ہیں، ہم زرتشت اور کیفیوشس کے متعلق اس سے کم جانتے ہیں، جو

سولن اور سقراط کے متعلق جانتے ہیں، موسیٰ اور بودھ کے متعلق اس سے کم واقف ہیں

جو ہم ایمبروس (Ambrose) اور سیزر کے متعلق جانتے ہیں، ہم در حقیقت

مسیح کی زندگی کے ٹکڑے ہیں سے ٹکڑا جانتے ہیں، ان تیس برسوں کی حقیقت سے کون

پردہ اٹھاسکتا ہے، جس نے تین سال کیلئے راستہ تیار کیا، جو کچھ ہم جانتے ہیں اسنے

دنیا کی ایک تہائی کو زندہ کیا ہے، اور شاید اور بہت زیادہ کرے ایک آئیڈیل لائف،،

جو بہت دور بھی ہے اور قریب بھی، ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی، لیکن کتنا حصہ ہے جو

ہم جانتے ہی نہیں، ہم مسیح کی ماں، مسیح کی خانگی زندگی، ان کے ابتدائی احباب

انکے ساتھ ان کے تعلقات، اون کے روحانی مشن کے تدریجی طلوع، یا

یک بیک ظہور کی نسبت ہم کیا جانتے ہیں؟ انکی نسبت کتنے سوالات ہم میں سے

ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں، جو ہمیشہ سوالات ہی رہیں گے،

لیکن اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے۔ یہاں دھندلاپن اور راز نہیں ہے، ہم

تاریخ رکھتے ہیں، ہم محمد کے متعلق اس قدر جانتے ہیں جس قدر لیوتھر اور ملٹن کے

متعلق جانتے ہیں، میتھالوجی، فرضی افسانے اور مافوق فطرت واقعات ابتدائی

Marfat.com

عرب مصنفین میں نہیں، یا اگر ہیں تو وہ آسانی سے تاریخی واقعات سے الگ کئے جاسکتے ہیں، کوئی شخص یہاں نہ خود کو دھوکا دے سکتا ہے اور نہ دوسرے کو دیسکتا ہے، یہاں پورے دن کی روشنی ہے، جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے، اور ہر ایک تک وہ پہونچ سکتی ہے۔ (ص ۱۴۴-۱۵ ۱۸۸۹ء)

آنحضرت صلعم کی سیرت کے بیان میں مسلمانوں نے ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھیں، اور لکھ رہے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کتاب دوسرے انبیا کی سیرت کے مقابلہ میں زیادہ صاف، زیادہ معتبر اور زیادہ تاریخی ہے سیرت و اخبار نبوی کی ابتدائی کتابیں، ہر مصنف سے اس کے سینکڑوں اور ہزاروں اشخاص نے سنکر اور پڑھکر، اور اس کا ہر ایک حرف مجھکو دوسروں تک پہونچایا، حدیث کی پہلی کتاب موطا کو اس کے مصنف امام مالک سے ۹۰۰ آدمیوں نے سنا جنہیں سلاطین زمانہ علما و فقہا، حکمار، ادبار، اور صوفیہ ہر طبقہ کے آدمی ہیں، امام بخاری کی تصنیف جامع صحیح کو صرف ان کے ایک شاگرد فریری سے ساٹھ ہزار آدمیوں نے سنا، اس احتیاط، اس استناد، اور اس اہتمام سے کس شارع یا بانیِ دین کی سیرت و اخبار کا مجموعہ مرتب ہوا،

اللھم صلی علیہ وسلم

Marfat.com

۴

کاملیت

دوستو! آج کی گفتگو کا موضوع، کاملیت ہے، کوئی زندگی خواہ کسی قدر تاریخی ہو، جب تک وہ کامل نہ ہو، ہمارے لئے نمونہ نہیں، کسی زندگی کا کامل ہونا اور ہر نقص سے بری ہونا اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک اس زندگی کے تمام اجزا، ہمارے سامنے نہ ہوں پیغمبرِ اسلام کی زندگی پیدائش سے لیکر وفات تک کا ہر لمحہ ان کے زمانہ کے لوگوں کے سامنے، اور انکی وفات کے بعد تاریخ عالم کے سامنے ہے، ان کی زندگی میں کوئی چند برس کا عرصہ بھی ایسا نہیں گذرتا جب وہ اپنے اہل وطن کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر آئندہ کی تیاری میں مصروف ہوں، غرض پیدائش، شیر خوارگی، بچپن، ہوش و تمیز، جوانی، تجارت، آمد و رفت، شادی، احباب قبل نبوت، قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدے میں شرکت، امین بنانا، خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا، رفتہ رفتہ تنہائی پسندی، غار حرا کی گوشہ نشینی، وحی، اسلام کا ظہور، دعوت تبلیغ، مخالفت، سفر طائف، معراج ہجرت، غزوات، حدیبیہ کی صلح، دعوت اسلام کے نامہ و پیام، اسلام کی اشاعت، تکمیل دین حجۃ الوداع، وفات، ان میں سے کون سا زمانہ ہے جو دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہیں اور آپکی کون سی حالت ہے جس سے اہل تاریخ ناواقف ہیں، سچ جھوٹ، صحیح غلط ہر چیز الگ الگ موجود ہے، اور ان کو ہر شخص جان سکتا ہے، کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ محدثین نے موضوع اور ضعیف روایتوں تک کو کیوں محفوظ رکھا ہے، لیکن اسمیں مصلحت الٰہی یہ تھی کہ معترضوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کی کمزوریوں کو چھپانے کے لئے بہت سی روایتوں کو غائب کر دیا جس طرح آج عیسائی لٹریچر پر اعتراض کیا جاتا ہے، اس لئے سارا مواد سب کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا ہے، اور ان دونوں کے درمیان تفرقے بتا دیئے گئے ہیں،

اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، شادی بیاہ، بال بچے، دوست احباب، نماز روزہ، دن رات کی عبادت، صلح وجنگ، آمد ورفت، سفر حضر، نہانا دھونا، کھانا پینا، ہنسنا رونا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، ہنسی مذاق بولنا چالنا، خلوت جلوت، ملنا جلنا، طور طریقہ، رنگ وبو، خط وخال، قد وقامت، یہاں تک کہ میاں بیوی کے خانگی تعلقات اور ہمخوابی وطہارت، ہر چیز پوری روشنی میں مذکور معلوم اور محفوظ ہے، میں یہاں پر آپ کو شمائل نبوی کی صرف ایک قدیم ترین کتاب شمائل ترمذی کے ابواب پڑھ کر سناتا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہوگا،

۱ آنحضرؐ صلعم کے حلیہ اور صورت وشکل کے بیان مین ،

۲	،	بالوں کے	،	۱۴	آنحضرت صلعم کے خود کے بیان مین
۳	،	کنگھی	،	۱۵	، عمامہ ،،
۴	،	پکے ہوے بالوں	،	۱۶	، پاجامہ ،،
۵	،،	خضاب	،	۱۷	، رفتار ،،
۶	،	سرمہ	،	۱۸	، منہ پر کپڑا ڈالنے ،،
۷	،	لباس	،	۱۹	، نشست ،،
۸	،	زندگی بسر کرنے	،	۲۰	، تکیہ وبستر ،،
۹	،	موزوں	،	۲۱	، تکیہ لگانے ،،
۱۰	،،	پاپوش	،،	۲۲	، کھانے ،،
۱۱	،	خاتم (انگوٹھی)	،،	۲۳	،، روٹی ،
۱۲	،	تلوار	،	۲۴	، گوشت وسالن ،،
۱۳	،	زرہ	،،	۲۵	،، وضو کرنے ،،

۲۶	آنحضرت صلعم کے کھانے کے پہلے اور پیچھے دعا پڑھنے کے بیان میں	۴۰	آنحضرت صلعم کے گھر میں نفل پڑھنے کے بیان میں
۲۷	" پیالہ "	۴۱	" روزہ کے "
۲۸	" میوہ "	۴۲	" قرآن پڑھنے "
۲۹	" کیا کیا پیتے تھے، "	۴۳	" گریہ و بکا "
۳۰	" کیسے پیتے تھے، "	۴۴	" بستر "
۳۱	" خوشبو لگانے "	۴۵	" تواضع "
۳۲	" باتیں کرتے، "	۴۶	" اخلاق "
۳۳	" شعر پڑھنے "	۴۷	" حجامت "
۳۴	" رات کے باتیں کرنے اور قصہ کہنے "	۴۸	" اسمائے گرامی "
۳۵	" سونے "	۴۹	" زندگی کی صورت حال "
۳۶	" عبادت "	۵۰	" سن و سال اور عمر "
۳۷	" خندہ و تبسم "	۵۱	" وفات "
۳۸	" مزاح "	۵۲	" میراث متروکہ "
۳۹	" چاشت کی نماز "		

آپ کے یہ تمام ذاتی حالات ہیں، ان میں سے ہر ایک عنوان کے متعلق کہیں متعدد کہیں کثرت واقعات ہیں، اور ان میں سے ہر پہلو صاف اور روشن ہے، آنحضرت صلعم کی زندگی کا کوئی لمحہ پردہ میں نہ تھا، اندر آپ بیویوں اور بال بچوں کے مجمع میں ہوتے تھے، باہر معتقدوں اور دوستوں کی محفل میں۔

دوستو! بڑا سے بڑا آدمی بھی اپنے گھر میں معمولی آدمی ہوتا ہے، اسی لئے والٹیر کے مشہور فقرہ کے مطابق کوئی شخص اپنے گھر کا ہیرو نہیں ہو سکتا No man is a hero to his valet

Marfat.com

باسورتھ اسمتھ کی راے میں کم از کم یہ اصول پیغمبر اسلام کے متعلق صحیح نہیں (۱۰۵) گبن نے لکھا ہے کہ تمام پیغمبروں میں سے کسی نے اپنے پیرووں کا اس قدر سخت امتحان نہیں لیا جس قدر محمدؐ نے انھوں نے دفعتاً اپنے کو سب سے پہلے ان لوگوں کے سامنے بحیثیت پیغمبر کے پیش کیا، جو ان کو بحیثیت انسان کے بہت اچھی طرح جانتے تھے، اپنی بیوی، اپنے غلام، اپنے بھائی اپنے سب سے واقف کار دوست کے سامنے، اور ان سب نے بلا پس و پیش آپ کے دعوی کی صداقت کو تسلیم کر لیا، بیوی سے بڑھکر انسان کی اندرونی کمزوریوں سے واقف کار کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، مگر کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ سب سے پہلے وہی آپ پر ایمان لائیں، وہ نبوت سے پہلے پندرہ برس تک آپکی رفاقت میں رہ چکی تھیں اور آپکے ہر حال اور ہر کیفیت کی نسبت ذاتی واقفیت رکھتی تھیں، بڑا سے بڑا انسان جو ایک بیوی کا شوہر ہو وہ بھی یہ ہمت نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی بیوی کو یہ اذن عام دیدے کہ تم میری حالت اور ہر خلق، اور ہر واقعہ کو بر ملا کہدو، اور جو کچھ چھپا ہو، وہ سب ظاہر کر دو، مگر ایک وقت میں آنحضرت صلعم کی نو بیویاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک کو یہ اذن عام تھا کہ خلوت میں مجھ میں جو کچھ دیکھو، وہ جلوت میں سب سے بر ملا بیان کر دو، اس اخلاقی وثوق اور ذاتی اعتماد کی مثال مل سکتی ہے؟

یہ تو آنحضرت صلعم کے ذاتی احوال کے متعلق تھا، آپکے اخلاق طاہرہ، اوصاف عالیہ، اور آداب فاضلہ کے بیان و تفصیل سے احادیث کی تمام کتابیں معمور ہیں، خصوصیت کے ساتھ قاضی عیاض اندلسی کی کتاب شفا اس پہلو سے بہترین کتاب ہے، ایک یورپین مستشرق نے فرانس میں مجھ سے کہا تھا کہ پیغمبر اسلام کے اصلی محاسن سے واقف کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ قاضی عیاض کی شفا کا کسی یورپین زبان میں ترجمہ کر دیا جائے، سیرۃ نبوی کی دوسری جلد میں ہم نے شمائل کے تحت میں یہ ابواب قائم کئے ہیں،

حلیۂ اقدس، مہر نبوت، موے مبارک، رفتار، گفتگو، خندہ و تبسم، لباس، انگوٹھی،

Marfat.com

خور ونوش، غذا اور طریقۂ طعام، معمولات طعام، خوش لباسی، مرغوب رنگ، نامرغوب رنگ، خوشبو کا استعمال، لطافت پسندی، سواری کا شوق،

معمولات کے ماتحت حسب ذیل عنوانات ہیں،

صبح سے شام تک معمولات، خواب، عبادت شبانہ، معمولات نماز، معمولات خطبہ، معمولات سفر، معمولات جہاد، معمولات عیادت وعزا، معمولات ملاقات، عام معمولات،

مجلس نبوی کے ماتحت عنوانات:۔

دربار نبوت، مجالس ارشاد، آداب مجلس، اوقات مجلس، عورتوں کیلئے مخصوص مجالس، طریقۂ ارشاد، مجالس میں شگفتگی، فیض صحبت، طرز بیان، خطبات کی نوعیت، خطبات نبوی کی تاثیر،

عبادات کے ماتحت عنوانات،

دعا اور نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، حج، ہمیشہ یاد الٰہی، خدا کا ذوق وشوق، میدان جنگ میں یاد الٰہی، خشیتہ الٰہی، گریہ وبکا، محبت الٰہی، خدا پر توکل، صبر وشکر،

اخلاق نبوی کی تفصیلی جزئیات:۔

اخلاق نبوی کا جامع بیان، استقامت عمل، حسن خلق، حسن معاملہ، عدل وانصاف، جود وسخا، ایثار، مہمان نوازی، گداگری سے نفرت، صدقہ سے پرہیز، تحفے قبول کرنا، کسی کا احسان نہ قبول کرنا، عدم تشدد، تقشف ناپسند تھا، عیب جوئی اور مداحی کی ناپسندیدگی، سادگی اور بے تکلفی، امارت پسندی اور دکھاوے سے پرہیز، مساوات، تواضع، بیجا تعظیم اور مدح کی ناپسندیدگی، شرم وحیا، اپنے ہاتھ سے کام کرنا، عزم واستقلال، شجاعت، راست گفتاری، ایفائے عہد، زہد وقناعت، عفو وحلم، دشمنوں سے عفو ودرگذر اور حسن سلوک، کفار اور مشرکین کے ساتھ برتاؤ، یہود ونصاریٰ کے ساتھ برتاؤ، غریبوں کے ساتھ محبت وشفقت، دشمنان جان سے عفو ودرگذر، دشمنوں کے حق میں دعائے خیر، بچوں پر شفقت، مستورات کے ساتھ برتاؤ،

حیوانات پر رحم، رحمت و محبت عام، رقیق القلبی، عیادت و تعزیت، لطف طبع، اولاد سے محبت، ازواج مطہرات کے ساتھ سلوک،

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں سب سے زیادہ آپ کے حالات کا استقصار کیا ہے چنانچہ صرف ذاتی حالات کی فہرست سنئے،

آپ کا طریقہ رسل و رسائل، آپ کے کھانے پینے کا طریقہ، آپ کے نکاح اور ازدواجی تعلقات کا طریقہ، خواب و بیداری کا طریقہ، سواری کا طریقہ، لونڈی اور غلام کو اپنی خدمت کے لئے قبول فرمانے کا طریقہ، آپ کے معاملات اور خرید و فروخت کا طریقہ، حوائج ضروری کے آداب، اصلاح اور خط بنوانے کا طریقہ، مونچھوں کے رکھنے اور ترشوانے میں آپکا طریقہ، آپ کا طرز کلام، آپ کی خاموشی، آپ کا خندہ فرمانا، آپ کا رونا، آپ کا طریقہ خطابت، طریقہ وضو، موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ، طریقہ تیمم، آپ کے نماز ادا کرنے کا طریقہ، آپ کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا طریقہ، آپ کے سجدہ کرنے کا طریقہ، قعدہ اخیرہ میں آپکی نشست کی کیفیت، آپ کے نماز میں بیٹھنے اور تشہد کے وقت انگلی اٹھانے کا طریقہ، آپ کا نماز میں سلام پھیرنے کا طریقہ، نماز میں آپ کا دعا فرمانا، آپ کے سجدہ سہو کرنے کا طریقہ، آپ کا نماز میں سترہ کھڑا کرنے کا طریقہ، سفر و حضر، مسجد اور گھر میں آپ کے سنن و نوافل پڑھنے کا طریقہ، تہجد یا فجر کی سنت کے بعد آپ کی استراحت کا طریقہ، آپ کے تہجد پڑھنے کا طریقہ، رات کی نماز اور وتر پڑھنے کا طریقہ، آپ کا وتر کے بعد بیٹھ کر نماز پڑھنے کا طریقہ، آپ کے قرآن پڑھنے کی کیفیت، آپ کے چاشت کی نماز کا طریقہ، آپ کے سجدۂ شکر بجالانے کا طریقہ، آپ کے سجدۂ قرآن ادا کرنے کا طریقہ، آپ کے جمعہ کے معمولات، آپ کے جمعہ کے دن کی عبادات کا طریقہ، آپ کے خطبہ دینے کا طریقہ، صلوۃ عیدین میں آپکا طریقہ، سورج گرہن کے وقت آپکے نماز پڑھنے کا طریقہ، استسقاء میں آپ کا طریقہ، آپکے سفر کا طریقہ، سفر میں آپ کے نفل پڑھنے کا طریقہ، آپکے دو نمازوں کو اکٹھی پڑھنے کا طریقہ، آپکے قرآن پڑھنے اور سننے کا طریقہ، بیماروں کی عیادت میں آپکا طریقہ،

جنازوں کے متعلق آپ کا طریقہ، جنازوں کے ساتھ آپ کے تیز قدم اٹھانے کا طریقہ، آپ کا میت پر کپڑا ڈالنے کا طریقہ، کسی میت کے آنے پر اس کے متعلق آپ کے سوال کرنے کا طریقہ، جنازہ کی نماز میں آپکا طریقہ، چھوٹے بچوں پر نمازِ جنازہ پڑھنے میں آپ کا معمول، خودکشی کرنے والے اور جہاد کے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے پر آپکا نماز نہ پڑھنا، جنازہ کے آگے آگے آپکے چلنے وغیرہ کا طریقہ، جنازہ غائب پر آپکے نماز پڑھنے کا طریقہ، جنازہ کے لئے آپکے کھڑے ہونے کا طریقہ، تعزیت اور زیارت قبور میں آپکا طریقہ صلوۃ خوف میں آپ کا طریقہ، زکوٰۃ و صدقات میں آپ کا طریقہ، روزہ میں آپکا طریقہ، آپ کا رمضان میں زیادہ عبادت کرنے کا طریقہ، چاند دیکھنے کے ساتھ ہی روزہ و افطار کے متعلق آپ کا طریقہ، چاند دیکھنے کی گواہی قبول کرنے میں آپکا طریقہ، سفر میں روزہ افطار کے متعلق آپکا طریقہ، عرفہ کے دن عرفہ کی وجہ سے افطار فرمانے اور جمعہ، شنبہ یکشنبہ میں آپکے روزہ رکھنے کا طریقہ، آپکے پے درپے روزہ رکھنے کا طریقہ، آپکے نفل روزہ رکھنے اور اس کے ٹوٹ جانے پر ادا کرنے کو واجب نہ سمجھنے کا طریقہ، روز جمعہ کو روزہ کے لئے مخصوص کر لینے پر آپ کا کراہیت فرمانا، آپکے اعتکاف کا طریقہ، حج و عمرہ میں آپ کا طریقہ، آپ کا ایک سال میں دو عمرہ ادا کرنے کا طریقہ، آپکے حجوں کی کیفیت، آپ کا حج میں اپنے دست مبارک سے قربانی فرمانے کا طریقہ، آپ کا حج میں سر منڈانے کا طریقہ، ایام حج میں آپکے خطبوں کا طریقہ، عید الاضحیٰ میں آپکے قربانی کرنے کا طریقہ، عقیقہ میں آپ کا طریقہ، نو مولود بچہ کے کان میں آپکے اذان دینے اور اسکا نام رکھنے اور اس کا ختنہ کرنے میں آپکے عادات، ناموں اور کنیتوں کے رکھنے میں آپکا طریقہ، بولنے میں احتیاط اور الفاظ کے انتخاب میں آپکا طریقہ، اذکار و وظائف میں آپکا طریقہ، گھر میں داخلہ کے وقت آپ کا طریقہ، بیت الخلاء میں جانے اور واپس آنے کے طریقے، آپکے کپڑا پہننے کا طریقہ، وضو کی دعا کے متعلق آپ کا طریقہ، اذان کے وقت الفاظ اذان کے دہرانے کے متعلق آپ کا طریقہ، رویت ہلال کے وقت آپکے دعا فرمانے کا طریقہ، کھانے کے پہلے اور اس کے بعد

Marfat.com

آپکے دعاؤں کے پڑھنے کا طریقہ، آداب طعام میں آپ کا طریقہ، آداب سلام میں آپ کا طریقہ، آپکا دوسروں کے گھر میں اجازت مانگ کر داخل ہونے کا طریقہ، آداب سفر میں آپکے طریقے اور سفر میں دعاؤں کے پڑھنے کا طریقہ، نکاح کی دعاؤں کے متعلق آپ کا طریقہ، بعض الفاظ کے استعمال کو مکروہ سمجھنے میں آپ کی عادت، غزوات اور جہاد میں آپ کا طریقہ، قیدیوں کے متعلق آپ کا معمول، قیدی جاسوس اور غلام کے متعلق آپ کا معمول، صلح کرنے، امان دینے، جزیہ مقرر کرنے اور اہل کتاب و منافقین کے ساتھ معاملات کرنے میں آپکا طریقہ، کفار و منافقین کے ساتھ علی الترتیب آپکے برتاؤ کرنے کا طریقہ، آپکا امراض قلب اور امراض بدن کے علاج کرنے کا طریقہ،

میں نے آپکے سامنے جزئی جزئی باتوں کی اجمالی فہرست پیش کی ہے، اس سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو محفوظ رکھا گیا ہے، تو بڑی بڑی اور اہم باتوں کی کیا کچھ تفصیل موجود نہ ہوگی، ایک انسان کی زندگی کے جسقدر پہلو ہو سکتے ہیں، وہ سب محفوظ اور مذکور ہیں،

حضرات! اب آپنے سمجھا ہوگا کہ کاملیت سے میرا کیا مقصود تھا، اور میرے دعویٰ (کہ اس معیار پر سیرۃ نبوی کے سوا انبیاء میں کسی کی سیرت محفوظ نہیں) کی صداقت آشکارا ہوگئی ہوگی، وقت کم ہے اور مضمون کی وسعت ابھی باقی ہے، لیکن چونکہ یہی لکچر دوں میں سب کچھ سمونا ہے اسلئے مختصراً یہ سن لیجئے کہ آپ خواہ خلوت میں ہوں، خواہ جلوت میں، مسجد میں ہوں، یا میدان جہاد میں، نماز شبانہ میں مصروف ہوں یا فوجوں کی درستی میں، وعظ و پند فرما رہے ہوں یا آرام میں ہوں، ہر وقت اور ہر شخص کو حکم تھا کہ جو کچھ میری حالت اور کیفیت ہو وہ سب منظر عام پر لایا جائے، ازواج مطہرات آپکے خلوتخانوں کے حالات سنانے اور بتانے میں مصروف رہیں، مسجد نبوی میں، ایک چبوترہ ان عقیدتمندوں کے لئے تھا جنکے رہنے کو گھر نہ تھے، وہ باری باری سے دن کو جنگل سے لکڑیاں کاٹکر

Marfat.com

لاتے اور اسی روزی حاصل کرتے اور سارا وقت آپکے ملفوظات کے سننے، آپکے حالات کے دیکھنے اور آپکی معیت میں گذارنے کے لئے صرف کرتے تھے، انکی تعداد ستر کے قریب تھی، انھیں میں حضرت ابوہریرہؓ ہیں، جن سے زیادہ کسی صحابی کی روایت نہیں، غرض یہ ستر ہستیاں جاسوس کی طرح شب و روز ذوق وشوق کے ساتھ آپکے حالات کی نگرانی اور دیکھ بھال اور لوگوں سے اس کے بیان کرنے میں مصروف رہتی تھیں، دن میں پانچ وقت مدینہ میں رہنے والی تمام آبادی ۱۰ برس تک متصل آپکی ایک ایک حرکت وسکون اور ایک ایک جنبش کو دیکھتی رہی، غزوات اور لڑائیوں کے موقع پر ہزارہا صحابہ کو شب و روز آپ کے دیکھنے اور آپکے حالات مبارکہ کے مشاہدہ کا موقع ملتا تھا، غزوۂ فتح میں ۱۰ ہزار، اور تبوک میں ۳۰ ہزار، اور حجۃ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ صحابہ کو آپکے دیکھنے سننے کے موقعے ملتے رہے، اور خلوت صفہ اور مسجد اور میدان جنگ تک ہر ایک کو جو کچھ اس نے دیکھا ہو اس کی عام اشاعت کی نہ صرف اجازت، بلکہ حکم اور تاکید تھی، اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپکی زندگی کا کون سا پہلو ہوگا، جو زیر پردہ رہا ہوگا، اور اس پر ایک شخص بھی آپ پر خردہ گیری نہ کرسکا، آج بھی دشمن، مسئلہ جہاد اور تعدد ازدواج کے سوا پوری دیکھ بھال چھان بین، تلاش اور جستجو کے بعد بھی آپ پر کوئی حرف گیری نہ کرسکے، توکیا ایسی زندگی کو معصوم اور بے گناہ کہنا زیبا ہے، یا ان زندگیوں کو جنکا بڑا حصہ ہماری نگاہوں سے اوجھل اور پوشیدہ ہے،

پھر ایک حیثیت سے اور غور فرمایئے، آنحضرت صلعم صرف اپنے معتقدوں ہی کے جھنڈ میں نہیں رہے بلکہ مکہ میں قریش کے مجمع میں رہے، نبوت سے پہلے ۴۰ برس زندگی ان کے ساتھ گذاری، اور پھر تاجرانہ زندگی لین دین کی زندگی، معاملہ اور کاروبار کی زندگی جسمیں قدم قدم پر بدمعاملگی، بدنیتی، خلاف وعدگی اور خیانت کاری کے عمیق غار ہیں، مگر آپ اس طرح اس پر سے گذر گئے کہ آپ کو امین کا خطاب ان سے حاصل ہوا، نبوت کے بعد بھی لوگوں کو آپ پر یہ اعتماد تھا کہ اپنی امانتیں آپ ہی کے پاس رکھواتے تھے

چنانچہ ہجرت کے موقع پر حضرت علیؓ کو اسی لئے مکہ میں چھوڑا تاکہ آپ کے بعد وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر سکیں،
آپ کے دعوائے نبوت پر تمام قریش نے برہمی ظاہر کی، مقاطعہ کیا، دشمنیاں ظاہر کیں، گالیاں دیں،
راستے روکے، نجاستیں ڈالیں، پتھر پھینکے، قتل کی سازشیں کیں، آپ کو ساحر کہا، شاعر کہا، مجنون کہا،
مگر کسی نے یہ جرأت نہ کی کہ آپ کے اخلاق اور اعمال کے متعلق ایک بھی حرف گیری کر سکے، حالانکہ نبوت اور
پیغمبری کے دعوی ہی کے یہ معنی ہیں کہ وہ بے گناہی اور معصومیت کا دعوی کر رہا ہے، اور اس دعوی
کی شکست کے لئے آپ کے اخلاق و اعمال کے متعلق چند مخالفانہ شہادتیں بھی کافی تھیں، تاہم اس دعوی کے
توڑنے کے لئے انھوں نے اپنی دولت لٹائی، اپنی اولاد کو قربان کیا، اپنی جانیں دیں، لیکن یہ ممکن نہ ہوا
کہ وہ آپ کی ذات پر معمولی خردہ گیری بھی کر سکیں، کیا اس سے نہیں ثابت ہوتا کہ جو آپ دوستوں
کی نظر میں تھے، وہی دشمنوں کی نگاہ میں بھی تھے، اور کوئی چیز زیر پردہ اور نامعلوم نہ تھی،

ایک روز قریش کے بڑے بڑے رؤسا جلسہ جمائے بیٹھے تھے، اور آپ کا ذکر ہو رہا تھا،
نضر بن حارث نے جو قریش میں سب سے زیادہ جہاندیدہ تھا، کہا "اے قریش! تم پر جو مصیبت آئی ہے،
تم اس کی کوئی تدبیر نہ نکال سکے، محمدؐ تمھارے سامنے بچہ سے جوان ہوا، وہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، سچا
اور امانت دار تھا، اور اب جب اس کے بالوں میں سپیدی آچلی اور تمھارے سامنے یہ باتیں پیش
کیں تو کہتے ہو، کہ وہ ساحر ہے، کاہن ہے، شاعر ہے، مجنون ہے، خدا کی قسم میں نے اس کی باتیں
سنی ہیں، محمدؐ میں یہ کوئی بات نہیں" (ابن ہشام)

آپ کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل کہا کرتا تھا "محمدؐ! میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا، البتہ تم جو
کچھ کہتے اور سمجھاتے ہو اس کو صحیح نہیں سمجھتا، چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت اسی موقع پر نازل
ہوئی ہے (ترمذی تفسیر انعام)

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ — اے پیغمبر! ہم جانتے ہیں کہ ان کافروں کی باتیں تم کو

لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ (انعام) — غمگین کرتی ہیں، کیونکہ وہ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں،

جب آنحضرت صلعم کو پیش گاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ اپنے خاندان کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دو، تو آپ نے ایک پہاڑ پر چڑھکر پکارا یا معشر قریش! جب سب لوگ جمع ہوگئے تو فرمایا اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آرہا ہے تو تم کو یقین آئیگا، سب نے کہا ہاں! کیونکہ ہم نے تم کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، (بخاری تفسیر سورہ تبت)

قیصر روم کے دربار میں قاصد نبوی پہونچا ہے، کفار قریش میں آنحضرت صلعم کے سب سے بڑے حریف اور مقابل ابوسفیان جو چھ برس متواتر آپکے مقابلہ میں فوجوں کے پرے جماتے رہے، وہ آنحضرت صلعم کی تصدیق حال اور تفتیش کے لئے بلائے جاتے ہیں، موقع کی نزاکت پر غور کرو ایک دشمن کی ایسے دشمن کے حق میں شہادت ہے جسکو وہ دل سے مٹا دینا چاہتا ہے، ایک ایسے باسروسامان بادشاہ کے دربار میں شہادت ہے کہ اگر اس کو راضی کرلیا جائے تو دم کے دم میں اسکی فوجیں مدینہ کی سمت بڑھ سکتی تھیں، تاہم اس سوال وجواب کو سنئے،

قیصر، مدعیِ نبوت کا خاندان کیسا ہے؟	ابوسفیان، شریف ہے،
” اس خاندان میں کسی اور نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا،	” نہیں،
” اس خاندان میں کوئی بادشاہ گذرا ہے،	” نہیں،
” جنلوگوں نے اسکے مذہب کو قبول کیا ہے وہ کمزور ہیں، یا صاحب اثر،	” کمزور لوگ ہیں،
” اسکے پیرو بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں،	” بڑھتے جاتے ہیں،
” کبھی تمکو لوگوں کو اسکی نسبت جھوٹ کا بھی تجربہ ہے	” نہیں،

Marfat.com

قیصر وہ کبھی اپنے عہد و اقرار سے بھی پھرا ہے، ابو سفیان، ابھی تک تو نہیں، مگر آئندہ دیکھیں

" وہ کیا سکھاتا ہے " کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت

" کرو نماز پڑھو، پاکدامنی اختیار کرو، سچ بولو

" اہل قرابت کا حق ادا کرو،

کیا اس سے زیادہ نازک موقع کی شہادت سوائے سیرت محمدی کے اور کہیں دستیاب ہو سکتی ہے، اس سے زیادہ آپکی کاملیت کی دلیل کیا ہو سکتی ہے،

ایک نکتہ کی طرف اور آپکی توجہ کو ملتفت کرنا ہے، آنحضرت صلعم پر جو لوگ ابتداءً ایمان لائے وہ دریا کنارے کے ماہی گیر نہ تھے، وہ مصر کی محکوم غلام قوم نہ تھی، ایک آزاد قوم کے افراد تھے جنہوں نے ابتدائے آفرینش سے آج تک کبھی کسی کی اطاعت نہیں کی تھی، وہ لوگ تھے جنکے تجارتی کاروبار ایران، شام، مصر اور ایشیائے کوچک تک پھیلے تھے، ان میں وہ لوگ تھے جنکی دقیقہ سنجی، نکتہ رسی اور عقل و ذہانت کے ثبوت مسائل اور احکام کی صورت میں آج بھی موجود ہیں، ان میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے بڑی بڑی فوجوں کا فاتحانہ مقابلہ کیا، اور دنیا کے مشہور سپہ سالاروں میں داخل ہیں، ان میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے ملکوں پر فرماں روائیاں کیں اور حکومت کے نظم و نسق کی بہترین قابلیت کا اظہار کیا، کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی یہ تصور کر سکتا ہے کہ ایسے پُرزور قوی بازو اور دانایانِ روزگار سے آنحضرت صلعم کا کوئی حال چھپا رہ سکتا تھا، حالانکہ یہی لوگ تھے جو آپ کی ایک ایک جنبش کی نقل کرتے تھے اور آپکے ایک ایک نقش قدم کو دیکھکر چلنا سعادت سمجھتے تھے، یہ آپ کی کاملیت کی مستحکم دلیل ہے،

آنحضرت صلعم نے اپنے حالات و واقعات پر کبھی کوئی پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی آپ جس طرح تھے اسی طرح سب کو معلوم تھے، اور اسی طرح اب تک ہیں، حضرت عائشہؓ آپکی زوجۂ محترمہ

Marfat.com

جو نو برس آپکے ساتھ رہیں فرماتی ہیں "کہ جو تم سے یہ بیان کرے کہ محمدؐ نے خدا کے احکام میں سے کچھ چھپا لیا" اور مخلوق پر ظاہر نہیں کیا، تو اس کو سچ نہ جانیو کہ خدا فرماتا ہے، (صحیح بخاری تفسیر آیت ذیل)

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِن	اے پیغمبر! خدا کی طرف سے تجھ پر جو کچھ اترا وہ لوگوں
رَّبِّكَ وَاِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ	تک پہونچا دے، اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اسکی
" " " " "	پیغمبری کا حق ادا نہ کیا،

دنیا میں کوئی شخص نہیں چاہتا کہ اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ کمزوری کا بھی بے خطر برملا اعلان کرے، خصوصاً وہ لوگ جو ایک جماعت کی رہبری اور رہنمائی اور وہ بھی روحانی و اخلاقی ہادی بنا ہو، لیکن دیکھو، کہ قرآن مجید میں متعدد آیتیں ایسی ہیں جنمیں آنحضرت صلعم کو انکی ظاہری لغزشوں پر تنبیہ کی گئی ہے، لیکن ان میں سے ہر آیت آپنے پڑھکر سنائی، لوگوں نے یاد کی، ہر محراب و مسجد میں پڑھی گئی، اور اب تک جہاں محمد صلعم کا نام ہے وہ آیتیں ان کے ماننے والوں کی زبانوں پر ہیں، حالانکہ اگر ان معمولی فروگذاشتوں کا قرآن پاک میں ذکر نہ ہوتا تو آج دنیا کو ان کا علم بھی نہ ہوتا مگر ایک پاک زندگی کی ہر چیز روشن ہوتی تھی، اور رہ وہ کی گئی،

آنحضرت صلعم کا اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جہلاے عرب کے نزدیک قابل اعتراض تھا، اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں بتصریح مذکور ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر حضور صلعم خدا کی کسی وحی کو چھپا سکتے تو اس آیت کو ضرور چھپا دیتے (جسمیں اس نکاح کا تذکرہ ہے) (مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۲۴۳) تاکہ جاہلوں کو اعتراض کا موقع نہ ملے، مگر آنحضرت صلعم نے ایسا نہیں کیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی زندگی کا کوئی پہلو تاریک نہیں رہا ہے،

باسورتھ اسمتھ صاحب کی یہ شہادت پیش کرنے کے لایق ہے،

"یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک

تک وہ پہونچ سکتی ہے، شخصیت کی تاریک گہرائیاں درحقیقت ہیں اور ہماری پہونچ
کے خطوط باہر وہ ہمیشہ رہیں گی، لیکن ہم محمد کی بیرونی تاریخ کی ہر چیز جانتے ہیں
انکی جوانی، ان کا ظہور، ان کے تعلقات، ان کے عادات، ان کا پہلا تخیل، اور
تدریجی ترقی، ان کی عظیم الشان وحی کا نوبت نوبت آنا، اور ان کی اندرونی تاریخ
کے لئے اس کے بعد کہ ان کے مشن کا اعلان کیا جا چکا ہم ایک کتاب (قرآن)
رکھتے ہیں جو اپنی اصلیت میں اپنے محفوظ رہنے میں، اپنے مضامین کی بے ترتیبی
میں بالکل یکتا ہے لیکن اسکی جوہری صداقت میں کوئی شخص کبھی سنجیدہ شک نہ
کرسکا، اگر کوئی کتاب ہم ایسی رکھتے ہیں جو اپنے زمانہ کے ماسٹر اسپرٹ کا آئینہ
ہو تو یہ کتاب ہے عموماً تصنع اور بناوٹ سے پاک، غیر مترتب، متضاد، تھکا دینے والی
لیکن چند عظیم الشان خیالات سے معمور، ایک دماغ جو اس روحانیت سے لبریز
جو اس کے اندر بند ہے، خدا کے نشہ میں مست و سرشار: لیکن انسانی کمزوریوں
کے ساتھ جن سے پاک ہونے کا کبھی انھوں نے دعوی نہیں کیا، اور یہ محمدؐ کی
آخری عظمت ہے، کہ انھوں نے ان سے پاک ہونے کا دعوی نہیں کیا۔ (ص ۱۵)
گبن کے الفاظ میں کسی ابتدائی پیغمبر نے کبھی کوئی ایسا صداقت کا سخت امتحان
پاس نہیں کیا، جیسا کہ محمدؐ نے، جب کہ اس نے پہلے پہل اپنے کو بحیثیت پیغمبر کے
ان لوگوں کے سامنے پیش کیا، جو اس کی کمزوریوں سے بحیثیت ایک انسان
ہونے کے واقف تھے، وہ لوگ جو اس سے سب سے زیادہ واقف تھے، ان کی بیوی
انکا حبشی غلام، ان کا چچازاد بھائی، ان کا سب سے پرانا دوست جس نے جیسا کہ
محمدؐ نے خود کہا ہے، کہ اس کے پیرووں میں وہی ایک ہے، جس نے نہ پشت پھیری

Marfat.com

اور نہ گھبرایا، یہی لوگ اس کے سب سے پہلے معتقد ہوئے پیغمبروں کی عام قسمت محمدؐ کے حق میں بالکل الٹ گئی وہ غیر معزز نہ تھا لیکن ان کے نزدیک جو اس سے واقف نہ تھے (۱۰۶) انتھیٰ،

ان شہادتوں کا یہ مطلب ہے کہ جو جس قدر آنحضرت صلعم کے حالات سے واقف تھا اسی قدر زیادہ اس کو ان سے عقیدتمندی تھی، عام پیغمبروں کا اصول یہ رہا ہے، پہلے ان کو ناواقفوں نے مانا ہے تب جاکر گھر والوں کی باری آتی ہے، مگر آنحضرت صلعم کا سانحۂ حیات اس سے بالکل مختلف ہے آپ کو سب سے پہلے انھوں نے مانا جو آپ کے اخلاق و عادات اور حالات سے زیادہ واقف کار تھے، اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے ایمان و اعتقاد کا شدید خطرناک امتحان دیا ہے حضرت خدیجہؓ تین برس تک آپ کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور رہیں جسمیں بھوک اور فقر و فاقہ سے دوچار ہونا پڑا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس وقت جب ہر چہار طرف دشمن تعاقب میں تھے رات کی تاریکی میں آپکے ساتھ خطرناک رفاقت کا حق ادا کیا حضرت علیؓ نے اس بستر پر قدم رکھا جو صبح کو مقتل بننے والا تھا، حضرت زیدؓ غلام خاص وہ تھے جو پتہ ملنے پر اپنے باپ کے اصرار پر بھی اپنے روحانی باپ سے مفارقت گوارا نہ کی،

اکا ڈفری ہیگنس اپالوجی فار محمدؐ میں کہتا ہے:-

عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمدؐ صلعم کے پیغام نے وہ نشہ آپکے پیروؤں میں پیدا کر دیا تھا جس کو عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے سود ہے .... جب عیسیٰؑ کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے، ان کا نشہ دینی جاتا رہا، اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چلدئے .... برعکس اس کے محمدؐ صلعم کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے

Marfat.com

گرد آئے، اور آپکے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپکو

غالب کردیا (ترجمہ اُردو ص ۶۶، ۶۷ مطبوعہ بریلی ۱۸۶۳ء)

احد کے مشہور معرکہ میں جب قریش کے تیغزنوں نے آپ پر یورش کی، اور مسلمانوں کی صفیں درہم ہوئیں تو آپ نے آواز دی کہ کون مجھ پر جان دیتا ہے؟ دفعتہً سات انصاری نکل آئے اور ایک ایک نے جانبازی سے لڑکر جانیں فدا کردیں، ایک انصاری خاتون کے باپ بھائی اور شوہر تین پیاری جانیں اس معرکہ میں تصدق ہوئیں، باری باری تین سخت حادثوں کی صدائیں اس کے کانوں میں پڑتی ہیں، اور وہ ہر بار صرف یہ پوچھتی جاتی ہے کہ وہ جانِ عالم رسول اللہ صلعم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا بخیر ہیں، اس نے پاس آکر چہرۂ مبارک دیکھا اور بے اختیار پکار اٹھی کل مصیبۃ بعدک جلل یا رسول اللہ تیرے ہوتے سب مصیبتیں ہیچ ہیں،

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی برادر بھی فدا

اے شہِ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

دوستو! یہ محبت، یہ عشق، یہ جاں نثاری ان میں تھی جو آپ کو ہر طرح اور ہر حیثیت سے جانتے تھے، کیا ایسے شخص کے ساتھ جس کی زندگی اس کے ساتھیوں اور رفیقوں کی نگاہ میں کامل نہ ہو، اس لائق ہوسکتی ہے کہ اس پر وہ جانیں قربان کریں، اس سے زیادہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے پیغمبر کی زندگی کو ان کے لئے نمونہ بتایا، اور اسکی پیروی کو خدا کی محبت کا ذریعہ بتایا،

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ   اے لوگو! اگر تم کو خدا کی محبت کا دعویٰ ہے تو میری

اتباع کرو تو خدا تم کو پیار کرے گا۔

آپ کی اتباع کو یعنی آپکی زندگی کی نقل وعکس کو خدا کی محبت کا معیار بتایا، ایک لمحہ کیلئے نشۂ دینی سے سرمست ہوکر اپنی جان دینا آسان ہے مگر پوری عمر ہر چیز میں، ہر حالت

Marfat.com

ہیں، ہر کیفیت میں آپ کی اتباع کے پل صراط کو اس طرح طے کرنا کہ کسی بات میں سنت محمدی سے قدم ادھر ادھر نہ ہو سب سے مشکل امتحان ہے، اس اتباع کے امتحان میں تمام صحابہ پورے اترے، اور اسی جذبہ نے صحابہ تابعین، تبع تابعین، محدثین، مؤرخین اور ارباب سیر کا یہ اہم فرض قرار دیا ہے کہ وہ آپ کی ایک ایک بات، ایک ایک چیز، ایک ایک جنبش کو معلوم کریں، پچھلوں کو بتائیں تاکہ اپنے اپنے امکان بھر ہر مسلمان اس پر چلنے کی کوشش کرے، اس نکتہ سے ظاہر ہوگا کہ آنحضرت صلعم کی زندگی اس کے جاننے والوں کی نگاہ میں پوری کامل تھی، تب تو وہ اسکی نقل کو معیار یقین کیا، کیونکہ اسلام کی نگاہ میں آپکی حیات ایک مسلمان کے لئے کامل نمونہ ہے، اس لئے اس نمونہ کے تمام پہلو سب کے سامنے ہونے چاہئیں اور وہ سب کے سامنے ہے اسی سے ثابت ہوگا کہ آپ کی زندگی کے سلسلہ کی کوئی کڑی گم نہیں ہے، کوئی واقعہ زیر پردہ نہیں ہے جو کچھ ہے وہ تاریخ کے صفحات میں آئینہ ہے، اور یہی ایک ذریعہ کسی زندگی کے کامل معصوم اور بے گناہ یقین کرنے کا ہے، نیز ایسی ہی زندگی جس کے ہر پہلو اس طرح روشن ہوں انسان کے لئے نمونہ کا کام دے سکتی ہے،

دنیا میں بابل و اسیریا، ہندوستان و چین، مصر و شام، یونان و روم میں بڑے بڑے تمدن پیدا ہوئے، اخلاق کے بڑے بڑے نظریئے قائم ہوئے، تہذیب و شائستگی کے بڑے بڑے اصول قائم ہوئے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، ملنے جلنے، پہننے اوڑھنے، رہنے سہنے، مرنے جینے، ولادت و موت، سونے جاگنے، شادی بیاہ، غم و مسرت، دعوت و ملاقات، مصافحہ و سلام، غسل و طہارت، عیادت و تعزیت، تبریک و تہنیت، دفن و کفن کے بہت سے رسوم آداب، شرائط، اور ہدایات مرتب ہوئے، اور ان سے ان قوموں کی تہذیب و تمدن اور معاشرت کے اصول بنائے گئے، جو صدہا سال میں بنے، اور پھر بگڑ گئے، لیکن اسلام کا یہ تمدن کل روئے زمین

میں یکساں اور عام ہے، کیونکہ اس کا ماخذ ایک محمدؐ رسول اللہ کی زندگی ہے، اس زندگی کے آئینہ میں صحابہ نے اپنی زندگیاں سجائیں اور ان کا عکس تابعین نے اتارا، اور اس طرح وہ تمام دنیائے اسلام کا عمل اور رسم بن گئی، وہ مقدس زندگی مرکزی نقطہ تھی، صحابہ نے اس کو خط اور بعد کی نسلوں نے اس کو دائرہ بنا دیا، وہ تمدن آج گو کامل نہیں، مگر اس کے نقش قدم اب بھی ہیں، اور اسی پر کل مسلمان چل رہے ہیں، ایک محمدؐ رسول اللہ کی زندگی تھی، جو تمام صحابہ کی زندگی بن گئی، اور وہی کبھی، دنیائے اسلام کی زندگی بن گئی تھی، اور وہ کامل تصویر آج بھی ہم میں موجود ہے، افریقہ یا ہندوستان کا قبیلہ تو جب آج عیسائی ہوتا ہے، تو اس کو مذہب انجیل سے، لیکن تمدن و تہذیب اور عملی زندگی کا سبق یورپ کے ساختہ تمدن سے سکھایا جاتا ہے لیکن وحشی سے وحشی قبیلہ جو مسلمان ہوتا ہے، اس کو جہاں سے مذہب ملتا ہے، اسی تمدن و تہذیب اور شائستگی کا سبق ملتا ہے، مسلمان ہونے کے ساتھ پیغمبر اسلامؐ کی پوری زندگی، انسانی ضروریات اور حالات کے ساتھ اس کے سامنے آجاتی ہے، اور یہ بولتی چالتی جیتی جاگتی تصویر، ہر مسلمان کی زندگی کی حالت اور ہر کیفیت کے لئے آئینہ بن جاتی ہے،

ایک یہودی نے ایک صحابی سے طنزاً کہا تھا، کہ تمھارا پیغمبر تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے اور معمولی معمولی باتیں بھی سیکھاتا ہے، انھوں نے فخراً کہا کہ ہاں ہمارا پیغمبر، ہم کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے، یہاں تک کہ اس نے استنجا اور آبدست کی بھی تعلیم دی ہے، اور آج بھی ہم اس کامل تعلیم کی سیرت کو فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں، گویا سیرت محمدیؐ دنیا کا آئینہ خانہ ہے، جسمیں دیکھکر ہر شخص، اپنے جسم و روح، ظاہر و باطن، قول و عمل زبان و دل، آداب و رسوم، طور و طریق، کی اصلاح اور درستی کر سکتا ہے، اور اسی لئے کوئی مسلمان قوم اس کے لئے اپنے مذہب سے باہر اور اپنے رسول کی سیرت سے الگ کوئی چیز نہیں مانگتی، اور نہ اس کی اس کو ضرورت ہے، سیرت محمدیؐ دنیائے انسانی

Marfat.com

کا عالمگیر آئینہ ہے، اسی کے مقابلہ سے حسن و قبح اور نیکی و بدی کا راز کھلتا ہے، کیونکہ انسانی زندگی کے جمیع حالات کے لئے یہی ایک کامل نمونہ ہے، اور کوئی انسانی کامل زندگی اس استیعاب اور استقصاء کے ساتھ موجود نہیں، پس ان مقدمات کے یہ دو کھلے نتیجے ہیں، کہ محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی کامل اور ہر پہلو سے دنیا کے سامنے ہے، اور ایسی ہی کامل اور بے پردہ زندگی انسانوں کے لئے قابل نمونہ ہو سکتی ہے،

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

Marfat.com

۵
جامعیت

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ،

حضرات! خدا کی محبت اور پیار کے اہل اور مستحق بننے کے لئے ہر مذہب نے ایک تدبیر بتائی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس مذہب کے شارح اور طریقہ کے بانی نے جو عمدہ نصیحتیں کی ہیں ان پر عمل کیا جائے لیکن اسلام نے اس سے بہتر تدبیر یہ کی ہے کہ اس نے اپنے پیغمبر کا عملی مجسمہ سب کے سامنے رکھدیا ہے اور اس کی پیروی واتباع کو خدا کی محبت اور پیار کے مستحق بننے کا ذریعہ بنایا ہے، اسلام میں دو چیزیں ہیں، کتاب اور سنت، کتاب سے مقصود خدا کے احکام ہیں، جو قرآن مجید کے ذریعہ ہم تک پہونچے ہیں، اور سنت جس کے لغوی معنی راستہ کے ہیں یعنی عمل کا وہ راستہ جس پر پیغمبر اسلام خدا کے احکام پر عمل کرتے ہوئے گذرے یعنی آپ کا عملی نمونہ جسکی تشریح احادیث میں بصورت الفاظ ہے، الغرض ایک مسلمان کی کامیابی اور تکمیل روحانی کے لئے جو چیز ہے وہ سنت نبوی ہے، جو قرآن وحدیث کا مجموعہ ہے،

وہ تمام اشخاص جو کسی مذہب کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوں، ناممکن ہے کہ وہ کسی ایک ہی صنف انسانی سے متعلق ہوں، اس دنیا کی بنیاد ہی، اختلافِ عمل پر ہے، باہمی تعاون اور مختلف پیشوں اور کاموں ہی کے ذریعہ سے یہ دنیا چل رہی ہے، اسمیں بادشاہ، یا رئیس، جمہور اور حکام بھی ضروری ہیں اور محکوم اور رعایا بھی، امن وامان کے قیام کے لئے قاضیوں اور ججوں کا ہونا بھی ضرور ہے، اور فوجوں کے سپہ سالاروں اور افسروں کا بھی، غریب بھی ہوں گے اور دولتمند بھی، رات کے عابد بیدار بھی اور دن کے سپاہی اور مجاہد بھی، اہل وعیال بھی ہوں گے، اور دوست احباب بھی، تاجر اور سوداگر

Marfat.com

بھی ہوں گے، اور امام اور پیشوا بھی، غرض اس دنیا کا نظم و نسق ان مختلف اصناف کے وجود اور قیام ہی پر موقوف ہے، اور ان تمام اصناف کو اپنی اپنی زندگی کے لئے عملی مجسمہ اور نمونہ کی ضرورت ہے، اسلام ان تمام انسانوں کو سنت نبوی کی اتباع کی دعوت دیتا ہے، اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ مختلف طبقات انسانی کے لئے اپنے پیغمبر کی عملی سیرت میں نمونے اور مثالیں رکھتا ہے جو ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ ہدایت کا چراغ بن سکتا ہے، اسلام کے صرف اسی نظریہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی سیرت میں جامعیت ہے، یعنی انسانوں کے ہر طبقہ اور صنف کے لئے، آپکی سیرت پاک میں نصیحت پذیری اور عمل کے درس اور سبق موجود ہیں، ایک حاکم کے لئے محکوم کی زندگی، اور ایک محکوم کے لئے حاکم کی زندگی، ایک دولتمند کے لئے ایک غریب کی زندگی اور ایک غریب کے لئے دولتمند کی زندگی کامل مثال اور نمونہ نہیں بن سکتی، اسی لئے ضرورت ہے کہ عالمگیر اور دائمی پیغمبر کی زندگی ان تمام مختلف مناظر کے رنگ برنگ پھولوں کا گلدستہ ہو،

اصناف انسانی کے بعد دوسری جامعیت خود ہر انسان کے مختلف لمحوں کے لئے افعال کی ہے، کہ ہم چلتے بھی ہیں پھرتے بھی، اٹھتے بھی ہیں بیٹھتے بھی، کھاتے بھی ہیں پیتے بھی، سوتے بھی ہیں، جاگتے بھی، ہنستے بھی ہیں، روتے بھی، پہنتے بھی ہیں اتارتے بھی، نہاتے بھی ہیں دھوتے بھی، لیتے بھی ہیں دیتے بھی، سیکھتے بھی ہیں سکھاتے بھی، مرتے بھی ہیں مارتے بھی، کھاتے بھی ہیں اور کھلاتے بھی، احسان لیتے بھی ہیں، اور کرتے بھی، اپنی جان دیتے بھی ہیں اور بچاتے بھی، عبادت و دعا بھی کرتے ہیں، اور کاروبار بھی، مہمان بھی بنتے ہیں میزبان بھی، ہم کو ان تمام امور کے متعلق جو ہمارے افعال جسمانی سے تعلق رکھتے ہیں، ہم کو عملی نمونوں کی ضرورت ہے، جو ہم کو ہر نئی حالت کے پیش آنے میں ایک آئینہ کا کام دے،

ان افعال کے بعد جنکا تعلق اعضاء سے ہے، وہ افعال ہیں، جنکا تعلق دل و دماغ سے ہے

اور جنکی تعبیر ہم اعمال قلب یا جذبات اور احساسات سے کرتے ہیں، ہر آن ہم ایک نئے عمل قلبی یا جذبہ یا احساس سے متاثر ہوتے ہیں، کبھی ہم راضی ہیں کبھی خفا، کبھی خوش ہیں کبھی غمزدہ، کبھی مصائب سے دوچار ہوتے ہیں، اور کبھی نعمتوں سے مالامال، کبھی ہم ناکام ہوتے ہیں اور کبھی کامیاب، ان سب حالتوں میں ہم مختلف جذبات کے ماتحت ہوتے ہیں، اخلاق فاضلہ کا تمام تر انحصار انھیں جذبات اور احساسات کے اعتدال اور باقاعدگی پر ہے، ان سب کے لئے ہمکو ایک عملی سیرت کی حاجت ہے، جس کے ہاتھ میں ہمارے ان اندرونی سرکش اور بے قابو قوتوں کی باگ ہو جو انھیں راستوں پر ہمارے نفس کی غیر معتدل قوتوں کو لے چلے جنپر سے مدینہ کا بے نفس انسان کبھی گذر چکا ہے،

عزم، استقلال، شجاعت، صبر، شکر، توکل، رضا بتقدیر، مصیبتوں کی برداشت، قربانی، قناعت، استغنا، ایثار، جود، تواضع، خاکساری، مسکنت، غرض نشیب و فراز، بلند و پست ہر ایک اخلاقی پہلو کے لئے جو مختلف انسانوں کو مختلف حالتوں میں یا ہر انسان کو مختلف صورتوں میں پیش آتے ہیں، ہم کو عملی ہدایت اور مثال کی ضرورت ہے، مگر وہ کہاں مل سکتی ہے؟ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے پاس! حضرت موسیٰ کے پاس ہمکو سرگرم شجاعانہ قوتوں کا خزانہ مل سکتا ہے مگر نرم اخلاق کا نہیں، حضرت عیسیٰ کے ہاں نرم اخلاق کی بہتات ہے، مگر سرگرم اور خون میں حرکت پیدا کرنے والی قوتوں کا وجود نہیں، اور انسان کو اس دنیا میں ان دونوں قوتوں کی معتدل حیثیت سے ضرورت ہے اور ان دونوں قوتوں کی جامع اور معتدل مثالیں پیغمبر اسلام کی سوانح میں مل سکتی ہیں،

غرض ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی کی زندگی اور حالات انسانی کے ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو صرف محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی ہے، اگر تم دولتمند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر تم غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر تم بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر تم رعایا ہو تو قریش کے محکوم

Marfat.com

کو ایک نظر دیکھو، اگر تم فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نظر کرو، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ
احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درسگاہ میں معلم قدس کو دیکھو، اگر تم شاگرد ہو تو
روح امین کے سامنے بیٹھنے والے کو دیکھو، اگر تم واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے
والے کی باتیں سنو، اگر تم تنہائی و بیکسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکے
کے بے یار و مددگار نبی کا اسوہ تمھارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر
اور اپنے مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر تم اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد
کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار
نظم و نسق کو دیکھو، اگر تم یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے
لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر تم سفری کاروبار
میں ہو تو بصریٰ کے کاروان سالار کی مثالیں ڈھونڈھو، اگر تم عدالت کے قاضی اور پنچائتوں کے
ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو، جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک
کونہ میں کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں
شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے، اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر
کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اگر تم اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسن و حسین کے نانا کا حال
پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی، اور کچھ بھی ہو، تمھاری زندگی کے لئے نمونہ، تمھاری سیرت کی درستی و اصلاح
کے لئے سامان، تمھارے ظلمت خانہ کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد رسول اللہ صلعم کی
جامعیت کبریٰ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے، اس لئے طبقہ انسانی کے ہر طالب
کو اور نور ایمانی کے ہر متلاشی کے لئے صرف محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات
کا ذریعہ ہے، جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ کی سیرت ہے، گویا نوح، ابراہیم، ایوب، یونس، موسیٰ،

عیسیٰ علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں، گویا تمام دوسرے انبیاے کرام کی سیرتیں صرف ایک ہی جنس کی اشیار کی دوکانیں ہیں، اور محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت اخلاق و اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا مارکٹ ہے، جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شے کے طالب کے لئے بہترین سامان موجود ہے،

آج سے تیس چالیس برس پہلے ہمارے شہر پٹنہ سے مشہور واعظ اسلام ماسٹر حسن علی صاحب نور اسلام ایک رسالہ نکالتے تھے، اس میں اپنے ایک ہندو تعلیمیافتہ دوست کی راے لکھی ہے، اس نے ایک دن ماسٹر صاحب سے کہا کہ میں آپ کے پیغمبر کو دنیا کا سب سے بڑا کامل انسان تسلیم کرتا ہوں، انھوں نے پوچھا ہمارے پیغمبر کے مقابلہ میں تم حضرت عیسیٰ کو کیا سمجھتے ہو، تو اس نے جواب دیا کہ محمد کے مقابلہ میں عیسیٰ ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کسی داناے روزگار کے سامنے ایک بھولا بھالا بچہ میٹھی میٹھی باتیں بنا رہا ہے، انھوں نے دریافت کیا کہ تم کیونکر پیغمبر اسلام کو دنیا کا کامل ترین انسان جانتے ہو، اس نے جواب دیا کہ مجھکو اُن کی زندگی میں بیک وقت اس قدر متضاد اور متنوع اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کرکے نہیں دکھایا، وہ بادشاہ ایسا ہو کہ ایک پورا ملک اس کی مٹھی میں ہو، اور بے بس ایسا ہو کہ اس کی جان بھی اس کے قبضہ میں نہ ہو، اس سے خدا کے قبضہ میں ہو، دولتمند ایسا ہو کہ خزانے کے خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس کے دار الحکومت میں آرہے ہوں، اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر چولھا نہ جلتا ہو، اور کئی کئی وقت اس پر فاقے سے گذر جاتے ہوں، سپہ سالار ایسا کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لیکر ہزاروں کی غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو، اور صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پرجوش جاں نثاروں کی ہمرکابی کے باوجود صلحنامہ پر دستخط کر دیتا ہو، شجاع اور بہادر ایسا کہ ہزاروں کے مقابلہ میں تنہا کھڑا ہو، اور نرم دل ایسا کہ کبھی اس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو، باتعلق ایسا کہ عرب کے ذرہ ذرہ

Marfat.com

کی اس کو فکر، بیوی بچوں کی اس کو فکر، غریب و مفلس مسلمانوں کی اس کو فکر، خدا کی بھولی ہوئی دنیا کے سدھار کی اس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اس کو فکر، اور بے تعلق ایسا کہ اپنے خدا کے سوا کسی کی اس کو یاد نہیں اور اس کے سوا ہر چیز اس کو فراموش، اس نے کبھی اپنی ذات کیلئے اپنے برا کہنے والوں سے کبھی انتقام نہیں لیا، اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر کی اور ان کا بھلا چاہا، لیکن خدا کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا اور حق کا راستہ روکنے والوں کو ہمیشہ جہنم کی دھمکی دیتا رہا اور عذاب الٰہی سے ڈراتا رہا، عین اس وقت جب اس پر ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکا ہوتا ہو، وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی صورت میں جلوہ نما ہو جاتا ہے، عین اس وقت جب اس پر کشور کشا فاتح کا شبہہ ہو، وہ پیغمبرانہ معصومیت میں ہمارے سامنے آجاتا ہے، عین اس وقت جب ہم اس کو شاہِ عرب کہکر پکارنا چاہتے ہیں وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے خالی چٹائی پر محوِ خواب نظر آتا ہے، عین اس دن جب عرب کے اطراف سے اس کے صحن مسجد میں مال و اسباب کا انبار لگا ہوتا ہے، اس کے اہل بیت میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہو، عین اس عہد میں جب لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لونڈی اور غلام بنکر بھیجے جا رہے ہوں، فاطمہؓ بنت رسول جاکر اپنے ہاتھوں کا چھالا اور سینہ کا داغ باپ کو دکھاتی ہیں جو چکی پیستے پیستے اور مشکیزہ بھرتے بھرتے ہاتھ اور سینہ پر پڑ گیا تھا، حضرت عمرؓ حاضر دربار ہوتے ہیں ادھر ادھر نظر اٹھاکر کاشانۂ نبوت کے سامان کا جائزہ لیتے ہیں، آپ ایک کھری چارپائی یا چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں، ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں، ایک کھونٹی میں خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے، سرور کائنات کے گھر میں یہ کل کائنات تھی، حضرت عمرؓ دیکھکر رو پڑتے ہیں، سبب دریافت ہوتا ہے، عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ! اس سے بڑھکر رونے کا اور کیا موقع ہوگا؟ قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں، اور آپ پیغمبر ہو کر

Marfat.com

آپکی یہ حالت ہے، ارشاد ہوا، عمر! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت (بخاری ذکر ایلاء)

ابوسفیان جو آنحضرت صلعم کے سب سے بڑے حریف تھے، فتح مکہ کے دن حضرت عباسؓ کے ساتھ وہ اسلامی لشکر کا تماشا دیکھ رہے ہیں، دیکھ رہے ہیں کہ رنگ برنگ کی بیرقوں اور جھنڈیوں کے سایہ میں اسلام کا دریا اُمنڈتا آرہا ہے، قبائل عرب کی موجیں جوش مارتی ہوئی بڑھتی چلی آرہی ہیں، ابوسفیان کی آنکھیں اب بھی دھوکا کھاتی ہیں، وہ حضرت عباسؓ سے کہتے ہیں، عباسؓ تمھارا بھتیجا تو بڑا بادشاہ بن گیا، عباسؓ کی آنکھیں کچھ اور دیکھ رہی تھیں، فرمایا، ابوسفیان! یہ بادشاہی نہیں، نبوت ہے!

عدی بن حاتم قبیلہ طے کے رئیس، مشہور حاتم طائی کے فرزند تھے اور مذہباً عیسائی تھے، وہ حضورؐ کے دربار میں آتے ہیں، صحابہ کی عقیدتمندیوں، اور جہاد کا ساز و سامان دیکھکر ان کو اس فیصلہ میں دقت ہوتی ہے کہ محمدؐ بادشاہ ہیں یا پیغمبر! دفعۃً مدینہ کی ایک غریب لونڈی آکر کھڑی ہوتی ہے، اور کہتی ہے کہ حضورؐ سے کچھ عرض کرنا ہے، فرماتے ہیں دیکھو مدینہ کی جس گلی میں کہو میں تمہاری بات سن سکتا ہوں، یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اور اس کی حاجت پوری کر دیتے ہیں، اس ظاہری جاہ و جلال کے پردہ میں یہ عجز، یہ خاکساری، یہ تواضع دیکھکر عدی کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا ہے، اور وہ دل میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ یقیناً پیغمبرانہ شان ہے، گلے سے صلیب اُتار ڈالتے ہیں اور محمدؐ رسول اللہ کی گواہی دیتے ہیں،

غرض میں نے جو کچھ پہلے کہا تھا وہ محض شاعرانہ انشاپردازی نہیں بلکہ تاریخی واقعات ہیں، ایسی کامل و جامع ہستی جو اپنی زندگی میں ہر نوع اور ہر قسم اور ہر گروہ اور ہر صنف انسانی کے لئے ہدایت کی متعدد مثالیں اور نظیریں رکھتی ہو، وہی اس لائق ہے جو اس اصناف و انواع سے

بھری ہوئی دنیا کی عالمگیر اور دائمی رہنمائی کا کام انجام دے، جو غیظ و غضب اور رحم و کرم، جود و سخا اور فقر و فاقہ، شجاعت و بہادری اور رحم دلی و رقیق القلبی، خانہ داری اور خدا دانی، دنیا اور دین دونوں کیلئے ہمکو اپنی زندگی کے نمونوں سے بہرہ مند کردے، جو دنیا کی بادشاہی کیساتھ آسمان کی بادشاہی اور آسمان کی بادشاہی کیساتھ دنیا کی بادشاہی کی بھی بشارت دے اور دونوں بادشاہیوں کے قواعد و قوانین اور دستور العمل کو اپنی زندگی میں برت کر دکھادے، عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دنیا میں صرف عفو و درگذر، معافی اور نرمی انسانیت کی تکمیل کے سب سے بڑے ذریعہ ہیں، بلکہ فقط یہی ذریعہ ہیں، اس لئے جس ہستی میں صرف یہی ایک پہلو ہو وہی انسانیت کا سب سے بڑا معلم اور محسن ہے، لیکن ہمیں یہ بتاؤ کہ انسان کے اخلاق میں فقط یہی قوتیں ودیعت ہیں یا اسکے مقابل کی قوتیں بھی ہیں، ایک انسان میں دیکھو تو غصہ اور کرم، محبت اور عداوت، خواہش، عفت، انتقام اور عفو، ہر قسم کے فطری جذبات موجود ہیں، اس لئے ایک کامل معلّم وہی ہو سکتا ہے جو انسانیت کے ان تمام قوی اور جذبات میں اعتدال پیدا کرکے ان کے صحیح مصرف کو متعین کردے، جن مذہبوں کو یہ دعوی ہے کہ ان کے پیغمبروں کی سیرتیں صرف رحم و کرم عفو و درگذر پر مبنی ہیں، وہ مجھے بتائیں کہ اجتماعی حیثیت سے کے دن وہ اس پر عمل کرسکیں قسطنطین پہلے عیسائی بادشاہ سے لیکر آج تک عیسائی مذہب کے کتنے تاج و تخت پیدا ہوئے، اور بادشاہیاں قائم ہوئیں، مگر ان میں کس نے اپنی سلطنت کا قانون صرف اپنے پیغمبر کی سیرت کی پیروی کو قرار دیا، تو ایسی سیرت جو عملی دنیا میں ہر حیثیت سے اپنے پیرووں کے لئے بھی مفید نہ ہو، وہ کیونکر جامع کہی جاسکتی ہے،

حضرت نوحؑ کی زندگی، کفر کے خلاف غیظ و غضب کا ولولہ پیش کرتی ہے حضرت ابراہیمؑ کی حیات بت شکنیوں کا مظہر ہے، حضرت موسیٰؑ کی زندگی کفار سے جنگ و جہاد اور صرف شاہانہ نظم و نسق اور اجتماعی قوانین و دستور کی مثال پیش کرتی ہے، حضرت عیسیٰؑ کی لائف صرف خاکساری تواضع، عفو و درگذر اور قناعت کی تعلیم دیتی ہے، حضرت سلیمانؑ کی زندگی شاہانہ اولوالعزمیوں کو دکھاتی

ہے حضرت ایوبؑ کی حیات صرف صبر و شکر کا نمونہ ہے حضرت یونسؑ کی سیرت ندامت و انابت اور اعتراف کی مثال ہے، حضرت یوسفؑ کی زندگی قید و بند میں بھی دعوت حق اور جوش تبلیغ کا سبق سکھاتی ہے حضرت داؤدؑ کی سیرت گریہ و بکا حمد و ستایش اور دعا و زاری کا صحیفہ ہے حضرت یعقوبؑ کی زندگی اُمید خدا پر توکل اور اعتماد کی مثال ہے لیکن محمدؐ رسول اللہ صلعم کی سیرت مقدسہ کو دیکھو کہ اسمیں نوحؑ اور ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سلیمانؑ اور داؤدؑ ایوبؑ اور یونسؑ یوسفؑ اور یعقوبؑ، سب کی زندگیاں اور سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں،

مورخ خطیب کی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم کی پیدائش کے وقت ندا آئی کہ محمد صلعم کو ملکوں ملکوں پھراؤ، اور سمندر کی تہوں میں لے جاؤ کہ تمام دنیا ان کے نام و نشان کو پہچان لے اور جن و انس، چرند و پرند، بلکہ ہر جاندار کے سامنے انکو لے جاؤ، ان کو آدمؑ کا خلق شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی دوستی، اسمٰعیلؑ کی زبان، اسحاقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، موسیٰؑ کی سختی، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی طاعت، یوشعؑ کا جہاد، داؤدؑ کی آواز، دانیال کی محبت، الیاسؑ کا وقار، یحییٰؑ کی پاک دامنی، اور عیسیٰؑ کا زہد عطا کرو، اور تمام پیغمبروں کے اخلاق میں ان کو غوطہ دو، جن علماء نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے انکا منشا درحقیقت یہی ہے، کہ وہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی صفتِ جامعیت کو نمایاں کریں، کہ جو کچھ اور انبیا علیہم السلام کو متفرق طور سے عطا ہوا تھا وہ سب مجموعی طور سے آنحضرت صلعم کو عطا ہوا،

آنحضرت صلعم کو ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں دیکھو تو یہ جامعیت کی صفت تمامتر نمایاں ہو جائیگی، مکہ کے پیغمبر کو جب مکہ سے یثرب کو جاتے دیکھو، تو کیا وہ پیغمبر تم کو یاد نہ آئیگا جو مصر سے مدین جاتا نظر آتا ہے، کوہ حرا کے غار نشین اور کوہ سینا کے تماشائی میں ایک حیثیت سے کیسی یکسانی نظر آتی ہے، مگر جو فرق ہے وہ یہ ہے، کہ حضرت موسیٰؑ کی آنکھیں کھلی تھیں، اور آنحضرت صلعم کی بند،

Marfat.com

حضرت موسیٰ باہر دیکھ رہے تھے، اور آنحضرت صلعم اندر کوہِ زیتون پر وعظ کہنے والے پیغمبر حضرت عیسیٰؑ اور کوہ صفا پر چڑھکر یا معشر قریش کہکر پکارنے والے میں کتنی مشابہت ہے، بدر و حنین اور احزاب و تبوک والے سپہ سالار، اور موآبیوں اور عمونیوں اور اموریوں سے نبرد آزما پیغمبر (موسیٰ) میں کیا مماثلت نہیں ہے؟

آنحضرت صلعم نے مکہ کے سات سرداروں کے حق میں بد دعا کی، تو آپ کی زندگی حضرت موسیٰؑ کے مثل تھی جب انھوں نے فرعونیوں پر بد دعا کی جو معجزات پر معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لائے، اور جب آپ نے احد میں اپنے قاتلوں اور دشمنوں کے حق میں دعائے خیر کی، تو حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے قالب میں تھے جنھوں نے کبھی اپنے دشمنوں کا بھی برا نہیں چاہا، جب محمدؐ رسول اللہ صلعم کو تم مسجد نبوی کی عدالت گاہ اور پنچایتوں میں یا غزوات اور لڑائیوں میں دیکھو تو حضرت موسیٰؑ کی سیرت کا نقشہ کھنچ جائیگا، لیکن جب آپ کو مکانات کے حجروں میں، پہاڑوں کے غاروں میں، رات کی تنہائیوں اور تاریکیوں میں دیکھو تو حضرت عیسیٰؑ کا جلوہ ہوگا، شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں آپکی زبان مبارک کی دعاؤں اور مناجاتوں کو سنو تو زبور والے داؤد کا تم کو دھوکا ہوگا، فتح مکہ کے خدم و حشم اور بیرق و علم کے سایہ میں آپکو دیکھو تو تزک و احتشام اور فوجوں والے سلیمانؑ کا مغالطہ ہوگا، اگر شعب ابی طالب میں آپکو تین برس اس طرح محصور دیکھو کہ کھانے کا سامان بھی وہاں تک نہ پہونچ سکے تو مصری قید خانے کے پیغمبر یوسفؑ کا جلوہ نظر آئیگا، غرض

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، ید بیضا داری،

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری،

حضرت موسیٰؑ قانون لے کر آئے، حضرت داؤدؑ دعا اور مناجات لائے، اور حضرت عیسیٰؑ زہد و اخلاق لائے، مگر محمدؐ رسول اللہ صلعم قانون بھی لائے، دعا و مناجات بھی لائے، اور زہد و اخلاق بھی لائے، اور ان سب کا مجموعہ الفاظ و معانی میں قرآن اور عمل میں سیرت محمدی ہے،

Marfat.com

دوستو! اب سیرت محمدی کی جامعیت کا ایک اور پہلو تم کو دکھاؤں، دنیا میں دو قسم کی تعلیمگاہیں ہیں، ایک وہ ہیں جہاں صرف ایک فن سکھایا جاتا ہے، ایک میڈیکل کالج ہے، ایک انجینرنگ کالج ہے، ایک آرٹ اسکول ہے، ایک تجارت کا مدرسہ ہے، ایک زراعت کی تعلیم گاہ ہے، ایک قانون کی درسگاہ ہے، ایک فوجی تعلیم کے لئے مدرسہ حربیہ ہے، ان میں سے ہر مدرسہ اور تعلیم گاہ صرف ایک ہی قسم کے طالب العلموں کی تعلیم کا انتظام کرسکتی ہے، میڈیکل کالج سے صرف ڈاکٹر نکلیں گے، زراعت کے کالج سے صرف زراعت کے ماہرین پیدا ہوں گے، قانون کے مدرسہ سے صرف قانون داں پیدا ہوں گے، تجارت کی تعلیم گاہ سے صرف تجارت کے واقف کار پیدا ہوں گے، علم و فن کے مدرسہ سے علماء نکلیں گے، لٹریچر کی تعلیم گاہ سے صرف انشا پرداز اور ادیب نکلیں گے، ملٹری کالج سے صرف سپاہی پیدا ہوں گے، علیٰ ہذا القیاس، لیکن کہیں کہیں بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہوتی ہیں جو اپنی وسعت کے مطابق ہر قسم کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتی ہیں، ان کے احاطہ میں ڈاکٹری کا کالج بھی ہوتا ہے، صنعت و حرفت کا مدرسہ بھی ہوتا ہے، زراعت اور انجینرنگ کی درسگاہ بھی ہوتی ہے، فوجی تعلیم کا مدرسہ بھی ہے، طلبہ مختلف اطراف اور دیار سے آتے ہیں اور اپنے اپنے ذوق اور مناسبت طبع اور استعداد کے مطابق ایک ایک کالج یا مدرسہ کا انتخاب کرلیتے ہیں، پھر وہاں فوجوں کے جنرل اور سپاہی، عدالتوں کے قاضی اور قانون داں، کاروبار کے تاجر اور مہندس، شفاخانوں کے حکیم اور ڈاکٹر، پیشوں اور صنعتوں کے واقف کار اور ماہر سب ہی پیدا ہوتے ہیں، غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ان میں صرف ایک ہی تعلیم، ایک ہی پیشہ اور ایک ہی علم کے جاننے والوں سے انسان کی سوسائٹی کی تکمیل نہیں ہوسکتی، بلکہ ان سب کے مجموعہ سے وہ کمال کو پہونچی ہے اور پہونچ سکتی ہے، اگر صرف ایک ہی علم اور ایک ہی پیشہ کے ماہرین تمام دنیا ہو جائے، تو فوراً اس تمدن کی مشین بند ہو جائے، اور انسانی کاروبار مسدود ہو جائے، یہاں تک کہ اگر تمام دنیا صرف زہد پیشہ خلوت نشینوں سے بھر جائے، تب بھی دنیا کی تکمیل نہیں ہوسکتی، اب آؤ اس معیار سے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرتوں پر غور کریں، بقول

Marfat.com

حضرت مسیحؑ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، درسگاہیں اپنے طلبہ اور استاد اپنے شاگردوں سے پہچانے جاتے ہیں، تعلیم انسانی کی وہ درسگاہیں، جنکے اساتذہ انبیاء ہیں، ان کا جائزہ لو، تو پہلے تو کہیں دس میں کہیں ساٹھ ستر، کہیں سو دو سو کہیں ہزار دو ہزار، کہیں پندرہ بیس ہزار طالب العلم آپ کو ملیں گے، لیکن جب مدرسۂ نبوت کی آخری تعلیم گاہ کو دیکھو گے تو تم کو ایک لاکھ سے زیادہ طالب العلم بیک وقت نظر آئیں گے پھر ان دوسری نبوت گاہوں کے طلبہ کو اگر جاننا چاہو کہ وہ کہاں کے تھے؟ کون تھے؟ کیسے تیار ہوئے؟ اور انکے اخلاق و عادات، روحانی حالات اور دیگر سوانحِ زندگی کیا تھے؟ اور انکی تعلیم و تربیت کے عملی نتائج کیا تھے؟ تو تم کو ان سوالات کا کوئی جواب نہیں مل سکتا، مگر اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت میں تم کو ہر چیز معلوم ہو سکتی ہے، اس درسگاہ کے ہر ایک طالب العلم کا نام و نشان، حالات و سوانح، نتائج تعلیم و تربیت ہر ایک چیز تاریخ اسلام کے اوراق میں ثبت ہے، آگے بڑھو، نبوت و دعوت مذہب کی ہر ایک درسگاہ کا آج دعویٰ یہ ہے کہ اس کے دروازے ہر قوم کے لئے کھلے ہوئے ہیں، مگر اس درسگاہ کے بانی اور پہلے معلم کی سیرت پڑھو کہ کیا اس کے عہد میں اسکی درسگاہ میں صرف کسی ایک ہی ملک، ایک ہی نسل، ایک ہی خاندان کے طالب العلم اس میں داخل ہوئے، اور ان کو داخلہ کی اجازت دی گئی، یا ان کی دعوت میں یہ عموم، جامعیت، اور عالمگیری تھی کہ نسلِ آدم کا ہر ایک فرزند اور ارضِ خاکی کا ہر ایک باشندہ اسمیں عملاً داخل ہو سکا یا اس کو داخل ہونے کے لئے آواز دی گئی، توراۃ کے تمام انبیاء ملک عراق یا ملک شام یا ملک مصر سے آگے نہیں بڑھے، یعنی اپنے وطن میں جہاں وہ رہتے تھے، محدود رہے، اپنی نسل و قوم کے سوا غیروں کو انھوں نے آواز نہیں دی، زیادہ تر انکی کوششوں کا مرکز صرف اسرائیل کا خاندان رہا، عرب کے قدیم انبیاء بھی اپنی اپنی قوموں کے ذمہ دار تھے وہ باہر نہیں گئے حضرت عیسیٰؑ کے مکتب میں بھی غیر اسرائیلی طالب العلم کا وجود نہیں، وہ صرف اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں تھے (متی باب ۷، آیت ۲۴) اور غیروں کو تعلیم دیکر وہ

Marfat.com

بچوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے، ہندوستان کے داعی پاک آریہ ورت سے باہر جانے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتے تھے، اگرچہ بودھ کے پیرو بادشاہوں نے اس کے پیغام کو باہر کی قوموں تک پہونچایا، مگر یہ عیسائیوں کی طرح بعد کے پیرودں کا فعل تھا، خود داعیِ مذہب کی سیرت اس عالمگیری اور جامعیت کی مثال سے خالی ہے،

اب آؤ! ذرا عرب کے اس امی معلم کی درسگاہ کا مطالعہ کریں، یہ کون طالب العلم ہیں؟ یہ ابوبکرؓ وعمرؓ و علیؓ وعثمانؓ و طلحہؓ و زبیرؓ وغیرہ (رضی اللہ عنہم) کے قریشی طالب العلم ہیں، یہ کون ہیں؟ ابوذرؓ و انیس غفاری ہیں، یہ مکہ سے باہر تہامہ کے غفاری قبیلہ کے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ ابوہریرہؓ اور طفیل بن عمروؓ ہیں، یمن سے آئے ہیں اور دوسی قبیلہ کے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل ہیں، یہ بھی یمن سے آئے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ ضماد بن ثعلبہؓ ہیں قبیلۂ ازد کے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ خباب بن الارتؓ قبیلۂ تمیم کے ہیں، یہ منقذ بن حیانؓ اور منذر بن عائذ ہیں، عبدالقیس کے قبیلہ کے ہیں، اور بحرین سے آئے ہیں، یہ عبیدؓ و جعفرؓ عمان کے رئیس ہیں، یہ فروہؓ ہیں، یہ معان یعنی حدودِ شام کے رہنے والے ہیں، یہ کالے کالے کون ہیں؟ یہ بلالؓ ہیں ملک حبش والے، یہ کون ہیں؟ یہ صہیب رومیؓ کہلاتے ہیں، یہ کون ہیں یہ ایران کے سلمان فارسیؓ ہیں، یہ فیروز دیلمیؓ ہیں، یہ سیخت ایرانی ہیں یہ مرکبود ایرانی ہیں حدیبیہ کی صلح ۶ھ میں وہ عہد نامہ مرتب کراتی ہے جو اسلام کا عین منشا ہے، یعنی قریش اور مسلمان دونوں فریق جنگ موقوف کریں، اور مسلمان جہاں چاہیں اپنے مذہب کی دعوت دیں، اس نتیجہ بخش کامیابی کے حصول کے بعد پیغمبرِ اسلام علیہ السلام نے کیا کیا؟ اسی سال ۶ھ میں تمام قوموں کے سلاطین اور امرا کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے، اور ان کو خدا کا پیغام پہونچایا، وحیہ کلبیؓ ہرقل قیصر روم کے پاس، عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ خسرو پرویز شہنشاہِ ایران، حاطب بن بلتعہ مقوقس عزیزِ مصر، عمرو بن امیہ نجاشی شاہ حبش، شجاع بن وہب الاسدی، حارث غسانی رئیس شام،

Marfat.com

اور سلیط بن عمرو روسائے یمامہ کے درباروں میں پیغمبرِ اسلام کے خطوط لے کر جاتے ہیں، کہ محمدؐ کی درسگاہ میں داخلہ کا اذن عام ہے،

حضرات! اس واقعہ سے سیرتِ محمدیؐ کی جامعیت کا یہ پہلو نمایاں ہوتا ہے کہ اس کے لئے رنگ و روپ، ملک و وطن، قوم و نسل کا سوال نہ تھا، بلکہ وہ دنیا کے تمام خانوادوں، تمام قوموں اور تمام ملکوں تک عام تھا،

صلائے عام تھا یارانِ نکتہ داں کیلئے

اب میرے ساتھ آیئے اس درسگاہ کی حیثیت کا پتہ لگائیں، کیا یہ اسکول و کالج ہے جہاں ایک ہی فن کی تعلیم ہوتی ہے، یا اس کی حیثیت ایک جامع اور عمومی درسگاہ، یا کسی عظیم الشان یونیورسٹی کی ہے، جہاں ذوق، اور مناسبت طبع اور استعداد کے مطابق ہر ملک کے لوگوں کو اور ہر قوم کے افراد کو الگ الگ تعلیم ملتی ہے حضرت موسیٰؑ کی تعلیمی سیرت کو دیکھو کہ ان کے ہاں صرف فوج کے سپاہیوں اور یوشع جیسے صرف فوجی افسروں اور قاضیوں اور کچھ مذہبی عہدہ داروں کا وجود ہے، حضرت عیسیٰؑ کے طالب العلموں کو تلاش کرو، چند زہد پیشہ فقرا فلسطین کی گلیوں میں ملیں گے، مگر محمدؐ رسول اللہ صلعم کے ہاں کیا نظر آئیگا؟ ایک طرف اصحمہ حبش کا نجاشی بادشاہ، فروہ معان کا رئیس، ذو الکلاع حمیر کا رئیس، عامر بن شہر قبیلہ ہمدان کا رئیس، فیروز دیلمی اور مرکبود یمن کے رئیس، عبید و جعفر عمان کے رئیس، دوسری طرف بلال، یاسر، صہیب، خباب، عمار، ابو فکیہ، غلام، اور سمیہ، لبینہ، زنیرہ، نہدیہ، اور ام عبیس لونڈیاں ہیں، دیکھو شاہ و گدا، دونوں ایک صف میں کھڑے ہیں،

ایک طرف عقلائے روزگار اسرار فطرت کے محرم، دنیا کے جہانباں اور ملکوں کے فرماں روا اس درسگاہ سے تعلیم پاکر نکلے ہیں، ابو بکر صدیقؓ ہیں، عمر فاروقؓ ہیں، عثمان غنیؓ ہیں، علی مرتضیٰؓ ہیں، معاویہ بن ابی سفیانؓ ہیں، جنھوں نے مشرق سے مغرب تک افریقہ سے ہندوستان کی سرحد تک فرمانروائی

اور ایسی قربانی روا ئی جو دنیا کے بڑے سے بڑے شہنشاہ اور حکمراں کی سیاست و تدبیر اور نظم نسق کے کارنامون کو منسوخ کردیتی ہے، ان کے عدل و انصاف کے فیصلے ایرانی دستور اور رومی قانون کو بے اثر کردیتے ہیں اور دنیا کی سیاسی تاریخ میں وہ درجہ حاصل کر لیتے ہیں جنکی مثال نہیں پیش کی جاسکتی،

دوسری طرف خالد بن ولیدؓ سعد بن وقاصؓ، ابو عبیدہ بن جراحؓ عمرو بن العاصؓ پیدا ہوتے ہیں، جو مشرق و مغرب کی دو ظالم گنہگار اور انسانیت کے لئے لعنت سلطنتوں کا چند سال میں مرقع الٹ دیتے ہیں، اور دنیا کے وہ فاتحین اعظم اور سپہ سالار ثابت ہوتے ہیں، جنکے جوہر کی قدر آج بھی کیجاتی ہے، سعدؓ نے عراق و ایران کا تاج شہنشاہی اتار کر اسلام کے قدموں پر ڈالدیا، خالدؓ اور ابو عبیدہؓ نے رومیوں کو شام سے نکال کر ابراہیمؑ کی موعودہ زمین کی امانت مسلمانوں کے سپرد کردی حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرعون کی سرزمین، وادی نیل رومن شہنشاہی سے علٰحدہ کرلی، عبد اللہ بن زبیرؓ اور ابن ابی سرحؓ نے افریقہ کا میدان جیتا، وہ مشہور فاتحین اور سپہ سالار ہیں جنکی قابلیتوں کو زمانہ نے تسلیم کیا ہے، اور تاریخ نے انکی بزرگی کی شہادت دی ہے، تیسری طرف باذان بن ساسان (یمن) خالد بن سعید (صنعا) مہاجر بن امیہ (کندہ) زیاد بن لبید (حضر موت) عمرو بن حزم (نجران) یزید بن ابی سفیان (تیما) علاء بن حضرمی (بحرین) وغیرہ بیسیوں وہ صحابہ ہیں جنھوں نے صوبوں شہروں کی کامیاب حکومت کی اور خلق خدا کو آرام پہونچایا، چوتھی طرف علما اور فقہا کی صف ہے، عمر بن خطابؓ علی بن ابی طالبؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت عایشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ، ابن زبیرؓ وغیرہ ہیں جنھوں نے اسلام کے فن فقہ اور قانون کی بنیاد ڈالی، اور دنیا کے مقننین میں انھوں نے درجہ پایا، پانچویں صف عام ارباب روایت اور تاریخ کی ہے، مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو موسی اشعریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت براء بن عازبؓ وغیرہ

Marfat.com

سیکڑوں صحابہ ہیں جو احکام و وقائع کے ناقل اور راوی ہیں، ایک چھوٹی جماعت اُن ستر صحابہ صفہ کی ہے، جن کے سر رکھنے کے لئے مسجد نبوی کے چبوترہ کے سوا کوئی جگہ نہ تھی، بدن پر کے کپڑوں کے سوا دنیا میں انکی کوئی ملکیت نہ تھی، وہ دن کو جنگل سے لکڑیاں لاکر لادتے اور ان کو بیچکر کچھ خود کھاتے، کچھ خدا کی راہ میں دیتے، اور رات کو طاعت و عبادت میں بسر کرتے، ساتواں رخ دیکھو، ابوذرؓ ہیں، جنکے مانند آسمان کے نیچے ان سے زیادہ کوئی حق گو پیدا نہیں ہوا، اور جن کے نزدیک آج کا کھانا کل کے لئے اُٹھا رکھنا بھی شانِ توکل کے خلاف تھا اور جنکو دربار رسالت سے مسیح الاسلام کا خطاب عنایت کیا تھا، سلمان فارسیؓ ہیں جو زہد و تقوی کی تصویر ہیں، عبداللہ بن عمرؓ ہیں جنھوں نے ۳۰ برس کامل طاعت و عبادت میں گذارے اور جب ان کے سامنے خلافت پیش ہوئی تو فرمایا کہ اگر اسمیں مسلمانوں کا ایک قطرہ بھی خون گرے تو مجھے منظور نہیں، مصعب بن عمیرؓ ہیں جو اسلام سے پہلے قاقم و حریر کے کپڑے پہنتے اور ناز و نعمت میں پلے تھے اور جب اسلام لائے تو ٹاٹ اوڑھتے تھے، اور پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے اور جب شہادت پائی تو کفن کے لئے پورا کپڑا تک نہ ملا، پاؤں پر گھاس ڈال کر دفن ہوئے، عثمان بن مظعونؓ ہیں جو اسلام کے پہلے صوفی کہلاتے ہیں، محمد بن سلمہ ہیں جو فتنہ کے زمانہ میں کہتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان تلوار لیکر بھی میرے حجرے میں میرے قتل کرنے کو داخل ہو جائے تو میں اس پر وار نہ کروں گا، ابو درداءؓ ہیں جنکی راتیں نمازوں میں اور دن روزوں میں گذرتا تھا،

ایک اور طرف دیکھو، یہ بہادر کارپردازوں اور عرب کے مدبرین کی جماعت کی ہے، اس میں طلحہ ہیں زبیر ہیں، مغیرہ ہیں، مقداد ہیں، سعد بن معاذ ہیں، سعد بن عبادہؓ ہیں، اسید بن حضیر ہیں، اسعد بن زرارہؓ ہیں، عبدالرحمن بن عوفؓ ہیں، کاروباری دنیا میں دیکھو تو مکہ کے تاجر اور بیوپاری اور مدینہ کے کاشتکار اور کسان بھی ہیں، اور عبدالرحمن بن عوفؓ اور سعد بن زبیرؓ جیسے دولتمند بھی ہیں،

ایک جماعت حق کے شہیدوں اور بے گناہ مقتولوں کی ہے جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنی عزیز جانیں قربان کیں، مگر حق کا ساتھ چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے فرزند ہالہ تلواروں سے قیمہ کئے گئے، سمیہ حضرت عمارؓ کی والدہ ابوجہل کی برچھی کھا کر ہلاک ہوئیں، حضرت یاسرؓ کفار کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتے اٹھاتے مرگئے، حضرت خبیبؓ نے سولی پر جان دی، حضرت زیدؓ نے تلوار کے سامنے گردن جھکائی، حرام بن ملحان اور ان کے انہتر رفقاء نے بیر معونہ پر عصیہ و رعل، و ذکوان قبائل کے ہاتھوں بے کسی کے ساتھ جام شہادت پیا، واقعہ رجیع میں حضرت عاصمؓ اور ان کے سات رفیقوں کے بدن بنو لحیان کے سو تیر اندازوں کے تیروں سے چھلنی ہوئے، ۷ھ میں ابن ابی العوجاء کے ۴۹ ساتھی قبیلۂ بنو سلیم کے ہاتھوں شہید ہوئے، حضرت کعب بن عمر غفاریؓ مع اپنے ساتھیوں کے ذات اطلاح کے میدان میں شہید ہوئے، دنیا کے ایک مشہور مذہب کو صرف ایک سولی پر ناز ہے لیکن دیکھو کہ اسلام میں کتنی سولیاں، کتنے مذبح، اور کتنے مقتل ہیں،

تلوار کی دھار ہو کہ برچھی کی انی، یا سولی کی لکڑی بہرحال یہ ایک آنی تکلیف ہے، اس سے زیادہ استقلال، اور اس سے زیادہ صبر و آزمائش کی وہ زندگیاں ہیں، جو سالہا سال حق کی مصیبتوں میں گرفتار رہیں، جنھوں نے آگ کے شعلوں، گرم ریت کے فرش پر آرام کیا، اور پتھر کی سلوں کو اپنے سینوں پر رکھا، جن کے گلوں میں رسیاں ڈال کر گھسیٹی گئیں اور جب پوچھا گیا تو وہی محمدؐ کا کلمہ ان کی زبانوں پر تھا، شعب ابی طالب کی قید میں تین برس تک جنھوں نے طلح (ایک درخت) کے پتے کھا کھا کر زندگی بسر کی سعد وقاص کہتے ہیں کہ ایک رات بھوک کی شدت سے ایک سوکھا چمڑا مل گیا تو اسی کو دھو کر آگ پر بھونکر اور پانی میں ملا کر کھایا، عتبہ بن غزوان کہتے ہیں کہ ہم سات مسلمان تھے ان غیر فطری غذاؤں کو کھا کھا کر ہمارے منہ زخمی ہو گئے، خباب جب اسلام لائے تو کافروں نے انکو دہکتے ہوئے

Marfat.com

کوئلوں پر لٹایا، یہاں تک کوئلے انھیں کی پیٹھ کے نیچے ٹھنڈے ہو گئے، بلالؓ دوپہر کی جلتی ریت پر لٹائے جاتے اور سینہ پر پتھر کی سل رکھدی جاتی، ان کے گلے میں رسی باندھی جاتی اور گلی گلی ان کو گھسیٹا جاتا، ابو فکیہہ ان کے پاؤں میں رسی باندھکر زمین پر گھسیٹا جاتا، ان کا گلا دبایا گیا، ان کے سینہ پر اتنا بھاری پتھر رکھا گیا کہ زبان نکل پڑی، عمار جلتی ریت کے فرش پر لٹائے جاتے اور مارے جاتے، حضرت زبیر کو ان کے چچا چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیتے کہ محمدؐ کی غلامی سے نکل آؤ، سعید بن زیدؓ رسیوں میں باندھکر پیٹے جاتے، حضرت عثمانؓ کو ان کے چچا نے رسی میں باندھکر مارا، یہ سب کچھ تھا مگر جو نشہ چڑھ چکا تھا، وہ اترتا نہ تھا، یہ کیسا نشہ تھا؟ یہ ساقیِ کوثر کے خمخانۂ جاوید کا نشہ تھا،

عزیزو! غور کا مقام ہے، وہی وحشی عرب، وہی بت پرست عرب، وہی بد اخلاق عرب، یہ کیا انقلاب ہو گیا تھا؟ ایک امی کی تعلیم، جاہل عربوں کو عاقل، روشن دل، روشن دماغ اور مقنن کیونکر بنا گئی؟ ایک نہتے پیغمبر کا ولولۂ تبلیغ کس میرس عربوں کو سپہ سالار اور بہادر بنا کر زر و دولت کا خزانہ عطا کر دیتا تھا، جو خدا کے نام سے بھی آشنا نہ تھے وہ ایسے شب زندہ دار عابد متقی اور طاعت گزار کیونکر ہو گئے، تم نے درسگاہ محمدی یا مدینہ یونیورسٹی کی پوری سیر کر لی، ہر رنگ اور ہر مذاق کے طالب العلم دیکھے، عالم بھی دیکھے، مقنن بھی دیکھے، فوجی بھی دیکھے، قاضیِ عدالت بھی دیکھے، حکام اور والی بھی دیکھے غریب و مسکین بھی دیکھے، شاہ و امیر بھی دیکھے، غلام بھی دیکھے، آقا بھی دیکھے، لڑنے والے بھی دیکھے، مرنے والے بھی دیکھے، راہ حق کے شہیدوں کو بھی دیکھا، تم نے کیا فیصلہ کیا؟ اس کے سوا کیا فیصلہ ہو سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی ذاتِ انسانی کمالات اور صفات حسنہ کا ایک کامل مجموعہ تھی، اور یہ سب انھیں کی جامعیت کی نیرنگیاں اور جلوہ آرائیاں تھیں، جو کبھی صدیقؓ و فاروقؓ ہو کر چمکتی تھیں، کبھی ذی النورینؓ اور مرتضیٰؓ ہو کر نمایاں ہوتی تھیں، کبھی خالد و ابو عبیدہ اور کبھی سعد و جعفر طیار ہو کر سامنے آتی تھیں، کبھی ابن عمر اور ابو ذر اور سلمان اور ابو داؤد ہو کر مسجد و محراب میں نظر آتی تھیں، کبھی ابن عباسؓ

ابی بن کعبؓ، زید بن ثابت اور عبداللہ بن مسعودؓ کی صورت میں علم و فن کی درسگاہ اور عقل و حکمت کا دبستاں بن جاتی تھیں، کبھی بلال و صہیب اور عمار و خبیبؓ کی امتحان گاہوں میں تسلی کی روح اور تسکین کا پیام بن جاتی تھیں، گویا محمدؐ رسول اللہ صلعم کا وجود مبارک آفتاب عالمتاب تھا، جو چمکتا تھا، اور اس سے اونچے پہاڑ، ریتلے میدان، بہتی نہریں، سرسبز کھیت، اپنی اپنی طاقت کے مطابق مختلف قسم کے نور حاصل کرتے تھے، یا برستا بادل تھے، جو پہاڑ اور جنگل، میدان اور کھیت، ریگستان اور باغ ہر جگہ برستا تھا، اور ہر ٹکڑا اپنی اپنی استعداد کے مطابق سیراب ہو رہا تھا، اور قسم قسم کے رنگارنگ کے درخت، پھول، سبزے، بن رہے تھے، اور اگ رہے تھے،

ان نیرنگیوں کے ساتھ اور اس اختلافِ استعداد کے ساتھ ایک چیز تھی جو سب میں نمایاں تھی ایک بجلی تھی جو سب میں کوند رہی تھی، ایک روح تھی جو سب میں تڑپ رہی تھی، وہ بادشاہ ہوں یا گدا، امیر ہوں یا غریب، حاکم ہوں یا محکوم، قاضی ہوں یا گواہ، افسر ہوں یا سپاہی، استاد ہوں یا شاگرد، عابد و زاہد ہوں یا کاروباری، غازی ہوں یا شہید، توحید کا نور، اخلاص کی رو، مولیٰ کی رضا طلبی کا جوش، قربانی کا ولولہ، خلق کی ہدایت اور رہنمائی کا جذبہ، ہر ایک کے اندر کام کر رہا تھا، وہ جو کچھ بھی ہوں، جہاں بھی ہوں، اور جو بھی کر رہے ہیں، یہ فیضانِ حق سب میں یکساں اور برابر تھا راستوں، رنگتوں، اور مذاقوں کا اختلاف تھا، مگر خدا ایک تھا، قرآن ایک تھا، رسول ایک تھا، اور قبلہ ایک تھا، ہر رنگ اور ہر راستہ، اور ہر کام سے مقصود دنیا کی درستی، خلق کی ہمدردی، اور خدا کے نام کی اونچائی، اور حق کی ترقی تھی، اور اس کے سوا کوئی چیز ان کے پیش نظر نہ تھی،

عزیزو اور دوستو! ہم نے آج کی تقریر میں محمدؐ رسول اللہ صلعم کی صفت جامعیت کی نیرنگیاں مختلف پہلوؤں سے دکھائیں، اگر تم مطالعۂ فطرت کے بعد یقین رکھتے ہو کہ یہ دنیا انسانی مزاجوں

اور انسانی صلاحیتوں اور استعدادوں کے اختلاف کا نام ہے، تو یقین کرو کہ محمد رسول اللہ کی جامع شخصیت کے سوا اس کا کوئی آخری اور دائمی، اور عالمگیر رہنما نہیں ہو سکتا، اس لئے اعلان فرمایا ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ، اگر تم کو خدا کی محبت کا دعوی ہے تو میری پیروی کرو، اگر تم بادشاہ ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم رعایا ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم سپہ سالار ہو یا سپاہی ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو میری پیروی کرو، اگر دولتمند ہو تو میری پیروی کرو، اگر غریب ہو تو میری پیروی کرو، اگر بیکس اور مظلوم ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم خدا کے عابد ہو تو میری پیروی کرو، اگر قوم کے خادم ہو تو میری پیروی کرو، غرض جس نیک راہ پر بھی ہو اور بلند سے بلند اور عمدہ سے عمدہ نمونہ چاہتے ہو تو میری پیروی کرو،

اللھم صل علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

Marfat.com

۶

عملی پہلو یا عملیت

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

صاحبو! محمد رسول اللہ کی پیروی کس چیز میں اور کیوں کر کرنی چاہئے، اس کے لئے آج ہمکو سیرۃ نبوی علی صاحبہا السلام کا عملی پہلو دکھانا ہے، یہ انبیائے کرام اور بانیانِ مذہب کی موجودہ سیرتوں کا وہ باب ہے جو تمامتر خالی اور سادہ ہے، لیکن محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت کا یہی باب سب سے بڑا اور ضخیم ہے، اور تنہا یہی ایک معیار اس فیصلہ کے لئے کافی ہے کہ نبیوں کا سردار اور رسولوں کا خاتم کون ہو سکتا ہے، مفید نصیحتوں، میٹھی میٹھی باتوں، اور اچھی اچھی تعلیموں کی دنیا میں کمی نہیں، کمی جس چیز کی ہے، وہ کام اور عمل ہیں، موجودہ مذاہب کے شارعوں اور بانیوں کی سیرتوں کے تمام صفحے پڑھ جاؤ، عجیب تھیوریاں ملیں گی، دلآویز حکائتیں ملیں گی خطیبانہ بلند آہنگیاں ملیں گی، تقریر کا زور و شور اور فصاحت و بلاغت کا جوش نظر آئیگا، مؤثر تمثیلیں تھوڑی دیر کے لئے خوش کر دیں گی، مگر جو چیز نہیں ملتی اور نہیں ملتی وہ عمل، کام اور خود ان کو برت کر اور کر کے دکھانا ہے،

انسان کی عملی سیرت کا نام خُلق ہے یعنی اخلاق قرآن کے سوا اور کس دین اور مذہب کے صحیفہ نے اپنے شارع اور بانی کی نسبت اس بات کی کھلی شہادت دی ہے، کہ وہ اپنے عمل کے لحاظ سے بھی بدرجہا بلند انسان تھا، لیکن قرآن نے صاف کہا اور دوست و دشمن کے مجمع میں علی الاعلان کہا

انک لمن المرسلین و انک لعلیٰ خلق عظیم — اے محمد تو بیشک پیغمبروں میں سے ہے اور بیشک تو اخلاق کے بڑے درجہ پر ہے،

Marfat.com

یہ دونوں فقرے گو نحو میں معطوف و معطوف علیہ ہیں، لیکن درحقیقت اپنے اشارۃ النص اور ترکیب کلام کے لحاظ سے علت و معلول ہیں یعنی دعویٰ و دلیل ہیں، پہلے ٹکڑہ میں آپکے پیغمبر ہونے کا دعویٰ ہے، اور دوسرے ٹکڑے میں آپ کے عمل اور آپ کے اخلاق کو دلیل میں پیش کیا گیا ہے، یعنی آپکے اعمال اور آپ کے اخلاق خود آپ کی پیغمبری اور آپکے سچے رسول ہونے کی دلیل ہیں، مکہ کا امی معلم صلعم پکار کر کہتا تھا،

لم تقولون ما لا تفعلون (صف) وہ تم کیوں کہتے ہو جو تم خود کرتے نہیں،

اور اس اعلان کا اس کو حق تھا، کیونکہ وہ جو کچھ کرتا تھا، اس کو کر کے دکھا دیتا تھا، کوہ زیتون کے واعظ (حضرت عیسیٰ مسیح) اور کوہ صفا کے مبلغ (محمد رسول اللہ) ان دونوں کی سیرتوں کو اس عملی حیثیت سے پڑھو اور مطالعہ کرو، تو معلوم ہو گا کہ ایک کی سیرت اس سے یکسر خالی ہے، تو دوسری کی سر تا پا معمور، قوت پاکر عفو اور حلم پیش کرنا بلند اخلاقی ہے، لیکن کسی معذور مجبور یا کمزور کی خاموشی کی تعبیر عفو و حلم سے نہیں کی جا سکتی، دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی کو مارا نہیں، کسی کو قتل نہیں کیا، کسی کے ساتھ برائی نہیں کی، کسی کا مال نہیں لوٹا، کوئی گھر نہیں بنایا، کچھ جمع نہیں کیا، لیکن یہ سب کی سب منفی اور سلبی خوبیاں ہیں، یہ بتاؤ کہ مارا تو نہیں لیکن کسی غریب و کمزور کی مدد بھی کی، کسی کو قتل نہیں کیا لیکن کسی کو قتل ہونے سے بچایا بھی؟ کسی کے ساتھ برائی نہیں کی لیکن کسی کے ساتھ اچھائی بھی کی؟ کسی کا مال نہیں چھینا، لیکن کسی غریب و مسکین کو کچھ دیا بھی؟ اپنے لئے کوئی گھر نہیں بنایا، لیکن کسی بے گھر اور بے خانماں کو گھر اور پناہ بھی دی؟ اپنے لئے کچھ جمع نہیں کیا، لیکن دوسروں کو جو کچھ جمع ہو وہ بھی دینے اور دلانے کا کچھ سامان کیا؟ یہ ثبوتی اور ایجابی خوبیاں درکار ہیں، اور انھیں کا نام عمل ہے، قرآن پاک گواہی دیتا ہے،

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت خدا کی عنایت سے تم ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے

ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک (آل عمران)

ہو (اے محمدؐ!) اگر تم کہیں کج خلق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ جو تمھارے آس پاس جمع ہوئے ہیں تم سے چھٹ جاتے،

یہ آنحضرت صلعم کی نرم دلی کا متواتر بیان ہے، جو دعویٰ اور دلیل کے ساتھ خود صحیفۂ الٰہی میں موجود ہے، کہ اگر آپ نرم دل اور رحیم نہ ہوتے تو یہ وحشی، نڈر، بے خوف اور درشت مزاج عرب کبھی آپ کے پاس جمع نہ ہو جاتے، دوسری جگہ ارشاد ہے،

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم،

تمھارے پاس تم میں سے خود ایک پیغمبر آیا جس پر تمھاری تکلیف بہت شاق گذرتی ہے، تمھاری بھلائی کا دہ بھوکا ہے، اور ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے،

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے پہلے رسول اللہ صلعم کے ان جذبات کا ذکر فرمایا ہے جو تمام انسانوں کے ساتھ، اور تمام بنی نوع آدم کے ساتھ ہیں پھر فرمایا ہے، کہ اے لوگو! تمھاری تکلیف و مصیبت اٹھانا تمھاری گناہگاری اور جہاد و غزوات کی وجہ سے تمھارے آرام و آسایش میں خلل پڑنا رسول پر شاق اور ناگوار ہے، اور تمھاری بھلائی اور خیر طلبی کا وہ بھوکا ہے، بنی نوع انسان کے ساتھ اسکی یہی خیر خواہی تمھاری دعوت تبلیغ، اور نصیحت پر پیغمبر کو آمادہ کرتی ہے، اور جو لوگ اس کی دعوت اور پکار کو سن لیتے ہیں، وہ ان کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہے، غرض اس آیت پاک میں اس بات کی شہادت ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم تمام بنی نوع انسان کے خیر خواہ اور خیر طلب تھے اور مسلمان پر خصوصیت کے ساتھ مہربان اور شفیق تھے،

یہ آپ کے عملی اخلاق کے متعلق آسمانی شہادتیں ہیں،

قرآن پاک، اسلام کے احکام اور آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے جو تعلیمات انسانوں کو پہنچائی گئیں، ان کا مجموعہ ہے، بحیثیت ایک عملی پیغمبر کے آنحضرت صلعم کی سیرت مبارک درحقیقت قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے، جو حکم آپ پر اُتارا گیا، آپ نے خود اس کو کرکے بتایا، ایمان، توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات، جہاد، ایثار، قربانی، عزم، استقلال، صبر، شکر، دیگر حسن عمل اور حسن خلق کی باتیں جس قدر آپ نے فرمائیں ان کے لئے، سب سے پہلے آپ نے اپنا نمونہ پیش فرمایا، جو کچھ قرآن میں تھا، وہ سب مجسم ہو کر آپکی زندگی میں نظر آیا، چند صحابی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا ام المومنین! حضور کے اخلاق اور معمولات بیان فرمائیے۔ ام المومنین جواب میں کہتی ہیں کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے؟ کان خلق رسول اللہ صلعم القرآن، آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا، (ابوداؤد) قرآن الفاظ وعبارت ہے اور محمد رسول اللہ کی سیرت اس کا عملی آئینہ تھی، انسان کے اخلاق، عادات، اور اعمال کا بیوی سے بڑھکر کوئی واقف کار نہیں ہو سکتا، آنحضرت صلعم نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت حضرت خدیجہؓ ۱۵ برس برابر آپکی صحبت میں رہ چکی تھیں، اور یہ مدت اتنی بڑی ہے کہ جسمیں ایک انسان دوسرے انسان کے عادات اور خصائل اور طور وطریقہ سے اچھی طرح واقف ہو سکتا ہے، آنحضرت صلعم جب نبوت کے بارِ گراں سے گھبراتے ہیں تو حضرت خدیجہ تسکین دیتی ہیں، کہ "یا رسول اللہ! خدا آپ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑیگا، کیونکہ آپ قرابت والوں کا حق پورا کرتے ہیں، مقروضوں کا قرض ادا کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں، مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں، حق کی طرفداری کرتے ہیں، مصیبتوں میں آپ لوگوں کے کام آتے ہیں" (بخاری، غدر کیجئے) یہ آپکی وہ عملی مثالیں ہیں جو نبوت کے ظاہر ہونے سے پہلے آپ میں موجود تھیں۔

آنحضرت صلعم کی تمام بیویوں میں سے حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے زیادہ محبوب حضرت عائشہؓ تھیں حضرت عائشہؓ نو برس متصل آپ کی صحبت میں رہیں، وہ گواہی دیتی ہیں کہ "حضور کی عادت

کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی، برائی کے بدلہ میں برائی نہیں کرتے تھے، بلکہ چھوڑ دیتے تھے، اور معاف کر دیتے تھے، آپ گناہ کی بات سے کوسوں دور رہتے تھے، آپنے کبھی کسی سے اپنا ذاتی انتقام اور بدلہ نہیں لیا، آپنے کبھی کسی غلام، لونڈی، عورت یا خادم کو یہاں تک کہ کسی جانور تک کو کبھی نہیں مارا، آپنے کبھی کسی کی جائز درخواست اور فرمایش کو رد نہیں فرمایا،"

رشتہ داروں میں حضرت علیؓ سے بڑھکر کوئی آپ کے دن رات کے حالات اور اخلاق سے واقف نہ تھا، وہ بچپن سے جوانی تک آنحضرت صلعم کی خدمت میں رہے تھے؛ وہ گواہی دیتے ہیں، کہ "آپ ہنس مکھ، طبیعت کے نرم، اور اخلاق کے نیک تھے، طبیعت میں مہربانی تھی سخت مزاج نہ تھے، کوئی برا کلمہ کبھی منہ سے نہیں نکالتے تھے، لوگوں کے عیب اور کمزوریوں کو نہیں ڈھونڈھا کرتے تھے، کسی کی کوئی فرمایش اگر مزاج کے خلاف ہوتی تو خاموش رہجاتے نہ اس کو صاف جواب دیکر مایوس کر دیتے تھے، اور نہ اپنی منظوری ظاہر کر دیتے تھے، واقف کار سمجھ جاتے کہ آپ کا کیا منشا ہے، یہ اس لئے تھا کہ آپ کسی کا دل توڑنا نہیں چاہتے تھے، دل شکنی نہیں کرتے تھے، بلکہ دلوں پر مرہم رکھتے تھے، کہ آپ رؤف و رحیم تھے،

حضرت علیؓ کہتے ہیں، کہ آپ نہایت فیاض، بہت بڑے سخی، راست گو، نہایت نرم طبع تھے، لوگ آپکی صحبت میں بیٹھتے تو خوش ہو جاتے، آپ کو پہلی دفعہ جو دیکھتا وہ دیکھکر مرعوب ہو جاتا لیکن جیسے جیسے وہ آپسے ملتا جاتا آپسے محبت کرنے لگتا، (شمائل ترمذی)

آپکی سیرت پڑھ کر بعینہ یہی خیال انگلینڈ کے سب سے مشہور مؤرخ گبن نے ظاہر کیے ہیں،

آنحضرت صلعم کے سوتیلے فرزند یعنی حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے صاحبزادہ حضرت ہندؓ جو گویا آپکے پروردہ تھے گواہی دیتے ہیں کہ آپکی طبیعت میں نرمی تھی، سخت مزاج نہ تھے کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے، کسی کی عزت کے خلاف کوئی بات نہیں کہتے تھے، چھوٹی چھوٹی

باتوں پر وہ لوگوں کا شکریہ ادا کرتے تھے، کسی چیز کو بُرا نہیں کہتے تھے، کھانا جس قسم کا سامنے آتا کھالیتے، اس کو برا نہ کہتے آپکو اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی غصہ نہ آتا اور نہ کسی سے بدلہ اور انتقام لیتے اور نہ کسی کی دل شکنی گوارا کرتے لیکن اگر کوئی کسی حق بات کی مخالفت کرتا، تو اس حق کی حمایت اور طرفداری میں آپ کو غصہ آجاتا، اور اس حق کی آپ پوری حمایت فرماتے تھے (شمائل)

یہ ان لوگوں کی شہادتیں آپ کے حق میں ہیں جو آپ سے بہت زیادہ واقف تھے، اس سے یہ معلوم ہوگا کہ آپکی سیرۃ مبارکہ کی عملی حیثیت کیا تھی، وہ یہ تھی کہ آپ نے بحیثیت ایک پیغمبر کے اپنے پیروؤں کو جو حکم دیا سب سے پہلے خود اس پر عمل فرمایا،

آپ نے لوگوں کو خدا کی یاد اور محبت کی نصیحت کی، صحابہ کی زندگی میں اس تلقین کا جو اثر نمایاں ہوا، وہ تو الگ چیز ہے خود آپ کی زندگی اس کے کہاں تک مطابق تھی، اس پر غور کرو، شب و روز میں کم کوئی ایسا لمحہ تھا جب محمدؐ کا دل خدا کی یاد سے اور آپکی زبان خدا کے ذکر سے خالی ہو، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، پہنتے اوڑھتے، ہر حالت میں اور ہر وقت خدا کا ذکر اور اس کی حمد زبان مبارک پر جاری رہتی، آج حدیث کی کتابوں کا ایک کثیر حصہ انھیں دعاؤں اور مبارک کلمات کے بیان میں ہے، جو مختلف حالات اور مختلف وقتوں کی مناسبت سے آپ کی زبان فیض اثر سے ادا ہوئیں حصن حصین دو سو صفحوں کی کتاب صرف ان دعاؤں اور کلمات کا مجموعہ ہے جن کے فقرہ فقرہ سے خدا کی محبت عظمت، جلالت، اور خشیت نمایاں ہے، اور جن سے ہر وقت زبان اقدس تر رہتی، قرآن نے اچھے بندوں کی یہ تعریف کی ہے،

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ	جو اٹھتے، بیٹھتے، سوتے ہر وقت خدا کی یاد میں مصروف رہتے ہیں،

یہی آپ کی زندگی کا نقشہ تھا حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، آپ ہر وقت اور ہر لمحہ خدا کی یاد میں مصروف رہتے تھے،

آپ نے لوگوں کو نماز کا حکم دیا، مگر خود آپکا حال کیا تھا، عام پیرؤں کو تو پانچ وقتوں کی نماز کا حکم تھا، مگر خود آپ آٹھ وقت نماز پڑھتے تھے، پانچ معمولی اور طلوع آفتاب کے بعد اشراق کچھ اور دن اٹھنے پر چاشت، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشا، پھر تہجد، پھر صبح، عام مسلمانوں پر تو صبح کو دو رکعتیں، مغرب کو تین اور بقیہ اوقات میں چار چار رکعتیں فرض ہیں گویا کل شب و روز میں ۱۷ رکعتیں، مگر آنحضرت صلعم ہر روز کم و بیش پچاس ساٹھ رکعتیں نماز کی ادا فرمایا کرتے فرض نماز پنجوقتہ کے بعد تہجد کی نماز معاف ہوگئی، مگر آنحضرت صلعم اس کو بھی ادا فرماتے رہتے اور پھر کیسی نماز کہ رات رات بھر کھڑے کے کھڑے رہجاتے، کھڑے کھڑے پائے مبارک میں ورم آجاتا حضرت عائشہؓ عرض کرتیں، اللہ نے تو آپ کو ہر طرح معاف کر دیا ہے پھر اس قدر کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں، فرماتے اے عائشہ! کیا میں خدا کا شکرگذار بندہ نہ ہوں، یعنی یہ نماز خشیتہ الٰہی سے نہیں ہے، بلکہ محبت الٰہی اس کا منشا ہے، رکوع میں اتنی دیر جھکے رہتے کہ دیکھنے والے کہتے کہ شاید آپ سجدہ کرنا بھول گئے،

آغاز نبوت سے ہی آپ نماز پڑھتے تھے، کفار آپ کے سخت دشمن تھے مگر عین حرم میں جا کر سب کے سامنے نماز پڑھتے تھے، کئی دفعہ نماز کی حالت میں دشمنوں نے آپ پر حملہ کیا، مگر خدا کی یاد سے باز نہ آئے، سب سے سخت موقع نماز کا وہ تھا جب کفار کی فوجیں مقابل ہوتیں تیر و خنجر چلتے ہوتے، اور ادھر نماز کا وقت آیا، اور صفیں درست ہوگئیں، بدر کے معرکہ میں تمام مسلمان دشمنوں کے مقابل میں تھے، مگر خود ذات اقدس خدا کے آگے سجدہ میں جھکی ہوئی تھی تمام عمر کبھی کوئی نماز عموماً اپنے وقت سے نہیں ہٹی، اور نہ کبھی کسی وقت کی نماز قضا ہوئی، الا یہ کہ ایک دن غزوۂ خندق

Marfat.com

میں کافروں نے عصر کی نماز کا موقع نہیں دیا، اور ایک دفعہ اور کسی غزوہ کے سفر میں رات بھر چل کر صبح کو تمام لوگ سو گئے، تو آپ نے بعد کو نماز قضا ادا کی، اس سے زیادہ یہ کہ مرض الموت میں شدت کا بخار ہے، سخت تکلیف ہے، اگر نماز جیسی کہ جماعت بھی ترک نہ ہوئی، قوت جواب دیچکی ہے مگر دو صحابیوں کے کندھوں پر سہارا دیکر مسجد تشریف لاتے ہیں، مرنے سے صرف تین دن پہلے جب آپ نے اٹھنے کا قصد کیا تو غشی طاری ہوئی، اس وقت نماز باجماعت ترک ہوئی، یہ تھا خدا کی یاد اور ذکر کا عمل،

آپ نے روزہ کا حکم دیا عام مسلمانوں پر سال میں تیس دن کے روزے فرض ہیں مگر خود آپکی کیا کیفیت تھی، کوئی ہفتہ اور کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہ تھا حضرت عائشہؓ کہتی ہیں جب آپ روزے رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپ اب کبھی افطار نہ کریں گے، آپ نے مسلمانوں کو ایک دن بھر کے روزہ سے زیادہ کی ممانعت فرمائی مگر خود آپ کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی دو دو تین تین دن متصل روزے رکھتے تھے، اور اس عرصہ میں ایک دانہ بھی منہ پر نہ رکھتے، دوسرے صحابہ اس کی تقلید کرنا چاہتے، تو فرماتے "تم میں سے کون میرے مانند ہے، مجھکو تو میرا آقا کھلاتا پلاتا ہے"، سال میں دو مہینے شعبان اور رمضان پورے روزے سے گذرتے تھے، ہر مہینہ میں چاندراتوں کو اکثر روزے رکھتے، محرم کے دس دن اور شوال کے ۶ دن روزوں میں گذرتے، ہفتہ میں دوشنبہ اور جمعرات کا دن روزوں میں گذرتا،

یہ تھا آپ کا عملی نقشۂ زندگی،

آپ نے لوگوں کو زکواۃ و خیرات کا حکم دیا، تو پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا حضرت خدیجہؓ کی شہادت تم سن چکے کہ انھوں نے کہا "یا رسول اللہ آپ قرضداروں کا قرض ادا کرتے ہیں، غریبوں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں"، گو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم سب کچھ چھوڑ کر

میرے پیچھے آؤ، اور نہ گھر بار سب لوٹا دینے کا حکم فرمایا، اور نہ آسمان کی بادشاہت کا دروازہ
دولت مندوں پر بند کیا، دوسروں کو صرف یہ حکم دیا کہ اپنی کمائی میں سے کچھ خدا کا حق بھی ادا کرو
وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ مگر خود آپ کا عمل یہ رہا، کہ جو کچھ آیا خدا کی راہ میں خرچ ہو گیا، غزوات
اور فتوحات سے مال واسباب کی کمی نہ تھی، مگر وہ سب غیروں کے لئے تھا، اپنے لئے کچھ نہ تھا، فتح خیبر
کے بعد یعنی ۷ھ سے یہ معمول تھا کہ سال بھر کے خرچ کے لئے تمام ازواج مطہرات کو غلہ تقسیم
کر دیا جاتا تھا، مگر ہوتا کیا تھا، سال تمام بھی نہیں ہونے پاتا تھا کہ غلہ تمام ہو جاتا تھا، اور فاقہ پر فاقہ
شروع ہو جاتا تھا، کیونکہ غلہ کا بڑا حصہ اہل حاجت کے نذر کر دیا جاتا تھا حضرت ابن عباسؓ
کہتے ہیں تمام لوگوں سے زیادہ آپ سخی تھے، اور سب سے زیادہ سخاوت آپ رمضان المبارک میں فرماتے
تھے، تمام عمر کسی سوال کے جواب میں نہیں کا لفظ نہیں فرمایا، کبھی کوئی چیز تنہا نہیں کھاتے، کتنی
ہی کم کوئی چیز ہوتی، مگر حاضرین کو شریک کر لیتے، لوگوں کو عام حکم تھا کہ جو مسلمان مر جائے اور
قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو، اس کا قرض میں ادا کروں گا، اور جو اس نے ترکہ چھوڑا ہو وہ
اس کے وارثوں کا حق ہے، ایک دفعہ ایک بدو نے آکر کہا "اے محمدؐ! یہ مال نہ تیرا ہے، اور نہ
تیرے باپ کا ہے، میرے اونٹ کو لاد دے" آپ نے اس کے اونٹ کو جو اور کھجوروں سے
لدوا دیا، اور اس کے کہنے کا برا نہ مانا، خود فرمایا کرتے، اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ
وَاللّٰهُ يُعْطِي میں تو بانٹنے والا اور خزانچی کی حیثیت رکھتا ہوں اصل دینے والا تو خدا ہے حضرت ابوذرؓ
کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو آپ ان کے ساتھ ایک راستہ سے گذر رہے تھے تو فرمایا اگر
میرے لئے احد کا پہاڑ سونا ہو جائے تو کبھی میں پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گذر جائیں اور اس میں سے
ایک دینار بھی میرے پاس رہ جائے، الا یہ کہ کسی قرض کے ادا کرنے کے لئے کچھ رکھ چھوڑ دوں،
اسی پر آپ کا عمل تھا، بحرین سے ایک دفعہ خراج کا لدا ہوا خزانہ آیا، آپ نے فرمایا کہ وہ

Marfat.com

صحن مسجد میں ڈال دیا جائے، صبح کی نماز کیلئے تشریف لائے، تو لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا کہ یہ کیا سنگریزے پڑے ہیں، نماز کے بعد ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم کرنا شروع کر دیا، اور جب وہ سب ختم ہو گیا، تو دامن جھاڑ کر اس طرح کھڑے ہو گئے کہ گویا کوئی غبار تھا جو دامن مبارک پر پڑ گیا تھا، ایک دفعہ فدک سے چار اونٹ پر غلہ لد کر آیا، کچھ قرض تھا، وہ ادا کیا گیا، کچھ لوگوں کو دیا گیا، حضرت بلالؓ سے دریافت کیا کہ کچھ بچ تو نہیں رہا، عرض کی اب کوئی لینے والا نہیں، اس لئے بچ رہا، فرمایا جب تک وہ دنیا کا مال باقی ہے، میں گھر نہیں جا سکتا، چنانچہ رات مسجد میں بسر کی، صبح کو حضرت بلالؓ نے بشارت دی کہ یا رسول اللہ خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا یعنی جو کچھ تھا وہ تقسیم ہو گیا، آپ نے خدا کا شکر کیا، ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد خلاف معمول فوراً اندر تشریف لے گئے، اور پھر باہر آ گئے، لوگوں کو تعجب ہوا، فرمایا مجھکو نماز میں خیال ہوا کہ سونے کا ذرہ سا ٹکڑا گھر میں پڑا رہ گیا ہے، خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ رات آ جائے اور وہ گھر میں پڑا رہ جائے، ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ ملول اور رنجیدہ اندر تشریف لائے، میں نے سبب دریافت کیا فرمایا، ام سلمہ! کل جو سات دینار آئے تھے، شام ہو گئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے، آپ مرض الموت کے بستر پر پڑے ہیں تکلیف ہے، بے چینی ہے، لیکن اسی وقت یاد آتا ہے کہ کچھ اشرفیاں گھر میں پڑی ہیں، حکم ہوتا ہے کہ انھیں خیرات کرو، کیا محمدؐ اپنے رب سے اس طرح ملے گا، کہ اس کے پیچھے اس کے گھر میں اشرفیاں پڑی ہوں،

یہ تھی آپکی زندگی کی عملی مثال،

آپ نے زہد و قناعت کی تعلیم دی، ساتھ ہی آپکا عمل کیا تھا؟ سن چکے کہ عرب کے گوشہ گوشہ سے جزیہ، خراج، عشر اور زکوٰۃ و صدقات کے خزانے لدے چلے آتے تھے، مگر شہنشاہِ عرب کے گھر میں وہی فقر تھا، اور وہی فاقہ تھا، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کہا کرتی

Marfat.com

یقین کہ حضور اس دنیا سے تشریف لے گئے، مگر دو وقت بھی سیر ہو کر کھانا نصیب نہ ہوا،

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب آپ نے وفات پائی تو گھر میں اس دن کے لئے تھوڑے سے جو کے سوا کچھ موجود نہ تھا، اور آپکی زرہ چند سیر جو کے بدلہ میں ایک یہودی کے یہاں رہن تھی، فرمایا کرتے کہ "فرزند آدم کو ان چند چیزوں کے سوا اور کسی چیز کا حق نہیں، رہنے کو ایک جھونپڑا، تن ڈھانکنے کو ایک کپڑا، پیٹ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی" (ترمذی) یہ نصیحت تھی، تو اس پر عمل بھی تھا، رہنے کا مکان ایک حجرہ تھا جسمیں کچی دیوار کھجور کے پتوں اور اونٹ کے بالوں کی چھت تھی، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں آپ کا کپڑا کوئی تہ کر کے نہیں رکھا جاتا، یعنی جو بدن مبارک پر کپڑا تھا، اس کے سوا کوئی اور کپڑا ہی نہیں ہوتا تھا جو تہ کیا جاتا، ایک دفعہ ایک سائل خدمت اقدس میں آیا، اور بیان کیا کہ سخت بھوکا ہوں، آپ نے ازواج مطہرات کو کہلا بھیجا، کہ کچھ کھانے کو ہو تو بھیجدو، ہر جگہ سے جواب آیا کہ گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں، ابو طلحہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے ہیں، اور بھوک سے ادھر اودھر کروٹیں بدل رہے ہیں، ایک دفعہ صحابہؓ نے آپکی خدمت میں فاقہ کشی کی شکایت کی اور سب نے پیٹ کھول کر دکھایا کہ ایک ایک پتھر بندھا ہے، آپ نے شکم مبارک کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر تھے، یعنی دو دن سے فاقہ تھا، اکثر بھوک کی وجہ سے آواز میں کمزوری اور نقاہت آجاتی تھی، ایک دن دولت خانہ سے نکلے تو بھوکے تھے، حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر تشریف لائے وہ نخلستان سے کھجور توڑ لائے، اور کھانے کا سامان کیا، کھانا جب سامنے آیا تو آپ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھکر فرمایا کہ فاطمہؓ کو بھجوا دو، کئی دن سے اسکو کھانا نصیب نہیں ہوا ہے،

آپ کو اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنین علیہما السلام سے بڑی محبت تھی،

Marfat.com

مگر یہ محبت شہنشاہِ عرب نے بیش قیمت کپڑوں اور سونے چاندی کے زیورات کے ذریعہ سے نہیں ظاہر فرمائی، ایک دفعہ حضرت علیؓ کا دیا ہوا سونے کا ہار حضرت فاطمہؓ کے گلے میں دیکھا فرمایا، اے فاطمہؓ! تم کیا یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ محمدؐ کی بیٹی گلے میں آگ کا طوق ڈالے ہے، حضرت فاطمہؓ نے اسی وقت وہ طوق اتار کر بیچ ڈالا اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید کر آزاد کیا، اسی طرح ایک دفعہ حضرت عایشہؓ نے سونے کے کنگن پہنے تو اتروا دیا کہ محمدؐ کی بیوی کو یہ زیبا نہیں، فرمایا کرتے کہ انسان کے لئے اتنا ہی کافی ہے جس قدر ایک مسافر کو زادِ راہ! یہ قول تھا، اور عمل یہ تھا کہ ایک دفعہ جاں نثار ملنے آئے تو دیکھا کہ پہلو میں چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں، عرض کی یا رسول اللہ ہم لوگ ایک گدا بنا کر حاضر کرنا چاہتے ہیں، فرمایا مجھکو دنیا سے کیا غرض؟ مجھکو دنیا سے اسی قدر تعلق ہے جس قدر اس سوار کو جو راستہ چلتے تھوڑی دیر کے لئے کسی سایہ میں آرام کرتا ہے، اور پھر آگے بڑھ جاتا ہے، ۹ھ میں جب اسلام کی حکومت یمن سے شام تک پھیلی تھی، آپکی خانگی کیفیت یہ تھی جسم مبارک پر ایک تہبند، ایک کھری چارپائی، سرہانے ایک تکیہ جسمیں خرمے کی چھال بھری تھی، ایک طرف تھوڑے جو، ایک کونے میں ایک جانور کی کھال، کھونٹی میں پانی کے مشکیزے!

یہ تھا زہد و قناعت پر آپکا عمل،

دوستو! ایثار پر وعظ کہنے والوں کو تم نے بہت پایا ہوگا، مگر کیا کسی ایثار کرنے والے واعظ کے صحیفۂ سیرت میں اس کی مثال بھی دیکھی ہے؟ آؤ پیغمبر آخر الزمانؐ کے پاس، آپ نے لوگوں کو اس کی تعلیم دی اور خود بھی کر کے دکھایا حضرت فاطمہؓ سے آپ کو جو محبت تھی وہ ظاہر ہے، مگر عسرت اور تنگدستی سے ان کا یہ حال تھا کہ چکی پیستے پیستے ہتھیلیاں گھس گئی تھیں، اور مشکیزہ کے اثر سے سینہ پر نیل کے داغ پڑ گئے تھے، ایک دن حاضر ہو کر پدر بزرگوار

Marfat.com

سے ایک خادمہ کی خواہش ظاہر کی ارشاد ہوا ابتک صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں ہوا دوسری روایت میں ہے فرمایا، فاطمہؓ بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کرچکے، ایک دفعہ آپ کے پاس چادر نہ تھی، ایک خادم نے لاکر پیش کی ایک صاحب نے کہا کیسی اچھی چادر ہے، اسی وقت اتار کر ان کے نذر کردی، ایک صحابیؓ کے گھر کوئی تقریب تھی، مگر کوئی سامان نہ تھا ان سے کہا عائشہؓ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ، وہ گئے اور جاکرے آئے، حالانکہ آپ کے گھر میں اس کے سوا رات کو کچھ کھانے کو نہ تھا، ایک دن اصحاب صفہ کو لے کر حضرت عائشہؓ کے گھر پہونچے اور فرمایا جو کچھ کھانے کو ہو لاؤ، چونی کا پکا ہوا کھانا حاضر کیا گیا وہ کافی نہ ہوا، کوئی اور چیز طلب کی، تو چھوہارے کا حریرہ پیش ہوا، پھر پیالہ میں دودھ آیا مگر یہی سامان مہمانی کی آخری قسط گھر میں تھی،

یہ تھا ایثار اور اس پر عمل،

خدا پر اعتماد، توکل اور بھروسہ کی شان دیکھنا ہو تو محمدؐ رسول اللہ میں دیکھو، حکم تھا کہ واصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل، جس طرح الوالعزم پیغمبروں نے صبر و استقلال دکھایا تو بھی دکھا، آپنے کرکے دکھادیا، ایک جاہل ان پڑھ قوم میں پیدا ہوئے جو اپنے معتقدات کے خلاف ایک لفظ بھی نہ سن سکتی تھی، جو مرنے مارنے پر تیار ہو جاتی تھی، مگر آپنے کوئی پروا نہ کی، عین حرم میں جاکر خدائے واحد کی آواز بلند کرتے تھے، اور وہاں سب کے سامنے نماز ادا کرتے تھے، حرم محترم کا صحن قریش کے رئیسوں کی نشست گاہ تھی، مگر آپ انکی پروا نہیں کرتے تھے جب آیت فاصدع بما تؤمر (اے محمدؐ جو تم کو حکم دیا جاتا ہے اس کو علی الاعلان سنادو) نازل ہوئی تھی تو آپ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر تمام قریش کو پکارا، اور خدائے برحق کا حکم پہونچایا، قریش نے آپکی راہ میں کیا کیا نہ کیا جسم مبارک پر صحن حرم کے اندر نجاست

ڈالی گئی، گلے میں چادر ڈال کر پھانسی کی کوشش کی گئی، راستہ میں کانٹے بچھائے گئے، ابو طالب نے آپکی حمایت سے ہاتھ اٹھا لینے کا جب اشارہ کیا تو کس جوش اور ولولہ سے فرمایا کہ چچا جان! اگر قریش میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب بھی رکھدیں تو بھی میں اس فرض سے باز نہ آؤنگا، آخر آپ کو بنی ہاشم کے پہاڑی درہ میں تین سال تک گویا قید رکھا گیا، آپکا اور آپ کے خاندان کا مقاطعہ کیا گیا، غلہ اندر جانے کی روک تھام کی گئی، بچے بھوک سے بلبلاتے تھے، جوان درخت کے پتے کھا کھا کر اپنے منہ زخمی کر چکے تھے، آخر آپکے قتل کی سازش ہوئی یہ سب کچھ ہوا مگر صبر و استقلال کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹا، ہجرت کے وقت غار ثور میں پناہ لیتے ہیں، کفار آپکا پیچھا کرتے ہوئے غار کے منہ تک پہونچ جاتے ہیں، اور آپکے یارِ مددگار اور غیر مسلح محمد رسول اللہ صلعم اور مسلح قریش کے درمیان چند گز کا فاصلہ رہجاتا ہے، ابوبکرؓ گھبرا اٹھتے ہیں، کہ یا رسول اللہ ہم دو ہی ہیں، ایک تسکین سے بھری ہوئی آواز آتی ہے، ابوبکرؓ ہم دو نہیں تین ہیں لا تحزن ان اللہ معنا، گھبراؤ نہیں ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے، اسی ہجرت کے اثنائے راہ میں آنحضرتؐ کی گرفتاری کے لئے سراقہ بن جعشم گھوڑا دوڑاتے ہوئے اور نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے آپ کے پاس پہونچ جاتا ہے حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں، یا رسول اللہ ہم پکڑے گئے، مگر وہاں محمد رسول اللہ کے لب قرآن خوانی میں مصروف تھے، اور دل کی سکینت کا وہی عالم تھا،

مدینہ پہونچ کر، یہود کا منافقین کا اور قریش کے غارتگروں کا ڈر تھا، لوگ آنحضرت صلعم کے مسکن کا راتوں کو پہرا دیتے تھے، کہ ایک دفعہ یہ آیت نازل ہوتی ہے واللہ یعصمک من الناس یعنی "خدا تجھکو لوگوں سے بچائیگا" اسی وقت خیمہ سے سر باہر نکال کر پہرے کے سپاہیوں کو فرمایا، "لوگو واپس جاؤ، مجھے چھوڑ دو کہ میری حفاظت کی ذمہ داری خود خدا نے لے لی ہے"

Marfat.com

غزوۂ نجد سے واپسی میں آپ ایک درخت کے نیچے آرام فرماتے ہیں صحابہ ادھر ادھر ہٹ گئے ہیں، ایک بدو تلوار کھینچ کر سامنے آتا ہے، آپ بیدار ہوتے ہیں موقع کی نزاکت کو دیکھو، بدو پوچھتا ہے بتاؤ اے محمدؐ اب کون تم کو میرے ہاتھوں سے بچا سکتا ہے، اطمینان اور تسکین سے بھری ہوئی آواز آئی کہ اللہ! اس پر اثر جواب نے دشمن کو متاثر کر دیا، اور اس نے تلوار نیام میں کر لی،

بدر کا معرکہ ہے، تین سو نہتے مسلمان ایک ہزار لوہے میں غرق قریشی لشکر سے نبرد آزما ہیں مگر تین سو سپاہیوں کا سپہ سالار خود کہاں ہے؟ معرکۂ کارزار سے الگ خدا کی بارگاہ میں دست بدعا ہے، کبھی پیشانی زمین پر ہوتی ہے، اور کبھی ہاتھ آسمان کی جانب اٹھتے ہیں کہ خداوند اگر آج یہ چھوٹی سی جماعت قربان ہو گئی تو پھر کوئی تیرا پرستار اس دنیا میں باقی نہ رہے گا ایسے موقع بھی آئے ہیں کہ مسلمان کے قدم اکھڑ گئے ہیں، وہ پیچھے ہٹ گئے ہیں مگر خدا کی نصرت اور مدد پر اعتماد کامل اور بھروسہ رکھنے والا پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہا، احد میں اکثر مسلمان نے قدم پیچھے ہٹا لیا مگر محمد رسول اللہ اپنی جگہ پر تھے، پتھر کھائے تیروں اور تلواروں اور نیزوں کے حملے ہو رہے تھے، خود سر مبارک میں دھنس گیا تھا دندانِ مبارک شہید ہو چکا تھا، چہرۂ اقدس زخمی ہو رہا تھا مگر اس وقت ہاتھ لوہے کی تلوار پر نہیں رکھا بلکہ خدا ہی کی نصرت پر بھروسہ اور اعتماد رہا، اور اسکی حفاظت کی ذمہ داری کا اسی طرح یقین تھا حنین کے میدان میں ایک دفعہ دس ہزار نیزوں کا جب مینہ برسا، تو تھوڑی دیر کے لئے مسلمان پیچھے ہٹ گئے مگر ذات اقدس اپنی جگہ پر تھی، ادھر سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی، اور ادھر سے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب (میں پیغمبر ہوں جھوٹ نہیں ہے، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں) کا نعرہ بلند تھا، سواری سے نیچے اتر آئے، اور فرمایا میں خدا کا بندہ اور پیغمبر ہوں اور

Marfat.com

پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے، تم کو کسی اور ایسے سپہ سالار کا حال بھی معلوم ہے، جسکی بہادری اور استقلال کا یہ عالم ہو کہ فوج کسی قدر کم ہو، کسی قدر غیر مسلح ہو، وہ اس کو چھوڑ کر پیچھے بھی کیوں نہ ہٹ گئی ہو، مگر نہ تو اپنی جان کے بچانے کے لئے وہ بھاگتا ہے، اور نہ اپنی حفاظت کے لئے تلوار اٹھاتا ہے، بلکہ ہر حال میں خود زمین کی طاقتوں سے غیر مسلح ہو کر، آسمان کی طاقتوں سے مسلح ہونے کی درخواست کرتا ہے، اور دعا کرتا ہے،

یہ تھی اس راہ میں آپکی عملی مثال!

تم نے دشمنوں کے پیار کرنے کا وعظ سنا ہو گا، لیکن اس کی عملی مثال نہیں دیکھی ہو گی، آؤ مدینہ کی سرکار میں تم کو دکھاؤں، مکہ کے حالات چھوڑتا ہوں کہ میرے نزدیک محکومی بیکسی اور معذوری، عفو و درگذر اور رحم کے ہم معنی نہیں ہے، ہجرت کے وقت قریش کے رئیس یہ اشتہار دیتے ہیں کہ جو محمدؐ کا سر قلم کر کے لائیگا اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے، سراقہ بن جعشم اس انعام کے لالچ میں مسلح ہو کر گھوڑا آپکے تعاقب میں ڈالتے ہیں، قریب پہونچ جاتے ہیں حضرت ابو بکرؓ گھبرا جاتے ہیں، حضور دعا کرتے ہیں، تین دفعہ گھوڑے کے پاؤں دھنس جاتے ہیں، تیر کے پانسہ نکال کر فال دیکھتے ہیں، ہر دفعہ جواب آتا ہے کہ ان کا پیچھا نہ کرو نفسی یعنی سائیکالوجیکل حیثیت سے سراقہ مرعوب ہو چکے ہیں، واپسی کا عزم کر لیتے ہیں، حضور کو آواز دیتے ہیں اور خط امان کی درخواست کرتے ہیں، کہ جب حضور کو خدا قریش پر غالب کرے تو مجھ سے باز پرس نہ ہو، حضور یہ خط لکھوا کر حوالہ کرتے ہیں، فتح مکہ کے بعد وہ اسلام لاتے ہیں، تاہم اپنے قاتل سے یہ نہیں پوچھتے کہ سراقہ تم نے یہ کیا جرم کیا تھا،

ابو سفیان کون ہے؟ وہ جو بدر، احد، خندق، وغیرہ لڑائیوں کا سرغنہ تھا، جس نے کتنے مسلمانوں کو تہ تیغ کرایا، جس نے کتنی دفعہ خود حضور سرور عالمؐ کے قتل کا فیصلہ کیا، جو ہر قدم پر

Marfat.com

اسلام کا سخت ترین دشمن ثابت ہوا، لیکن فتح مکہ سے پہلے جب حضرت عباسؓ کے ساتھ آپ کے سامنے آتا ہے، تو گواس کا ہر جرم اس کے قتل کا مشورہ دیتا ہے مگر رحمت عالم کا عفو عام ابوسفیان کو کہتا ہے کہ ڈر کا مقام نہیں، محمد رسول اللہ انتقام کے جذبہ سے بالاتر ہیں، پھر حضور نہ صرف اس کو معاف فرماتے ہیں بلکہ یہ فرماتے ہیں من دخل دار ابی سفیان کان امنا جو ابوسفیان کے گھر میں بھی پناہ گزیں ہوگا اس سے بازپرس نہ کی جائیگی، اس کو بھی امن ہے،

ہند ابوسفیان کی بیوی، وہ ہند جو احد کے معرکہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گا گا کر قریش کے سپاہیوں کا دل بڑھاتی تھی، وہ جو حضرت حمزہؓ حضور کے سب سے محبوب چچا اور اسلام کے سپر کی لاش کے ساتھ بے ادبی کرتی ہے، ان کے سینہ کو چاک کرتی ہے، ان کے کان ناک کاٹکر ہار بناتی ہے، کلیجہ کو نکال کر چبا جانا چاہتی ہے، لڑائی کے بعد اس منظر کو دیکھکر آپ بیتاب ہوجاتے ہیں، وہ فتح مکہ کے دن نقاب پوش سامنے آتی ہے، اور یہاں بھی گستاخی سے باز نہیں آتی ہے، لیکن پھر بھی حضور کچھ تعرض نہیں فرماتے، اور یہ بھی نہیں پوچھتے کہ تم نے یہ کیوں کیا، عفو عام کی اس معجزانہ مثال کو دیکھکر وہ چلا اٹھتی ہے، اے محمدؐ! آج سے پہلے تمھارے خیمہ سے زیادہ کسی خیمہ سے مجھے نفرت نہ تھی، لیکن آج تمھارے خیمہ سے زیادہ کسی کا خیمہ مجھے محبوب نہیں،

وحشی حضرت حمزہؓ کا قاتل، فتح طائف کے بعد بھاگ کر کہیں اور جاتا ہے، اور جب وہ مقام بھی فتح ہوتا ہے تو دوسری جگہ پناہ کی نہیں ملتی، لوگ کہتے ہیں وحشی تم نے ابھی محمدؐ کو پہچانا نہیں، تمھارے لئے خود محمدؐ کے آستانہ سے بڑھکر امن کی جگہ کوئی دوسری نہیں ہے، وحشی حاضر ہوجاتا ہے، حضور دیکھتے ہیں، آنکھیں نیچی کرلیتے ہیں، پیارے چچا کی شہادت کا منظر سامنے آجاتا ہے، آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں، قاتل سامنے موجود ہے، مگر صرف یہ ارشاد ہوتا ہے، وحشی جاؤ میرے سامنے نہ آیا کرو، کہ شہید چچا کی یاد آجاتی ہے،

Marfat.com

عکرمہؓ، اسلام، مسلمانوں اور خود محمدؐ رسول اللہ صلعم کا سب سے بڑا دشمن جس نے آپ کو سب سے زیادہ تکلیفیں پہونچائیں، یہ ابو جہل کے صاحبزادے ہیں، وہ خود بھی اسلام کے خلاف لڑائیاں لڑ چکے تھے، مکہ جب فتح ہوا تو ان کو اپنے اور اپنے خاندان کے تمام جرم یاد تھے، وہ بھاگ کر یمن چلے گئے، انکی بیوی مسلمان ہو چکی تھیں اور محمدؐ رسول اللہ کو پہچان چکی تھیں، وہ خود یمن گئیں، اور عکرمہ کو تسکین دی، اور ان کو لیکر مدینہ آئیں حضور کو انکی آمد کی خبر ہوتی ہے، تو انکے خیر مقدم کے لئے، اس تیزی سے اُٹھتے ہیں کہ جسم مبارک پر چادر تک نہیں ہوتی، اور جوشِ مسرت میں فرماتے ہیں، مرحبا بالراکب المہاجر اے مہاجر سوار تمہارا آنا مبارک! لوگو غور کرو یہ مبارک باد کس کو دی جا رہی ہے، یہ خوشی کس کے آنے پر ہے، یہ معافی نامہ کس کو دیا جا رہا ہے، جس کے باپ نے آپکو مکہ میں سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں، جس نے آپ کے جسم مبارک پر نجاست ڈلوائی، جس نے بحالت نماز آپ پر حملہ کرنا چاہا، جس نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر آپکو پھانسی دینی چاہی، جس نے دار الندوہ میں آپکے قتل کا مشورہ دیا، جس پر عمل کیا گیا اور رات کو آپ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا، بدر کا معرکہ برپا کیا اور ہر قسم کی صلح کی تدبیر کو برہم کیا، آج اسی کی جسمانی یادگار کی آمد پر یہ مسرت ہے،

ہبار بن الاسود وہ شخص ہے جو ایک حیثیت سے حضرتؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا قاتل ہے، اور کئی شرارتوں کا مرتکب ہے، مکہ کی فتح کے موقع پر اس کا خون ہدر کیا جاتا ہے، چاہتا ہے کہ بھاگ کر ایران چلا جائے لیکن وہ سیدھا در دولت پر حاضر ہوتا ہے، اور کہتا ہے، یا رسول اللہ! میں بھاگ کر ایران چلا جانا چاہتا تھا، لیکن پھر مجھے حضور کے رحم و کرم اور عفو و حلم کے قصے یاد آئے، میں حاضر ہوں، میرے جرائم کی جو اطلاعیں آپکو ملی ہیں وہ درست ہیں، یہ سننا تھا کہ آپکی رحمت کا دروازہ کھل جاتا ہے، اور دوست دشمن کی تمیز اٹھ جاتی ہے

عمیر بن وہب بدر کے بعد ایک قریشی رئیس کی سازش سے اپنی تلوار زہر میں بجھا کر مدینہ آتے ہیں اور آنحضرت صلعم کی تاک کرنا چاہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپکا کام تمام کردیں، کہ ناگاہ وہ گرفتار ہو جاتے ہیں، آپ کے پاس لائے جاتے ہیں، ان کا گناہ ثابت ہو جاتا ہے، مگر وہ رہا کئے جاتے ہیں،

صفوان بن امیہ یعنی وہ رئیس جس نے عمیر کو آپ کے قتل کے لئے بھیجا تھا، اور جس نے عمیر سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم اس مہم میں مارے گئے تو تمھارے اہل وعیال اور قرضہ کا میں ذمہ دار ہوں، فتح مکہ کے بعد وہ ڈر کر جدہ چلے گئے کہ سمندر کے راستہ سے یمن چلے جائیں، وہی عمیر خدمت نبوی میں آکر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! صفوان اپنے قبیلہ کے رئیس ڈر سے بھاگ گئے ہیں کہ اپنے کو سمندر میں ڈال دیں، ارشاد ہوتا ہے "اس کو امان ہے" دوبارہ گذارش کی کہ اس امان کی کوئی نشانی مرحمت ہو کہ اس کو یقین آئے، اپنا عمامہ اٹھا کر دیدیتے ہیں، عمیر یہ عمامہ لیکر صفوان کے پاس آتے ہیں، صفوان کہتا ہے، مجھے محمدؐ کے پاس جانے میں اپنی جان کا خوف ہے، وہ عمیر جو زہر میں تلوار بجھا کر محمدؐ رسول اللہ کو مارنے گئے تھے صفوان کو کہتے ہیں اے صفوان! ابھی تم کو محمدؐ کے حلم اور عفو کا حال معلوم نہیں، صفوان حاضر آتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم نے مجھے امان دی ہے؟ کیا یہ سچ ہے، ارشاد ہوتا ہے، سچ ہے پھر کہتے ہیں، لیکن میں تمھارا دین ابھی نہیں قبول کروں گا، مجھے دو مہینے کی مہلت دو، فرمایا تمھیں چار مہینے کی مہلت ہے، دفعتہً اس کے قلب کی حالت بدل جاتی ہے،

خیبر جاتے ہیں، یہ یہودی قوت کا سب سے بڑا مرکز ہوتا ہے، لڑائیاں ہوتی ہیں، شہر مفتوح ہوتا ہے، ایک یہودیہ دعوت کرتی ہے، آپ بلا پس وپیش منظور فرماتے ہیں، یہودیہ جو گوشت پیش کرتی ہے اس میں زہر ملا ہوتا ہے، آپ گوشت کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہیں کہ آپ کو اطلاع ہو جاتی ہے، یہودیہ بلائی جاتی ہے، وہ اپنے قصور کا اعتراف کرتی ہے، لیکن رحمت عالم کے دربار سے اسکو کوئی

سزا نہیں ملتی حالانکہ اس زہر کا اثر آپ کو اس کے بعد عمر بھر رہتا ہے،

غزوۂ نجد سے واپسی کے وقت آپ ایک درخت کے نیچے تنہا آرام فرما رہے ہوتے ہیں، دوپہر کا وقت ہے، آپکی تلوار درخت سے لٹک رہی ہوتی ہے، صحابہ ادھر ادھر ہوتے ہیں، کوئی پاس نہیں ہوتا، ایک بدوا سی تاک میں ہوتا ہے، وہ سیدھے آپ کے پاس آتا ہے، درخت سے آپکی تلوار اتارتا ہے، نیام سے باہر کھینچتا ہے کہ آپکی آنکھ کھل جاتی ہے، وہ تلوار ہلا کر پوچھتا ہے، بتاؤ اے محمد! اب تمکو کون مجھ سے بچا سکتا ہے، ایک پر اطمینان صدا آتی ہے کہ اللہ! اس آواز کو سنکر مرعوب ہو جاتا ہے، تلوار نیام میں کر لیتا ہے، صحابہ آجاتے ہیں، بدو بیٹھ جاتا ہے، اور آپ اس سے کوئی تعرض نہیں فرماتے،

ایک دفعہ اور ایک کافر گرفتار ہو کر آتا ہے، کہ یہ آپ کے قتل کے گھات میں تھا، آپکو دیکھکر وہ ڈر گیا، فرمایا ڈرو نہیں، اگر تم مجھے قتل بھی کرنا چاہتے تو نہیں کر سکتے، غزوۂ مکہ میں اسی آدمیوں کا دستہ گرفتار ہوا، جو جبل تنعیم سے اتر کر آپ کو قتل کر دینا چاہتا تھا، فرمایا ان کو چھوڑ دو،

دوستو! طائف کو جانتے ہو، وہ طائف جس نے مکہ کے عہد میں آنحضرتؐ کو پناہ نہیں دی، جس نے آپ کی بات بھی سننی نہ چاہی، وہاں کے رئیس عبد یالیل کے خاندان نے آپسے استہزا کیا، بازاریوں کو اشارہ کیا کہ وہ آپکی ہنسی اڑائیں، شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، اور دو رویہ کھڑے ہو گئے، اور جب آپ بیچ سے گذرے تو دونوں طرف سے پتھر برسائے یہاں تک پائے مبارک زخمی ہو گئے، دونوں جوتیاں خون سے بھر گئیں، جب آپ تھک کر بیٹھ جاتے تو شریر آپ کا بازو پکڑ کر اٹھا دیتے جب آپ چلنے لگتے تو پھر پتھر مارنے لگتے، آنحضرت صلعم کو اس دن اس قدر تکلیف پہونچی کہ ۹ برس کے بعد جب حضرت عائشہؓ نے ایک دن دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! تمام عمر میں آپ پر سب سے زیادہ سخت دن کون آیا، تو آپ نے اسی طائف کا حوالہ دیا، ۸ھ میں مسلمانوں کی فوج اسی طائف کا محاصرہ کرتی ہے، ایک مدت تک اس کا محاصرہ رہتا ہے، قلعہ نہیں فتح ہوا، بہت سے مسلمان شہید

ہوتے ہیں، آپ واپسی کا ارادہ کرتے ہیں، پرجوش مسلمان نہیں مانتے، آپ سے طائف پر بد دعا کرنے کی درخواست کرتے ہیں، ہاتھ اٹھاتے ہیں، مگر کیا فرماتے ہیں، خداوندا! طائف کو ہدایت کر اور اس کو اسلام کے آستانہ پر جھکا، دوستو! یہ کس شہر کے حق میں دعائے خیر ہے، وہی شہر جس نے آپ پر پتھر برسائے تھے، اور آپ کو زخمی کیا تھا،

احد کے غزوہ میں دشمن حملہ کرتے ہیں، مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں، آپ نرغۂ اعدا میں ہوتے ہیں، آپ پر پتھر تیر اور تلوار کا حملہ ہو رہا ہے، دندان مبارک شہید ہوتا ہے، خود کی کڑیاں سر مبارک میں گڑ جاتی ہیں، چہرۂ مبارک خون سے رنگین ہوتا ہے، اور آپکی زبان پر یہ الفاظ ہیں، وہ قوم کیسے نجات پائیگی جو اپنے پیغمبر کے قتل کے درپے ہے، خداوندا میری قوم کو ہدایت کر کہ وہ نہیں جانتی" یہ ہے تو اپنے دشمن کو پیار کر"

وہی ابن عبد یالیل کا خاندان جس نے طائف میں آپ کے ساتھ یہ مظالم کئے، جب ابن عبد یالیل طائف کا وفد لیکر مدینہ آتا ہے تو آنحضرتؐ اس کو اپنی مسجد میں خیمہ گاڑ کر اتارتے ہیں، ہر روز نماز عشا کے بعد اس کی ملاقات کو آتے ہیں، اور اپنی رنج بھری مکہ کی داستان سناتے ہیں! کس کو؟ اس کو جس نے آپ پر پتھر برسائے تھے، اور آپ کو ذلیل کیا تھا، یہ ہے تو اپنے دشمن کو پیار کر اور معاف کر"

مکہ جب فتح ہوا تو حرم کے صحن میں، کس حرم کے صحن میں، جس میں آپ کو گالیاں دی گئیں، آپ پر نجاستیں پھینکی گئیں، جسمیں آپکے قتل کا ارادہ کیا گیا، قریش کے تمام سردار مفتوحانہ کھڑے تھے، ان میں وہ بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے، وہ بھی تھے جو آپ کو جھٹلایا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپکی ہجو میں کہا کرتے تھے، وہ بھی تھے، جو آپکو گالیاں دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جنکی تلوارن نے میدان جنگ میں خون برسایا تھا، وہ بھی تھے جو خود اس پیکر قدسی کے ساتھ کیا کیا حوصلہ نہ رکھتے تھے، جنھوں نے آپ پر پتھر پھینکے تھے، آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے، آپ پر تلواریں چلائی تھیں،

تیر برسائے تھے، جو غریب مسلمانوں کو ستاتے تھے، جلتی ریتوں پر لٹاتے تھے، دہکتے کوئلوں سے ان کے جسم کو داغتے تھے، یہ سب سرنگوں سامنے تھے، پیچھے دس ہزار خون آشام تلواریں محمد رسول اللہ کے ایک اشارہ کی منتظر تھیں، دفعتہً زبان مبارک کھلتی ہے، سوال ہوتا ہے، اے قریش! بتاؤ، میں آج تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ جواب ملا تو میرا شریف بھائی، اور شریف بھتیجا ہے، ارشاد ہوا میں وہی کہونگا جو یوسف نے اپنے ظالم بھائیوں کو کہا تھا، کہ لاتثریب علیکم الیوم آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، اذھبوا فانتم الطلقاء جاؤ تم سب آزاد ہو، عزیزو اور دوستو! یہ ہے دشمنوں کو پیار کرنا، اور معاف کرنا، یہ ہے اسلام کے پیغمبر کا عملی نمونہ! اور عملی تعلیم، جو صرف خوش بیانیوں اور شیریں زبانیوں تک محدود نہیں، بلکہ وہ دنیا میں واقعہ اور عمل بنکر ظاہر ہوا،

یہی نکتہ ہے، جس کے باعث تمام دوسرے مذاہب اپنے پیغمبروں اور رہنماؤں، کے اصول تعلیمات اور اقوال یعنی الفاظ کی طرف بلاتے ہیں، اور بار بار انھیں کا نام لیتے ہیں، کہ ان کے سوا انکے پاس کوئی چیز نہیں، اور اسلام اپنے پیغمبر کے تعلیمات اور عمل، لفظ اور اس کے مصداق، دونوں کی طرف بلاتا ہے، محمد رسول اللہ صلعم نے ہم سے جدا ہوتے وقت فرمایا،

ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وسنتی — میں تم میں دو مرکز ثقل چھوڑ جاتا ہوں، خدا کی کتاب اور اپنا عملی راستہ،

اسی لئے اسلام کتاب اللہ کے ساتھ اتباعِ سنت کی دعوت دیتا ہے، اور قرآن بھی اسی کا حکم دیتا ہے، کہتا ہے،

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ — (لوگو!) تمھارے لئے خدا کے رسول کی زندگی میں بہتر پیروی ہے،

اسلام خود اپنے پیغمبر کو اپنی کتاب کا عملی مجسمہ نمونہ اور پیکر بنا کر پیش کرتا ہے، تمام دنیا میں

یہ فخر صرف اسلام کے پیغمبر کو حاصل ہے کہ وہ تعلیم اور اصول کے ساتھ ساتھ اپنے عمل اور اپنی مثال کو پیش کرتا ہے، طریقہ نماز سے ناواقف کو کہتا ہے، صلوا کما رأیتمونی تم اس طرح خدا کی نماز پڑھو جس طرح تم مجھے پڑھتے دیکھتے ہو، بیوی بچوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی تعلیم ان الفاظ میں دیجاتی ہے، خیرکم خیرکم لاهله وانا خیرکم لاهلی تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی بچوں کے لئے سب سے اچھا ہو اور میں اپنی بیوی بچوں کے لئے تم سب سے اچھا ہوں، آخری حج کا موقع ہے، ایک لاکھ پروانوں کا شمع نبوت کے گرد ہجوم ہے، انسانوں کو خدا کا آخری پیغام سنایا جارہا ہے عرب کے باطل رسوم اور نہ ختم ہونے والی لڑائیوں کا سلسلہ آج توڑا جارہا ہے، مگر تعلیم کے ساتھ ساتھ دیکھو کہ اپنی ذاتی نظیر اور عملی مثال بھی ہر قدم پر ہے، فرمایا

"آج عرب کے تمام انتقامی خون باطل کر دیئے گئے یعنی تم سب ایک دوسرے کے قاتلوں کو معاف کرو، اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون اپنے بھتیجے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں"

"جاہلیت کے تمام سودی لین دین اور کاروبار آج باطل کئے جاتے ہیں، اور سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کا سودی بیوپار توڑتا ہوں"

جان اور مال کے بعد تیسری چیز آبرو ہے، وہ غلط اور قابل اصلاح رسوم و رواج جن کا تعلق لوگوں کی عزت اور آبرو سے ہوتا ہے جن کو علانیہ مٹانے کی ہمت گویا بظاہر اپنی بے عزتی اور بے آبروئی کے ہم معنی ہے، اسی لئے ملک کے بڑے بڑے مصلحین کے پاؤں بھی کسی ملکی رسم و رواج کی عملی اصلاح کی جرأت مشکل سے کرتے ہیں، محمد صلعم نے لوگوں کو مساوات کی تعلیم دی عرب میں سب سے زیادہ ذلیل غلام سمجھے جاتے تھے، آپ نے مساوات اخوت انسانی اور جنس انسانی کی برابری کی یہ عملی مثال پیش کی کہ ایک غلام کو اپنا فرزند متبنی بنایا، عرب میں قبائل کی باہمی شرافت کی زیادتی و کمی کا اس حد

لحاظ تھا کہ لڑائی میں بھی اپنے سے کم رتبہ پر تلوار چلانا عار سمجھا جاتا تھا کہ ذلیل خون اس کے بلند تلوار کو ناپاک کردے، لیکن آپ نے جب یہ اعلان کیا کہ "اے لوگو تم سب آدم کے بیٹے ہو، اور آدم مٹی سے بنا تھا، کالے کو گورے پر گورے کو کالے پر عجمی کو عربی پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں تم میں افضل وہ ہے جو اپنے رب کے نزدیک سب سے زیادہ پرہیزگار ہے" اس تعلیم نے دفعتہً بلند وپست، بالا وزیر، اعلیٰ و اسفل، آقا و غلام سب کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کر دیا، لیکن ضرورت تھی عملی مثالوں کی، یہ مثال خود آپ نے پیش کی، اپنی پھوپھی زاد بہن کو جو قریش کے شریف خاندان سے تھیں، اپنے غلام سے بیاہا، منہ بولے بیٹے کا قاعدہ جب اسلام میں توڑا گیا، تو سب سے پہلے زید بن محمدؐ، زید بن حارثہ کہلائے، منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح عرب میں ناجائز تھا، مگر چونکہ یہ محض ایک لفظی رشتہ تھا جس کو واقعیت سے کوئی تعلق نہ تھا، اور اس رسم سے بہت سی خاندانی رقابتوں اور خرابیوں کی بنیاد عرب میں قائم ہو گئی تھی، اس لئے اس رسم عام اور اس عقیدۂ باطل کے توڑنے کے لئے عملی مثال پیش کرنا، جو انسان کی سب سے عزیز چیز آبرو سے تعلق رکھتا تھا، سب سے مشکل کام تھا، پیغمبر عرب نے بڑھکر خود اس کی مثال پیش کی اور زید بن حارثہ کی مطلقہ بیوی حضرت زینبؓ سے شادی کی، اور تب سے اسلام سے یہ رسم ہمیشہ کے لئے مٹ گئی، اور تبنی کی بے ہودہ رسم سے عرب نے نجات پائی،

واقعات کی انتہا نہیں، مثالوں کی نہیں، مگر وقت محدود ہے، اور آج شاید میں نے سب سے زیادہ آپکا وقت لیا،

میرے دوستو! میرے معروضات کی روشنی میں آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک اور شام سے لیکر ہندوستان تک، ہر ایک تاریخی انسان کی مصلحانہ زندگی کو جھانک لو، کیا ایسی عملی ہدایتوں اور کامل مثالوں کا کوئی نمونہ کہیں نظر آتا ہے، حاضرین چند لفظ اور!

Marfat.com

بعض شیریں بیان واعظین شاعرانہ پیرایہ میں اپنے "خداوند" کی ربانی محبت اور الہی عشق کا تذکرہ کرتے ہیں، مگر انھیں کے مقولہ کے مطابق درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اس پاک عشق ومحبت کا کیا اثر اس کی زندگی میں نمایاں تھا، عرب کے دعویدار محبت کی سیرت پڑھو، راتیں گذرتی ہیں دنیا سوتی ہے، اور اس کی آنکھیں جاگتی ہیں، ہاتھ خدا کے آگے پھیلے ہیں، زبان ترانۂ حمد گا رہی ہے، دل پہلو میں بیتاب تڑپ رہا ہے، اور آنکھوں سے آنسوؤں کے تار جاری ہیں، کیا محبت کی یہ تصویر ہے یا وہ؟

حضرت عیسیٰؑ سولی پر چڑھتے ہیں، تو بیتابانہ زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں ایلی ایلی لما سبقتنی اے میرے خداوند! اے میرے خداوند! تو نے مجھکو کیوں چھوڑ دیا لیکن محمد رسول اللہ جب موت کے بستر پر ہوتے ہیں، اور زندگی کے آخری سانس لے رہے ہوتے ہیں تو زبان پر ہوتا ہے، اللھم الرفیق الاعلی اے میرے خداوند! اے میرے بہترین ساتھی! ان دونوں فقروں میں سے کس میں محبت کا ذائقہ، عشق کی چاشنی، اور ربانی سکینت کی دھاریں بہتی ہیں،

اللھم صلی علیہ وعلی سائر الانبیاء والمرسلین؁

۷

پیغمبر اسلام علیہ السلام کا پیغام

حضرات! ہم نے پچھلے چھ لکچروں میں دلائل اور تاریخ کی روشنی میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسانوں کے تمام بلند طبقوں میں سے صرف انبیاے کرام علیہم السلام کی سیرتیں تقلید اور پیروی کے لائق ہیں، اور ان میں سے عالمگیر اور دائمی نمونہ صرف محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت ہے اس مقام پر جب یہ ثابت ہو جاتا ہے، کہ محمد رسول اللہ صلعم ہی عالمگیر اور دائمی نمونہ ہیں، تو سوال ہوتا ہے، کہ ان کی عالمگیر اور دائمی تعلیم کیا ہے؟ وہ دنیا کو کیا پیغام دینے آئے؟ اور کیا پیغام دیکر دنیا سے تشریف لے گئے؟ ان کے پیغام کے وہ کون سے ضروری اجزا ہیں، جن کے ادا کرنے کے لئے اس پیغمبر آخر الزماں کی ضرورت پیش آئی؟ دنیا میں دوسرے پیغمبروں کے ذریعہ جو پیغام آئے ان کی کس طرح اس آخری پیغام نے تصحیح اور تکمیل کی؟

ہم کو تسلیم ہے کہ دنیا میں وقتاً فوقتاً انبیا کے ذریعہ پیغام آتے رہے، مگر جیسا کہ بار بار کہا جا چکا ہے، اور واقعات کی روشنی میں دکھایا جا چکا ہے، کہ وہ تمام پیغام کسی خاص زمانہ اور قوم کے لئے آیا کئے، اور وقتی تھے، اور اس لئے ان کی دائمی حفاظت کا سامان نہ ہوا، انکی اصل برباد گئی، مدتوں کے بعد مرتب کئے گئے، ان میں تحریفیں کی گئیں، ان کے ترجموں نے ان کو کچھ سے کچھ بنا دیا، ان کی سند تاریخی کا ثبوت نہیں باقی رہا، بہت سے جعلی پیغام ان میں شریک کئے گئے، اور یہ سب چند برس کے اندر ہو گیا، اگر خدا کا کام مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا تو ان کا مٹنا اور برباد ہونا ہی ان کے وقتی فرمان اور عارضی تعلیم ہونے کا ثبوت ہے، مگر جو پیغام

Marfat.com

محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ آیا وہ عالمگیر اور دائمی ہو کر آیا، اور اسی لئے وہ جب سے آیا، ابتک وہ ہر طرح محفوظ ہے اور رہے گا، کیونکہ اس کے بعد پھر کوئی نیا پیغام آنے والا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی گذشتہ پیغام کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ اس کی تکمیل ہو چکی، اور اس کی حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں، دنیا کے تمام وہ صحیفے جو گم ہو چکے، ان کا گم ہو جانا ہی ان کے وقتی اور عارضی ہونے کی دلیل ہے، اور جو موجود ہیں ان کی ایک ایک آیت تلاش کر لو اس کی تکمیل اور اس کی حفاظت کے وعدہ کے متعلق ایک حرف نہ پاؤ گے، بلکہ اس کے خلاف اس کے نقص کے اشارے اور تصریحیں پاؤ گے،

حضرت موسیٰؑ کہتے ہیں کہ "خداوند تیرا خدا تیرے درمیان تیرے ہی بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی برپا کریگا، تم اس کی طرف کان دھرو،" (استثنا ۱۸ ۱۵) اور میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اس سے کہونگا وہ سب ان سے کہے گا،" (استثنا ۱۸ - ۱۹) "یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا، اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا، اور فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا، اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ہوگی،" (استثنا ۳۳ - ۲)

توراۃ ان اوپر کی آیتوں میں یہ صاف بتا رہی ہے کہ ایک اور نبی موسیٰ کے مثل آنے والا ہے جو اپنے ساتھ ایک آتشیں شریعت بھی لائیگا، اور اس کے منہ مین خدا اپنا کلام بھی ڈالیگا اس سے بالکل واضح ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا پیغام آخری اور دائمی نہین ہے،

اس کے بعد اشعیا نبی ایک اور "رسول" کی خوشخبری سناتے ہین جسکی شریعت کی راہ دریائی ممالک اور جزیرے تک رہے ہیں (باب ۴۲) ملاکیہ میں ہے "دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجونگا"

Marfat.com

بنی اسرائیل کے دیگر صحیفے اور زبور میں بھی آیندہ آنے والوں کی بشارتیں ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بھی اسرائیلی صحیفہ دائمی اور آخری اور مکمل نہیں ہے،

انجیل کو دیکھو وہ اعلان کرتی ہے،

"اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا کہ وہ تمھیں دوسرا فارقلیط بخشے گا کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے گا" (یوحنا ۱۴-۱۶)

"لیکن وہ فارقلیط روح القدس ہے، جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمھیں سب چیزیں سکھائیگا، اور سب باتیں جو کچھ میں نے تمھیں کہی ہیں، تمھیں یاد دلائیگا، (یوحنا ۱۴-۲۶)

"میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئیگی تو وہ تمھیں ساری سچائی کی راہ بتائیگی کیونکہ وہ اپنی نہ کہے گی بلکہ جو کچھ سنے گی وہ کہے گی، (یوحنا ۱۶-۸)

ان آیتوں میں انجیل نے صاف اعلان کیا ہے کہ وہ خدا کا آخری کلام نہیں، اور نیز یہ کہ وہ کامل بھی نہیں، ایک اور آئیگا جو مسیح کے پیغام کی تکمیل کریگا، مگر محمدؐ کا پیغام اپنے بعد کسی اور آنے والے کا پیغام نہیں دیتا، جو نیا پیغام سنائیگا، یا محمدؐ کے پیغام میں کوئی نقص ہے، جس کو دور کرکے وہ اس کو کامل کریگا بلکہ وہ اپنی تکمیل کا آپ دعویٰ کرتا ہے،

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی، — میں نے تمھارے لئے تمھارا دین آج کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی،

اور بتایا کہ محمدؐ خاتم الانبیا یعنی نبوت کے سلسلہ کو بند کرنے والے ہیں وخاتم النبین خود قرآن نے کہا ہے، اور ختم بی النبیون میری ذات سے انبیا ختم کئے گئے، حدیث نے کہا ہے، (مسلم باب المساجد) اور الا لا نبی بعدی (ہشیار کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں) متعدد حدیثوں

میں ہے، آپ نے فرمایا میں نبوت کی عمارت کا آخری پتھر ہوں، قرآن نے اپنے صحیفہ کی کسی آیت میں کسی بعد آنے والے پیغامبر کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صرف وہی پیغام ربانی جو محمدؐ رسول اللہ صلعم کے ذریعہ دنیا میں آیا، خدا کا آخری اور دائی پیغام ہے، اور اسی لئے انا لہ لحفظون کے وعدے سے خدا نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی ہے،

دوستو! اس کے بعد سوال یہ ہے کہ کیا پیغام محمدؐی کے سوا کوئی اور پیغام الٰہی بھی عالمگیر ہو کر آیا، بنی اسرائیل کے نزدیک دنیا صرف بنی اسرائیل سے عبارت ہے، خدا صرف بنی اسرائیل کا خدا ہے، اسی لئے کبھی بنی اسرائیل کے انبیا اور صحیفوں نے غیر بنی اسرائیل تک خدا کا پیغام نہیں پہونچایا، اور اب تک بھی یہودی مذہب اور موسوی شریعت بنی اسرائیل تک محدود ہے، تمام صحیفوں میں صرف انھیں کو خطاب کیا گیا، اور ان کو ان کے خاندانی خدا کی طرف ہمیشہ ملتفت کیا گیا ہے حضرت عیسیٰؑ نے بھی اپنا پیغام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں تک محدود رکھا، اور غیر اسرائیلی کو اپنا پیغام سنا کر بچوں کی روٹی کتوں کو دینی پسند نہ کی، ہندوستان کے وید بھی غیر آریوں کے کانوں تک نہیں پہونچ سکتے، ان کے علاوہ تو تمام دنیا شودر ہے، اور وہاں یہ تاکید ہے کہ اگر وید کے شبد شودر کے کانوں میں پڑجائیں تو اس کے کانوں میں سیسہ ڈالدیا جائے،

پیغام محمدؐی دنیا میں خدا کا پہلا اور آخری پیغام ہے، جو کالے گورے، عرب وعجم، ترک و تاتاری، ہندی و چینی، زنگ و فرنگ، سب کے لئے عام ہے، جس طرح اس کا خدا تمام دنیا کا خدا ہے الحمد للہ رب العلمین، "تمام دنیا کا پروردگار ہے" اسی طرح اس کا رسول تمام دنیا کا رسول رحمۃ للعلمین تمام دنیا کیلئے رحمت ہے، اسی طرح اس کا پیغام بھی تمام دنیا کے لئے پیغام ہے

ان ھو الا ذکری للعلمین، (فرقان) وہ تو تمام دنیا کے لئے نصیحت ہے،

Marfat.com

تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعلمین نذیرا الذی لہ ملک السمٰوات والارض ، (فرقان ع ۱)
برکت والا ہے، وہ خدا جس نے اپنے بندہ پر فیصلہ والی کتاب اتاری، تاکہ وہ تمام دنیا کو ہشیار کرنے والا ہو، وہ خدا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمان و زمین کی

آپ تمام دنیا کے نذیر ہو کر آئے، جہاں تک خدا کی سلطنت ہے وہاں تک آپ کی پیغام گئی

سورۂ اعراف میں ہے،:-

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوات والارض
کہدے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں، جس کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے،

دیکھو اس میں بھی پیغام محمدی کی وسعت تمام کائنات تک پھیلی ہوئی ہے، اس سے زیادہ یہ کہ جہاں تک پہونچ سکے سب اسکے دائرہ میں ہے، رسول کو کہنے کا یہ حکم دیا گیا،

اوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ ، (انعام)
میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ اس سے میں تم کو ہشیار کروں اور جس تک یہ پہونچے اس کو ہشیار کروں،

اور بالآخر:-

وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا (سبا)
ہم نے نہیں بھیجا تم کو اے محمد! لیکن تمام انسانوں کیلئے خوشخبری سنانیوالا اور ہشیار کرنے والا بناکر،

ان حوالوں سے یہ امر پوری طرح ثابت ہوتا ہے، کہ تمام مذاہب میں صرف اسلام نے اپنے دائمی اور آخری اور کامل اور عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے، صحیح مسلم میں ہے، کہ آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے تمام انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے اور میں تمام قوموں کی طرف بھیجا گیا ہوں، یہ ہمارے دعوی کا مزید ثبوت ہے، اور تاریخ کی عملی شہادت ہماری تائید میں ہے، الغرض یہ کہنا ہے کہ یہ پیغام محمدی بھی اسی طرح دائمی اور عالمگیر ہے، جس طرح کہ اس پیغام کے لانے والے کی سیرت اور اس کا

Marfat.com

عملی نمونہ کامل دائمی اور عالمگیر ہے،

دوستو! اب یہاں پہونچکر تم مجھ سے پوچھو اور میں تم کو بتاؤں گا، کہ وہ محمدؐ کا آخری دائمی اور عالمگیر پیغام کیا ہے، جس نے تمام مذاہب کی تکمیل کی، اور اس نے آکر ہمیشہ کے لئے خدا کے دین کو مکمل اور خدا کی نعمت کو تمام کردیا،

ہر مذہب کے دو جز ہیں، ایک دل سے متعلق اور ایک ہاتھ پاؤں اعضاء سے متعلق پہلے کو ایمان اور دوسرے کو عمل کہتے ہیں، عمل کے تین حصے ہیں، ایک خدا سے متعلق جن کو عبادات کہتے ہیں، دوسرے انسان کے باہمی کاروبار کے متعلق اس کو معاملات کہتے ہیں، اور جن کا بڑا حصہ قانونی ہے تیسرے انسان کے باہمی تعلقات اور روابط کی بجا آوری، اس کو اخلاق کہتے ہیں، غرض اعتقادات عبادات، معاملات، اور اخلاق مذہب کے یہی چار جز ہیں، مذہب کے یہ چاروں اجزاء پیغام محمدی ہی کے ذریعہ سے تکمیل کو پہونچے،

توراۃ اور انجیل میں عقائد کے اجزا بالکل ناصاف، اور غیر واضح ہیں، خدا کا وجود اور توحید کا بیان ہے، لیکن دلیلوں اور ثبوتوں سے معرا، خدا کے صفات جو اصل میں روح انسانی کی بالیدگی کا ذریعہ ہیں، اور جن کے ذریعہ سے خدا کی معرفت اور محبت ہوسکتی ہے، نہ توراۃ میں ہیں اور نہ انجیل میں ہیں، توحید کے بعد رسالت ہے، رسالت اور نبوت کی حقیقت وحی و الہام و مکالمہ کی تشریح، انبیائے کرام کی حیثیت انسانی، انبیاء کا ہر قوم میں ہونا، انبیاء کے فرائض انبیاء کو کس حیثیت سے تسلیم کرنا چاہئے، انبیاء کی معصومیت، ان تمام مسائل سے پیغام محمدی سے پہلے کے تمام پیغامات خالی ہیں، جزاو سزا، دوزخ وجنت، حشر ونشر، وقیامت وحیات آخرت توراۃ میں ان کے نہایت دھندلے سے نشانات ہیں، انجیل میں ایک یہودی کے جواب میں ان اہم امور کے متعلق ایک دو فقرے ملتے ہیں، ایک دو فقرے جنت و دوزخ کے متعلق بھی ہیں

Marfat.com

اور بس! لیکن پیغام محمدی میں ان میں ہر چیز صاف اور مفصل موجود ہے،

فرشتوں کا تخیل توراۃ میں بھی ہے، مگر بالکل ناصاف، کبھی کبھی خدائے واحد اور فرشتوں میں یہ تمیز مشکل ہو جاتی ہے کہ توراۃ یہ خدا کا ذکر کر رہا ہے، یا فرشتوں کا کر رہا ہے! انجیل میں ایک دو فرشتوں کا نام آتا ہے، روح القدس کی حقیقت انجیل میں اس قدر مشتبہ ہے کہ نہ اس کو فرشتہ کہہ سکتے ہیں نہ خدا، یا یہ کہو کہ اس کو فرشتہ بھی کہہ سکتے ہیں اور خدا بھی، لیکن پیغام محمدی ملائکہ اور فرشتوں کی حقیقت بالکل واضح کر دیتا ہے، ان کی حیثیت مقرر کر دیتا ہے، ان کے کام بتا دیتا ہے، خدا سے اور پیغمبروں سے اور کائنات سے ان کا تعلق واضح کر دیتا ہے،

عزیزو! یہ تو وہ تکمیل ہے جو عقائد میں اور ایمانیات میں پیغام محمدی نے کی ہے، اب آئیے عملیات کا امتحان لیں عملیات کا پہلا حصہ عبادات ہے، توراۃ میں قربانی کی طویل بحث اور اس کے شرائط اور آداب کی بڑی شرح ہے، روزوں کا ذکر بھی آیا ہے، دعائیں بھی کی گئی ہیں، بیت ایل یا بیت اللہ کا بھی نام آتا ہے، لیکن یہ تمام چیزیں اس قدر دھندلی ہیں کہ لوگوں کی ان پر نظر بھی نہیں پڑتی، اور وہ ان کے انکار کی طرف مائل ہیں، پھر نہ تو عبادات کی تقسیم ہے، نہ ان کے طریقے اور آداب بتلائے گئے ہیں، نہ انکا وقت بتایا گیا ہے، نہ اس میں خدا کی یاد، دھیان، اور دعاؤں کی تعلیم دی گئی ہے، کہیں بھی خدا کی زبان سے کوئی دعا بندہ کو سکھائی نہیں گئی ہے، زبور میں خدا کی دعائیں اور مناجاتیں ہیں مگر عبادات کے طریقے آداب، اوقات اور دیگر شرائط کا پتہ نہیں، انجیل میں عبادات کا بہت کم بلکہ بالکل ذکر نہیں ہے، ایک جگہ حضرت عیسیٰؑ کے چالیس دن کے فاقہ کا ذکر ہے، یہودیوں کا اعتراض مذکور ہے کہ یہ کیوں تیرے شاگرد روزے نہیں رکھتے حضرت عیسیٰؑ کی اخیر رات میں دعا کرنے کا ذکر ہے، اور ایک دعا بھی سکھائی گئی ہے، اور عبادات کا نشان نہیں، اسلام کے پیغام محمدی میں ہر چیز صاف اور مفصل ہے، نماز، روزہ، حج،

Marfat.com

ان کے آداب و شرائط، عبادات کے طریقے، خدا کے ذکر اور یاد کرنے کی دعائیں اور مؤثر دعائیں نماز کے اوقات، روزے کے اوقات، حج کے اوقات، ہر ایک کے احکام، اور خدا کے حضور میں بندوں کے عجز و زاری، دعا و مناجات، گناہوں کے اقرار اور توبہ و ندامت اور عبد و معبود کے باہمی راز و نیاز کی وہ وہ تعلیمیں دی گئی ہیں جو دلوں کی گرہیں کھول دیتی ہیں، جو انسانوں کو خدا تک پہونچا دیتی ہیں، جو روحوں کی غذائیں ہیں، جو مذہب کی روح کو مجسم کر دیتی ہیں، اور یہ پیغام محمدی کی تکمیل کی ناقابلِ تردید شہادت ہے،

عمل کا دوسرا حصہ معاملات یا مملکت و معاشرت کے قوانین کا ہے، جو حضرت موسیٰ کے پیغام میں بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے، اور پیغام محمدی نے ان کو بہت حد تک قائم رکھا ہے لیکن ان قوانین کی سخت گیری کم کر دی ہے، اور ایک قومی قانون کے تنگ دائرہ سے نکال کر عالمگیر قانون کی حیثیت اس کو دیدی ہے، اور اس حیثیت سے جن تکمیلی اجزا کی ضرورت تھی ان کا اضافہ کیا ہے، زبور اور انجیل اس شریعت اور قانون سے بالکل خالی ہیں، طلاق وغیرہ کے متعلق ایک دو احکام انجیل میں البتہ ہیں، دیگر صفر مگر عالمگیر اور دائمی مذہب کی ضرورتوں کی کفالت کے لئے مملکت اور معاشرت کے قوانین کی حاجت ہے، اور چونکہ پیغام عیسوی ان سے خالی ہے، اس لئے دیکھو کہ عیسائی قوموں کو یہ چیزیں بت پرست یونانی اور رومی قوموں سے قرض لینی پڑیں، پیغام محمدی نے ان میں سے ہر ایک حصہ کو پوری نکتہ سنجی اور باریک بینی کیساتھ تکمیل کو پہونچایا، اور ایسے اصول اور قواعد کلیہ بتائے جن میں وقتاً فوقتاً ائمہ مجتہدین اور علماء نئی نئی ضرورتوں کے لئے، انھیں سے مسائل نکال کر پیش کرتے ہیں، اور کم از کم ایک ہزار برس تک متمدن، بلند، ترقی یافتہ اور مہذب اسلامی ممالک کا انھیں پر عمل درآمد رہا، اور اب بھی ہے،

عمل کا تیسرا حصہ اخلاق ہے، توراۃ میں اخلاق کے متعلق چند احکام پائے جاتے ہیں، توراۃ کے ان اصولی احکام میں سے سات اخلاقی احکام ہیں جن میں سے، والدین کی فرماں برداری، کی ایک ایجابی تعلیم ہے، باقی چھ سلبی اخلاق کی تعلیمیں ہیں، تو خون مت کر، تو چوری نہ کر، تو زنا نہ کر، تو اپنے ہمسایہ پر جھوٹی گواہی نہ دے، تو اپنے ہمسایہ کی جورو کو مت چاہ، تو اپنے ہمسایہ کے مال کا لالچ نہ کر، لیکن یہ چھٹا حکم چوتھے میں اور ساتواں تیسرے میں داخل ہے، اس لئے چار ہی رہ گئے، انجیل میں بھی انھیں احکام کو دہرایا گیا ہے، اور دوسروں کے ساتھ مجملاً محبت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، لیکن پیغام محمدی نے اس قطرہ کو دریا کر دیا، سب سے پہلے اس نے اپنے اصولی احکام جو معراج کی ربانی بارگاہ میں عطا ہوئے، اور جو سورۂ اسرا میں مذکور ہیں ان میں گیارہ انسانی اخلاق اور ایک توحید کے متعلق ہے، گیارہ میں سے پانچ سلبی ہیں، اور پانچ ایجابی ہیں، اور ایک سلبی و ایجابی کا مجموعہ،

ماں باپ کی عزت اور فرماں برداری کر جن کا تجھ پر حق ہے ان کا حق ادا کر، یتیم سے اچھا برتاؤ کر، ناپ تول ترازو اور پیمانہ ٹھیک رکھ، اپنا وعدہ پورا کر کہ تجھ سے اس کی پوچھ ہوگی، یہ پانچ ایجابی باتیں ہیں، تو اپنی اولاد کو قتل نہ کر، تو ناحق کسی کی جان نہ لے، زنا کے قریب نہ جا، انجان بات کے پیچھے نہ چل، زمین پر غرور نہ کر، یہ پانچ سلبی تعلیمیں ہیں، اور ایک حکم سلبی و ایجابی کا مجموعہ ہے، فضول خرچی نہ کر بلکہ اعتدال اور بیچ کی راہ اختیار کر، نفس ان اصولی احکام کے مقابلہ سے واضح ہوگا، کہ پیغام محمدی کیونکر تکمیلی پیغام ہو کر آیا ہے، اس نے نہ صرف ان اصولی احکام کو بتایا اور مکمل کیا بلکہ اخلاق کی ایک ایک گرہ کو کھولا، انسان کی ایک ایک قوت کا مصرف بتایا، اور اس کی ایک ایک کمزوری کو ظاہر کیا، روح کی ایک ایک بیماری کی تشخیص کی، اور اس کا علاج بتایا،

یہ "عمل" کی تکمیل تھی جو پیغام محمدی کے ذریعہ انجام پائی،

Marfat.com

عزیزو! ایمان اور عمل یہی دو چیزیں ہیں، جو ہر قسم کے محمدی پیغام کو جامع ہیں، اور قرآن پاک نے انسانی نجات کا مدار انہیں دو چیزوں پر رکھا ہے، کہ ہمارا ایمان پاک اور مستحکم ہو اور عمل نیک اور صالح ہو، الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت قرآن میں بیسیوں جگہ آیا ہے، اور صاف کھول کھول کر بیان کیا ہے، کہ فلاح اور کامیابی صرف ایمان اور عمل صالح پر موقوف ہے، میں چاہتا تھا، کہ ان دونوں اصولی مسئلوں کو پوری تشریح کے ساتھ آپ کے سامنے رکھدوں، مگر اتنا وقت نہیں کہ ان کی پوری تفصیل پیش کروں، اس لئے اس وقت پیغام محمدی کا وہ حصہ پیش کرنا چاہتا ہوں جس نے ایمان وعمل کے متعلق تمام دنیا کی غلطیوں کی اصلاح کی، اور دین ناقص کو تکمیل کے درجہ تک پہونچایا، اور ان اصولی اور بنیادی غلطیوں کو دور کیا، جن کی بنا پر انسانیت حد درجہ پستی اور گمراہی مین تھی، اور وہ ہر قسم کی گمراہیون کی بنیاد، اور جڑ تھی،

۱- ان بنیادی مسئلوں میں سے سب سے پہلا مسئلہ جو پیغام محمدی کے ذریعہ واضح ہوا، وہ کائنات اور مخلوقات الٰہی میں انسانیت کا درجہ ہے، اور یہی توحید کی جڑ ہے، اسلام سے پہلے انسان اکثر مخلوقاتِ الٰہی سے اپنے کو کم درجہ اور کم رتبہ سمجھتا تھا، وہ سخت پتھر، اونچے پہاڑ، بہتے دریا سرسبز درخت، برستے پانی، دہکتی آگ، ڈراؤنے جنگل، زہریلے سانپ، ڈکارتے شیر، دودھ دیتی گائے، چمکتا سورج، درخشاں تاروں، کالی راتوں، بھیانک صورتوں، غرض دنیا کی ہر ایک چیز جس سے وہ ڈرتا تھا، یا جس کے نفع کا وہ خواہشمند تھا، وہ اس کو پوجتا تھا، اور اس کے آگے وہ اپنی عبودیت کا سر جھکاتا تھا، محمد رسول اللہ صلعم نے دنیا کو پیغام دیا کہ "اے لوگو! یہ تمام چیزیں تمھاری آقا نہیں، بلکہ تم ان کے آقا ہو، وہ تمھارے ہی لئے پیدا کی گئی ہیں، تم ان کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، وہ تمھارے آگے جھکی ہیں، تم کیوں ان کے آگے جھکتے ہو، اے انسانو! تم اس ساری کائنات میں خدا کے نائب اور خلیفہ ہو، اس لئے یہ تمام مخلوقات اور کائنات

تمھارے زیر فرماں دیے گئے، تم ان کے زیر فرمان نہیں دیے گئے، وہ تمھارے لئے ہیں تم انکے لئے نہیں ہو،

اذ قال ربك للملئكة انی جاعل فی الارض خليفه (بقرہ) — یاد کر جب خدا نے فرشتوں سے کہا تھا میں زمین میں اپنا نائب بنا کر بھیجنے والا ہوں،

وھو الذی جعلکم خلٰئف الارض (انعام آخر) — اور اسی نے تم کو زمین میں اپنا نائب کیا ہے،

اسی نیابت اور خلافت نے آدم اور اولاد آدم کو سب مخلوقات میں عزت اور بزرگی بخشی

ولقد کرمنا بنی ادم " اور ہم نے بہ تحقیق اور بلاشک وشبہہ، آدم کی اولاد کو بزرگ بنایا، تمام دنیا انھیں کے لئے بنائی گئی،

الم تران الله سخر لکم ما فی الارض (حج) — کیا تم نے دیکھا کہ خدا نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمھارے بس میں دیدیا،

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (بقرہ) — اسی نے تمھارے لئے جو کچھ زمین میں ہے بنایا،

جانور تمھارے لئے پیدا ہوئے،

والانعام خلقها لکم فیها دفٔ ومنافع (نحل) — اور جانوروں کو پیدا کیا تمھارے لئے انکے اون میں گرمی اور دوسرے فائدے ہیں،

بارش، اوس سے اگنے والے سبزے اور درخت تمھارے لئے ہیں،

ھو الذی انزل من السماء ماءً لکم منه شراب ومنه شجر فیه تسیمون ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات . (نحل) — اسی خدا نے آسمان سے تمھارے لئے پانی اتارا کچھ اس میں سے تم پیتے ہو کچھ سے درخت اگتے ہیں جسمیں جانور چراتے ہو، اور وہی خدا تمھارے لئے کھیتی زیتون اور چھوہارے اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے،

شب و روز اور چاند، سورج، تارے سب تمھارے لئے ہیں،

Marfat.com

وسخر لکم اللیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ،	اور تمھارے لئے رات دن اور چاند اور سورج کو کام میں لگایا، اور ستارے اس کے حکم سے کام میں لگے ہیں،

" " " "

دریا اور اس کی روانی بھی ہمارے لئے ہے،

وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحما طریا وتستخرجوا منہ حلیۃ تلبسونھا وتری الفلک مواخر فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون (نحل)	اور وہی خدا ہے جس نے دریا کو کام میں لگایا ہے کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ، اور اس سے آرائش کے موتی پہننے کو نکالو اور دیکھتے ہو کہ کشتیاں سمندر کو پھاڑتی پھرتی ہیں تاکہ تم خدا کی مہربانی کو ڈھونڈھو اور شاید کہ تم اس کا شکر کرو،

اس معنی کی بہت سی اور آیتیں قرآن پاک میں ہیں، عارفِ شیراز نے اسی مطلب کو اس شعر میں ادا کیا ہے،

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند   تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ان آیتوں کے ذریعہ سے پیغامِ محمدی نے یہ واضح کر دیا، کہ انسان کائنات کا سرتاج ہے، خلافتِ الٰہی سے وہ ممتاز ہے، اور خلق کائنات کا وہ مقصود ہے، لقد کرمنا بنی ادم اس کا طغرا ہے، غور کرو کہ اس حقیقت کے افشا ہونے کے بعد انسان کو کائنات کے کسی مظہر اور کسی مخلوق کے آگے سر جھکانا جائز ہے؟ اور اس کے آگے خاک پر پیشانی رکھنا مناسب ہے؟ نادان انسانوں نے خود ایک دوسرے کو بھی خدا بنایا تھا، وہ اوتار بن کر آئے ہوں یا تختِ جبروت پر قدم رکھکر یا قسیس و راہب، اور پوپ یا عالم و درویش بن کر اپنے کو معبود بنانا چاہا ہو، فرعون نے کہا تھا انا ربکم الاعلے، میں ہوں تمھارا بڑا دیوتا یہ بھی

انسانیت کی تحقیر ہے، پیغام محمدی نے اس جڑ کو بھی کاٹ دیا،

ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ — اور یہ بھی کہ ہم انسانوں میں سے ایک دوسرے کو خدا کو چھوڑ کر اپنا رب نہ بنالیں،

یہاں تک کہ نبیوں کو بھی روا نہیں کہ وہ یہ کہیں کہ،

کونوا عباداً لی من دون اللہ (آل عمران) — خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جانا،

آنکھوں سے پوشیدہ ہستیوں میں فرشتے، اور آنکھوں کے سامنے کی ہستیوں میں انبیاء سب سے بلند ہیں، مگر وہ بھی معبود انسانی نہیں ہو سکتے،

ولا یامرکم ان تتخذوا الملئکۃ والنبیین ارباباً (آل عمران) — خدا یہ حکم نہیں دیتا کہ فرشتوں اور نبیوں کو خدا بناؤ،

الغرض انسانیت کا درجہ آج پیغام محمدی کے ذریعہ اتنا بلند ہے کہ وہ سوائے ایک خدا کسی کے آگے نہیں جھک سکتی، اور اس کے ہاتھ غیر خدا کے آگے نہیں پھیل سکتے ہیں، نہ خدا کے آگے کوئی اور ہستی ہے جس سے ڈرا جائے، صرف اسی کا خوف ہے، اور زمین و آسمان میں کسی کا نہیں، جس کو وہ لینا چاہے اس کو کوئی دے نہیں سکتا، اور جس کو وہ دینا چاہے کوئی لے نہیں سکتا،

وھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ — وہی زمین میں خدا ہے وہی آسمان میں خدا ہے،

الا لہ الخلق والامر — ہاں اسی کے لئے ہے پیدا کرنا اور حکم دینا،

ان الحکم الا للہ — حکومت صرف خدا کی ہے،

لا شریک لہ فی الملک — اس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں،

اس پیغام محمدی کو سامنے رکھکر، ذرا توحید کے مسئلہ کو سمجھو تو معلوم ہوگا کہ علاوہ اس کے کہ اس نے انسانیت کے درجہ کو کہاں تک بلند کیا، توحید کی حقیقت کو کس طرح کھول دیا، یہاں "خدا کے ساتھ کوئی "قیصر" نہیں ہے، جو کچھ ہے وہ اسی خدا کا ہے، قیصر کا کچھ نہیں، اسی کی حکومت ہے،"

Marfat.com

اور اسی کی سلطنت ہے، اور اسی کی فرمانروائی ہے، اور اسی کا ایک حکم ہے جو عرش سے فرش تک اور آسمان سے زمین تک جاری ہے،

عزیزو! اپنے سینوں پر ہاتھ رکھکر بتاؤ، کہ ایک انسان اس نشۂ خلافت سے سرشار ہوکر کیا کسی غیر خدا کے آگے جھک سکتا ہے ؟ اندھیرا ہو یا روشنی، آسمان ہو یا زمین، بادشاہ ہو یا رعایا، جنگل ہو یا صحرا، پہاڑ ہو یا دریا، کیا کبھی ایک صحیح مسلمان کا دل خدا کے علاوہ کسی ہستی سے ڈر سکتا ہے، اور کسی ہستی کی پروا کر سکتا ہے؟ ذرا اس روحانی تعلیم کی اخلاقی قوت کو دیکھو، اور پیغام محمدی کی اس بلندی پر غور کرو،

۲۔ محمد رسول اللہ صلعم، کا دوسرا اصولی اور بنیادی پیغام یہ ہے کہ انسانیت اصل خلقت میں پاک، بےعیب، بے گناہ، اور معصوم ہے، اور وہ خود انسان ہے، جو اپنے نیک و بد عمل سے فرشتہ یا شیطان بن جاتا ہے یعنی بے گناہ یا گنہگار بن جاتا ہے، اس کی فطرت کی لوح بالکل سادہ اور بے نقش ہے، یہ سب سے بڑی خوشخبری اور بشارت ہے، جو بنی نوع انسان کو محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے ملی، چین، برما، ہندوستان کے تمام مذاہب آواگون اور تناسخ کے چکر میں مبتلا ہیں، یونان کے بعض بیوقوف حکیم بھی اس خیال سے متفق ہیں، مگر اس خیال نے انسانیت کو بیکار کر دیا، اس کی پیٹھ پر گرانبار بوجھ رکھدیا، اس کے ہر عمل کو دوسرے عمل کا نتیجہ بنا کر اس کو مجبور کر دیا، اس کی ہر زندگی کو دوسری زندگی کے ہاتھ میں دیدیا، کسی انسان کا دوبارہ پیدا ہونا ہی اس کی گنہگاری کی دلیل ہے، عیسائی مذہب نے بھی انسانیت کے اس بوجھ کو کم نہیں کیا بلکہ اور بڑھا دیا، عیسائی مذہب نے یہ عقیدہ تسلیم کیا کہ ہر انسان اپنے باپ آدم کی گنہگاری کے باعث موروثی طور سے گنہگار ہے، خواہ اس نے ذاتی طور پر کوئی گناہ نہ کیا ہو، اس لئے ایک غیر انسان کی ضرورت ہے، جو موروثی گنہگار نہ ہو، تاکہ وہ اپنی جان دیگر بنی نوع انسان کے لئے کفارہ ہو

اس موروثی گنہگاری سے کوئی فرزند آدم پاک نہیں، یہی کفارہ اس کی پاکی و طہارت کا باعث ہے،

لیکن محمد رسول اللہ صلعم نے اس دنیا میں آکر دنیا کو یہ پیغام سنایا، اے غمزدہ دنیا کی آبادیو! نکوبشارت ہو کہ نہ تم اپنی پہلی زندگی اور کرم کے ہاتھوں مجبور ناچار اور بے بس گنہگار ہو، بلکہ فطرۃً پاک و صاف اور بے عیب ہو، اب تم خود اپنے عمل سے خواہ اپنی صفائی اور پاکی کو برقرار رکھو یا نجس و ناپاک بن جاؤ،

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وطورِ سِيْنِيْنَ ،	قسم ہے انجیر، زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن
وھذا البلد الامین، لقد خلقنا الانسان	والے شہر مکہ کی، کہ ہم نے انسان کو بہترین اعتدال
فی احسن تقویم، ثم رددناہ اسفل سافلین	پر پیدا کیا، پھر ہم اس کو نیچے سے نیچے پہونچا دیتے
الا الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ،	ہیں لیکن وہ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک
" " " "	عمل کئے،

یہ بشارت محمدی ہے، کہ انسان بہترین حالت بہترین اعتدال اور راستی پر پیدا کیا گیا پھر وہ اپنے عمل کی بنا پر نیک و بد ہوجاتا ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے،

ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا و	قسم ہے ہر نفس کی اور جب اس کو ٹھیک بنایا، پھر
تقوٰیھا، قد افلح من زکّٰھا وقد خاب	سمجھ دیدی ہم نے اس کو بدی اور نیکی کی تو کامیاب ہے
من دسّٰھا،	وہ جس نے اپنے نفس کو پاک رکھا اور ناکام ہوا وہ
(شمس) " "	جس نے اس کو میلا کر دیا،

اس سے زیادہ صاف دلیل اور کیا چاہئے، سورۂ دہر میں پھر آتا ہے،

انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج	ہم نے انسان کو ایک بوند کے لچھے سے پیدا کیا، الٹتے
نبتلیہ فجعلناہ سمیعًا بصیرًا انا ھدینٰہ	رہے اس کو پھر کر دیا اس کو سنتا دیکھتا انسان

Marfat.com

السبیل اما شاکرا و اما کفورا ،	ہم نے اس کو سوجھا دی راہ، وہ یا حق مانتا ہے یا
(دہر ع ۱) " "	ناشکر ہے،

سورۂ انفطار میں ہے،

یاایھا الانسان ما غرک بربک الکریم	اے انسان کاہے سے دھوکے میں پڑا تو اپنے بخشش
الذی خلقک فسوٰک فعدلک فی	والے رب پر جس نے تجھ کو پیدا کیا، پھر تجھکو ٹھیک
ای صورۃ ما شآء رکبک	کیا پھر تجھ کو برابر کیا جس صورت میں چاہا تجھ کو
(انفطار ع ۱) " "	جوڑ دیا،

محمد رسول اللہ صلعم کی الہامی زبان مین دین اور فطرت ایک ہی معنی کے دو لفظ ہیں، اصل فطرت دین ہے، اور گنہگاری انسان کی ایک بیماری ہے، جو باہر سے آتی ہے قرآن کہتا ہے،

فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ	سو تو باطل سے ہٹ کر اپنے آپ کو دین پر سیدھا
التی فطر الناس علیھا، لا تبدیل لخلق اللہ	قائم رکھ، وہی اللہ کی فطرت جس پر اس نے
ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس	لوگوں کو بنایا ہے، خدا کے بنائے میں بدلنا
لا یعلمون (روم)	نہیں، یہی سیدھا دین ہے، لیکن بہت لوگ
" " "	نہیں جانتے،

پیغمبر اسلام علیہ السلام نے اپنے ایک پیغام میں اس آیت پاک کا مطلب پورا واضح کر دیا ہے، بخاری تفسیر سورۂ روم میں ہے، مامن مولود یولد الا علی الفطرۃ کوئی بچہ ایسا نہیں جو فطرت پر پیدا نہیں ہوتا، لیکن ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جس طرح ہر جانور اصل میں صحیح و سالم بچہ پیدا کرتا ہے، کیا تم نے دیکھا کہ کوئی کان کٹا بچہ بھی وہ جنتا ہے، پھر اوپر کی آیت پڑھی،

غور کرو اس پیغام محمدی نے بنی نوع انسان کو کتنی بڑی خوش خبری سنائی ہے، اور انسان کے دائمی غم کو کس طرح مسرت سے بدل دیا ہے، اور ہر انسان کو اپنی زندگی کے عمل میں کس طرح آزاد بنا دیا ہے،

۳۔ ظہور محمدی سے پہلے دنیا کی یہ کل آبادی مختلف گھرانوں میں بٹی ہوئی تھی، ایک دوسرے سے ناآشنا تھی، ہندوستان کے تمام رشیوں اور منیوں نے آریہ ورت سے باہر خدا کی آواز کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی تھی، ان کے نزدیک پرمیشور صرف پاک آریہ ورت کے باشندوں کی بھلائی چاہتا تھا، خدا کی رہنمائی کا عطیہ صرف اسی ملک اور خاندان کے لئے محفوظ تھا، زردشت خاک پاک ایران کی پاک نژاد کے سوا اور کہیں خدا کی آواز نہیں سنتا تھا، بنی اسرائیل اپنے خاندان سے باہر کسی رسول اور نبی کے بعثت اور ظہور کا حق نہیں سمجھتے تھے، یہ پیغام محمدی ہی ہے جس نے پورب پچھم، اتر دکھن ہر طرف خدا کی آواز سنی، اور بتایا کہ خدا کی رہنمائی کے لئے ملک، قوم اور زبان کی تخصیص نہیں، اس کی نگاہ میں فلسطین، ایران، ہندوستان اور عرب سب برابر ہے، ہر جگہ اس کے پیغام آئے، اور ہر طرف اس کی رہنمائی کا نور چمکا،

وان من امة الا خلا فیها نذیر۔ (فاطر) — نہیں کوئی قوم لیکن اس میں گذر چکے میرے ہشیار کرنے والے،

ولکل قوم ھاد (رعد) — ہر قوم کے لئے ایک رہنما آیا،

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا من قبلك رُسُلاً اِلٰی قومھم، (روم) — اور ہم نے تجھ سے پہلے کتنے رسول ان کی اپنی اپنی قوم کے پاس بھیجے،

اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ یہودی اپنی قوم سے باہر کسی پیغمبر کو تسلیم نہیں کرتا ایک عیسائی کے لئے بنی اسرائیل کے یا دوسرے ملکوں کے رہنماؤں کو تسلیم کرنا ضروری نہیں اور

Marfat.com

نہ اس کے سچے عیسائی ہونے کے لئے اس کی ضرورت ہے، ہندوستانی مذہب کے لوگ آریہ ورت کے باہر خدا کی کسی آواز کے قائل نہیں، ایران کے زردشتی اپنے سوا دنیا کو ہر جگہ تاریک یقین کرتے ہیں، یہ محمد رسول اللہ ہی ہیں، جو تمام دنیا کو ایک ہی خدا کی مخلوق جانتے ہیں، اور اس کی نعمتوں میں تمام قوموں اور نسلوں کو شریک سمجھتے ہیں، اور وہ خدا میں ہر ایک کا حصہ برابر رکھتے ہیں، ایران ہو یا ہندوستان، چین ہو یا یونان، عرب ہو یا شام، جہاں جہاں بھی خدا کی آبادی ہے، اس نے اپنے قاصد بھیجے، اپنے رہنما اُتارے، اور ان کے ذریعہ اپنے احکام سے ان کو مطلع فرمایا، اب کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک دنیا کے تمام گذشتہ پیغمبروں پر، گذشتہ آسمانی کتابوں پر گذشتہ ربانی الہاموں پر یقین نہ رکھے، جن جن پیغمبروں کے قرآن میں نام ہیں، ان پر نام بنام اور جہاں کے نام نہیں معلوم، یعنی قرآن نے نہیں بتائے، وہاں کے عام پیغمبروں پر وہ جو بھی ہوں اور ان کے جو نام بھی ہوں ان کو تسلیم کرنا ضروری ہے، مسلمان کون ہیں؟ وہ ہیں،

الذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک، (بقرہ)	اے محمدؐ! جو کچھ تم پر اترا اس پر، اور جو کچھ تم سے پہلے اترا اس پر ایمان رکھتے ہیں،

پھر سورۂ بقرہ کے بیچ میں فرمایا:۔

لکن البرّ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملئکۃ والکتاب والنبیین (بقرہ)	لیکن اصلی نیکی اس کی ہے جو خدا پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر اور کتاب پر اور تمام نبیوں پر ایمان لائے،

اسی سورہ کے آخر میں ہے کہ پیغمبر اور اس کے پیرو

کل اٰمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ (بقرہ)	سب ایمان لائے خدا پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ہم اس کے رسولوں میں باہم فرق نہیں کرتے،

یعنی یہ کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر نہیں، تمام مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے،

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ — اے ایمان لاچکنے والو! ایمان لاؤ، خدا پر، اور اس کے

وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ — رسول پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول

الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۔ (نساء ۲۰ ع) — پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری،

عزیزو! دنیا کی اس روحانی مساوات، اور انسانی اخوت اور برادری، اور تمام سچے مذہبوں اور رہنماؤں، اور پیغمبروں کے ساتھ یہ سچا ادب تعظیم، رواداری کا سبق پیغام محمدی کے ذریعہ کے سوا اور کسی طرح پہونچ سکا ہے؟ اب بتاؤ کہ پیغمبر اسلام کی رحمت، ہمدردی عام اور رواداری کا دائرہ کتنا وسیع ہے، کہ اس سے انسانوں کی کوئی بستی، اور بنی آدم کا کوئی گھرانا خالی نہیں،

۴۔ تمام مذہبوں نے عبد و معبود اور خدا اور بندہ کے درمیان واسطے قایم کر رکھے تھے، قدیم بتخانوں میں کاہن اور پوجاری تھے، یہودیوں نے بنی لاوی اور ان کی نسل کو خدا اور بندہ کے درمیان عبادتوں اور قربانیوں میں واسطہ بنایا تھا، عیسائیوں نے بعض حواریوں کو اور ان کے جانشین پوپوں کو یہ رتبہ دیا کہ وہ جو زمین پر باندھیں گے وہ آسمان پر باندھا جائیگا، اور جو زمین پر کھولیں گے وہ آسمان پر کھولا جائیگا، اُن کو تمام انسانوں کے گناہ معاف کرنے کا اختیار دیا گیا، ان کے بغیر کوئی عبادت نہیں ہو سکتی، ہندوؤں میں برہمن خاص خدا کے داہنے ہاتھ سے پیدا ہوے ہیں، خدا اور بندہ کے درمیان وہی واسطہ ہیں، ان کی وساطت کے بغیر کوئی ہندو عبادت نہیں ہو سکتی، مگر اسلام پوجاریوں، کاہنوں، پوپوں اور پادریوں کی کوئی جماعت نہیں ہے، یہاں پریسٹ کلاس کا وجود نہیں، یہاں کھولنے اور باندھنے کا اختیار صرف خدا کو ہے، یہاں گناہوں کی معافی کا حق صرف اللہ کو ہے، عبد و معبود اور خدا اور بندہ کی عبادت اور راز و نیاز میں کسی غیر کو دخل نہیں ہر شخص جو مسلمان ہے نماز کا امام ہو سکتا ہے، وہ قربانی کر سکتا ہے، وہ نکاح پڑھا سکتا ہے،

Marfat.com

وہ مذہب کے تمام مراسم بجالا سکتا ہے، یہاں انسانوں کو ادعونی استجب لکم "اے لوگو! بلا واسطہ مجھے پکارو، میں تم کو جواب دونگا" کی صدائے عام ہے، ہر شخص اپنے خدا سے ہر طرح باتیں کرسکتا ہے، اپنی دعاؤں میں اس کو پکار سکتا ہے، اس کے آگے جھک سکتا ہے، اور دل کی عقیدت کے نذرانے پیش کرسکتا ہے، عبد اور معبود اور خدا اور بندہ کے درمیان کوئی متوسط اور دخیل نہیں، اور یہ سب سے بڑی آزادی ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ انسانوں کو عطا ہوئی، اور خدا کے معاملہ میں انسانوں کی غلامی سے نجات ملی، اور پیغام محمدی نے بتایا کہ ہر انسان اپنا آپ کاہن، پریسٹ، پوپ اور برہمن ہے،

۵۔ انسانوں کی تعلیم و ہدایت کے لئے جو مقدس ہستیاں وقتاً فوقتاً آتی رہیں، ان کے متعلق ابتدا سے قوموں میں حد درجہ عقیدتمندی کی افراط و تفریط رہی ہے، افراط یہ تھی، نادانوں نے انکو خود خدا، یا خدا کا مثل، یا خدا کا روپ اور مظہر ٹھہرایا، بابل، اسیریا، اور مصر کے ہیکلوں میں کاہنوں کی شان مثیل خدا کی نظر آتی ہے، ہندوؤں میں وہ اوتار کے رنگ میں مانے جاتے ہیں، بودھوں اور جینیوں نے اپنے اپنے بودھوں اور مہابیروں کو خود خدا تسلیم کرلیا، عیسائیوں نے اپنے پیغمبر کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا، دوسری طرف تفریط یہ ہے، کہ بنی اسرائیل کے نزدیک ہر وہ شخص جو پیشینگوئی کرسکتا تھا، نبی اور پیغمبر تھا، ایک نبی کی نبوت کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ پیشینگوئی کرتا ہو، خواہ وہ گنہگار ہو، اخلاقی حیثیت سے قابل اعتراض ہو، خدا کی نگاہ میں اس کا کیسا ہی درجہ ہو، اس کا نیک اور معصوم تک ہونا بھی ضروری نہ تھا، اسی لئے موجودہ صحیف بنی اسرائیل میں بڑے بڑے پیغمبروں کے متعلق ایسی حکائیتیں ملتی ہیں جو حد درجہ پست، اور ناقابل ذکر ہیں،

اسلام نے اس منصب عظیم کی صحیح حیثیت مقرر کی، اور بتایا کہ وہ نہ خدا ہیں نہ خدا کے مثیل ہیں نہ خدا کے اوتار ہیں، نہ وہ خدا کے بیٹے اور رشتہ دار ہیں، وہ آدمی ہیں، اور محض آدمی ہیں، وہ بشر ہیں

اور خالص بشریت کے جامہ میں ہیں، تمام انبیا بشر تھے، اور آخری پیغمبر نے خود اپنے متعلق کہا کہ میں بشر ہوں، کفار تعجب سے کہتے تھے، البشرا رسولا "کیا بشر رسول ہوگا؟" اسلام کہتا ہے، ہاں!

قل انما انا بشر مثلکم، کہدے اے پیغمبر میں بھی تمھاری ہی طرح بشر ہوں،

هل کنت الا بشرا رسولا، میں نہیں ہوں لیکن بشر رسول،

خدا کے کارخانہ کی کوئی چیز بالذات اس کے اختیار میں نہیں، اس کو بذاتہ کسی مافوق طاقت بشری کام پر قدرت نہیں، جو کچھ ہے، وہ خدا کے اذن و اجازت سے ہے، وہ دیوتا اور اوتار نہیں،

دوسری طرف یہ بتایا گیا ہے کہ یہ گو انسان اور بشر ہیں، لیکن اپنے کمالات کی حیثیت سے تمام انسانوں سے مافوق ہیں، وہ خدا سے مکالمہ کرتے ہیں، ان پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے، وہ بیگناہ اور معصوم ہوتے ہیں، تاکہ وہ گنہگاروں کے لئے نمونہ بنیں، ان کے ہاتھوں سے خدا اپنے اذن اور اشارہ سے اپنی قدرت کے عجائبات دکھاتا ہے، وہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں، ان کی عزت تعظیم، بڑائی، اور اطاعت سب لوگوں پر فرض ہوتی ہے، وہ خدا کے خاص سچے، اور مطیع بندے ہوتے ہیں، خدا ان کو اپنی رسالت اور پیغمبری کے منصب سے سرفراز کرتا ہے،

یہ ہے اعتدال اور درمیانی راہ جو پیغام محمدی نے انبیاء اور رسولوں کی نسبت قائم کی ہے، اور جو ہر قسم کی افراط اور تفریط سے پاک ہے، اور اس مذہب کے مناسب ہے جس نے دنیا میں توحید کی تکمیل کی،

دوستو! آج کی مجلس نے طول پکڑا، ابھی کہنے کی بہت کچھ باتیں ہیں،

شب آخر گشت و افسانہ از افسانہ می خیزد،

انشاء اللہ آئندہ صحبت میں مزید معروضات پیش کروں گا، رات زیادہ گئی، اس لئے اب آج کی مجلس کو داعی اور کامل و عالمگیر معلم کیلئے درود و سلام پر ختم ہوتی ہے،

Marfat.com

۸

پیغامِ محمدیؐ

عمل

دوستو! آج میری اور آپکی کیاہہ ملاقات کا سلسلہ ختم ہوتا ہے، آج میری تقریر کی آٹھویں قسط ہے، میں نے چاہا تھا کہ ان دو اخیر تقریروں میں اسلام کے بنیادی امور کے متعلق تمام باتیں آپکے سامنے پیش کر دوں مگر،

شب آخر گشت و افسانہ از افسانہ می خیزد

مسئلہ توحید کے متعلق، تمام پہلے مذاہب میں جو حقیقت میں توحید ہی کا پیام لیکر اس دنیا میں آئے تھے، جن اسباب سے غلط فہمیاں اور گمراہیاں پیدا ہوئیں، وہ تین اسباب تھے، ایک جسمانی تشبیہ و تمثیل، دوسرے صفات کو ذات سے الگ اور مستقل ماننا، اور تیسرے افعال کی نیرنگی سے دھوکا کھانا، پیغام محمدی نے ان گرہوں کو کھولا، ان غلط فہیوں کو دور کیا، اور ان حقیقتوں کو واضح کیا، سب سے پہلے تشبیہ و تمثیل لیجیے،

خدا کو خدا کی صفتوں کو اور خدا اور بندہ کے باہمی تعلق کو واضح کرنے کے لئے خیالی یا مادی تشبیہیں اور تمثیلیں دوسرے مذاہب کے معتقدوں نے ایجاد کیں، نتیجہ یہ ہوا کہ اصل خدا تو جاتا رہا اور اس کی جگہ یہ تشبیہیں اور تمثیلیں خدا بن گئیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان تشبیہوں اور تمثیلوں نے مجسم ہو کر بتوں کی شکل اختیار کر لی، اور بت پرستی شروع ہو گئی، خدا کو اپنے

Marfat.com

بندوں کے ساتھ جو لطف وکرم، اور محبت اور پیار ہے اس کو بھی تشبیہ وتمثیل کے رنگ میں ادا کر کے اس کو مجسم کر دیا گیا۔ آرین قوموں میں چونکہ عورت محبت کی دیبی ہے، اس لئے خدا اور بندہ کے تعلق کو، ماں اور بیٹے کے لفظ سے ادا کیا گیا، اور اس لئے خدا ماتا کی شکل میں آگیا، بعض دوسرے ہندو فرقوں میں اس بے کیف محبت کو زن وشو اور میاں بیوی کے الفاظ میں ادا کیا گیا، سدا سہاگ فقیروں نے ساری اور چوڑی پہن کر اسی حقیقت کو نمایاں کیا ہے، رومیوں اور یونانیوں میں بھی عورت ہی کی شکل میں خدا ظاہر ہوا ہے، سامی قوموں میں عورت کا برملا ذکر تہذیب کے خلاف ہے، اور اس لئے خاندان کی اصل بنیاد باپ قرار دیا گیا ہے، اس لئے بابل واسیریا وشام کے کھنڈروں میں خدا مرد کی صورت میں آتا ہے، بنی اسرائیل کے ابتدائی تخیل میں خدا باپ اور تمام فرشتے اور انسان اس کی اولاد بتائے جاتے ہیں، بعد کو باپ خدا کی اولاد صرف بنی اسرائیل قرار پاتی ہے، بنی اسرائیل کے بعض صحیفوں میں زن وشو کا تخیل بھی خدا اور بنی اسرائیل کے درمیان نظر آتا ہے، یہاں تک کہ بنی اسرائیل اور یروشلم بیوی فرض کی جاتی ہے، اور خدا اس کا شوہر بنتا ہے، عیسائیوں میں بھی باپ اور بیٹے کے تمثیل نے اصلیت اور حقیقت کی جگہ لے لی ہے، عربوں میں بھی اسی قسم کا تخیل تھا خدا باپ تصور کیا جاتا تھا، اور فرشتے اس کی بیٹیاں، پیغام محمدی نے ان تمام تشبیہی اور تمثیلی صورتوں، طریقوں اور محاوروں کو یک قلم موقوف کر دیا، اور ان کا استعمال شرک قرار دیا، اس نے صاف اعلان کیا لیس کمثلہ شئ کہ اس جیسی اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں، اس ایک آیت نے شرک کی بنیادوں کو ہلا دیا، پھر ایک اپنی سب سے چھوٹی سورہ کے ذریعہ سے انسانوں کے سب سے بڑے وہم کو دور کیا،

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد　　　کہدے اے پیغمبر! اللہ ایک ہے، اللہ خود ہر چیز

Marfat.com

ولم یلد ولم یکن لہ کفواً احدٌ — سے بے نیاز اور تمام چیزیں اس کی نیازمند ہیں)

" " " " — نہ وہ جنتا ہے (جو اس کے اولاد ہو) اور نہ وہ جنا

" " " " — جاتا ہے (جو کسی کی اولاد ہو کر پھر خدا ہو) اور نہ

" " " " — اس کا کوئی ہمسر ہے (جو زن و شو کا رشتہ قائم ہو سکے)

اس ایک سورہ میں، جو قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورہ ہے توحید کی وہ نکھری ہوئی صورت ظاہر کر دی ہے جس کی بنا پر دین محمدؐی ہر قسم کے شرک کے مغالطوں سے پاک ہو گیا ہے،

دوستو! اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ پیغام محمدؐی نے خدا اور بندہ کے درمیان محبت پیار اور لطف و کرم کے تعلقات کو توڑ دیا ہے، نہیں اس نے تو ان تعلقات کو اور زیادہ پیوستہ اور مضبوط کر دیا ہے، لیکن ان تعلقات کے ادا کرنے کی جو جسمانی تعبیریں انسانی رشتوں کی شکل میں تھیں صرف ان کو توڑ دیا ہے، اس لئے کہ اول تو یہ انسانی طریقۂ ادا حقیقت سے بہت کم رتبہ ہیں، یعنی اس کی نگاہ میں عبد و معبود کے درمیان جو تعلق ہے اس کے مقابلہ میں باپ بیٹے، ماں بیٹیاں یا زن و شو کا تعلق یا محض ہیچ، کمزور اور بالکل کم درجہ ہے، دوسرے یہ کہ ان تعبیروں سے شرک کی غلطیاں رونما ہوتی ہیں، اسی لئے اس نے یہ کہا اذکروا اللّٰہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا، "تم اللہ کو اسی طرح یاد کرو جیسے اپنے باپ کو یاد کرتے ہو، بلکہ اس سے بہت بڑھ کر یاد کرو" دیکھو کہ اس ایک آیت میں محبت الٰہی کو ادا کرنا تھا تو یہ نہیں کہا کہ "خدا تمہارے باپ" خدا اور باپ کے رشتہ کو مشبہ اور مشبہ بہ نہیں بنایا، بلکہ خدا کی محبت اور باپ کی محبت کو باہم مشبہ اور مشبہ بہ قرار دیا، اس سے تو یہ ظاہر ہوا کہ اس نے اس جسمانی رشتہ کو گو چھوڑ دیا، لیکن اس جسمانی رشتہ کی محبت کو باقی رکھا، آگے بڑھ کر اس نے

Marfat.com

کہا، بلکہ باپ سے بہت زیادہ خدا سے محبت رکھنی چاہئے اور اللہ ذکرا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس رشتہ کی محبت کو وہ خدا اور بندہ کی محبت اور تعلق کے مقابلہ میں کم رتبہ اور ہیچ سمجھتا ہے، اور اس میں ترقی کی ضرورت محسوس کرتا ہے، والذین آمنوا اشد حباً للہ" ایمان والے سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں، اسلام خدا کو اب العالمین دنیا کا باپ نہیں کہتا بلکہ رب العلمین دنیا کا پالن ہار کہتا ہے کیونکہ اس کی نگاہ میں اب سے رب کا رتبہ بہت بلند ہے، باپ کا تعلق بیٹے سے آنی اور عارضی ہے، مگر رب کا تعلق اپنے مربوب سے اس کی خلقت اور وجود کے اولین لمحہ سے لیکر آخرین لمحہ تک برابر بلا انقطاع قائم رہتا ہے، اسلام کا خدا ودود ہے یعنی محبت والا، رؤف ہے، ایسی رافت اور محبت والا ہے، جو باپ کو اپنے بیٹے سے ہے، حنان ہے، یعنی ایسی محبت والا ہے جیسی ماں کو اپنے بیٹے سے ہے، مگر وہ نہ باپ ہے اور نہ ماں بلکہ ان تشبیہوں سے پاک ہے،

۲۔ حضرات! قدیم مذاہب کے عقیدۂ توحید میں غلط فہمیوں کا دوسرا باعث مسئلہ صفات ہے یعنی ذات الٰہی سے الگ، مستقل وجود کے طور پر ان کو تسلیم کرنا، ہندوؤں کے عام مذہب میں جو خداؤں کا لاتعداد لشکر نظر آتا ہے، وہ حقیقت میں اسی غلطی کا نتیجہ ہے، کہ ہر ایک صفت کو انھوں نے علٰحدہ اور مستقل وجود مان لیا، اور اس طرح ایک خدا کے ۳۳ کرور خدا بن گئے، تعدد کو چھوڑ کر صفات کی تشبیہ اور تمثیل بھی مجسم کرکے پیش کر دی ہے، خدا کی عظیم صنعت قوت کو ظاہر کرنا تھا تو انھوں نے اسے لمبی ہاتھ کر دیا، اس کی حکمت بالغہ کو سمجھانا تھا، تو ایک سر کے بجائے دو سر کی مورت کھڑی کر دی، پھر ہندو مذہب کے فرقوں پر غور کر جاؤ تو معلوم ہوگا کہ وہ اسی مسئلۂ صفات کے تجسم اور مستقل وجود کے تخیل سے مختلف فرقوں میں بٹ گئے ہیں، خدا کی تین بڑی صفتیں ہیں، خالقیت، قیومیت، اور ممیتیت، یعنی پیدا کرنے والا، قائم رکھنے والا، اور فنا کر دینے والا، ہندو فرقوں نے ان صفتوں کو تین مستقل شخصیتیں تسلیم کر لیا، اور برہما، وشنو،

Marfat.com

اور شیو یعنی خالق، قیوم، اور ممیت، تین مستقل ہستیاں بن گئیں، اور برہمن، وشنو پرست اور شیو پرست تین الگ فرقے ہوگئے، اور تینوں کے پوجنے والے الگ ہوگئے، لنگایت فرقہ نے خالقیت کی صفت کو اپنا خدا ٹھہرا کر مرد و عورت کے آلاتِ خلق کو اس خالق کا مظہر مان کر اس کی تصویر پوجنی شروع کر دی،

عیسائیوں نے خدا کی تین بڑی صفتوں، یعنی حیات علم اور ارادہ کو تین مستقل شخصیتیں تسلیم کرلیا حیات باپ ہے علم روح القدس ہے، اور ارادہ بیٹا ہے، اسی قسم کی چیزیں رومی اور یونانی اور مصری تخیل میں بھی ملتی ہیں، لیکن محمد رسول اللہ صلعم کے پیغام نے اس غلطی کا پردہ چاک کر دیا، اور صفات کی نیرنگی سے دھوکا کھاکر، ایک کو چند سمجھنا انسان کی جہالت اور نادانی قرار دیا، قرآن نے کہا الحمد للہ رب العالمین سب خوبیاں اسی ایک پروردگارِ عالم اللہ کے لئے ہیں، ولہ المثل الاعلی سب اچھی صفتیں اسی کے لئے ہیں، اللہ نور السموات والارض اللہ ہی آسمان و زمین کا نور ہے، عرب میں اسی ہستی کو صفت رحمت سے متصف کر کے عیسائی اس کو رحمان کہتے تھے، عام مشرکینِ عرب اس کو اللہ کہتے تھے، قرآن نے کہا، قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی یعنی اس کو اللہ کہکر پکارو یا رحمان کہکر، جو کہکر پکارو، سب اچھے نام یا اچھی صفتیں اسی کی ہیں، فا للہ ھو الولی وھو یحیی الموتی وھو علی کل شیء قدیر (شوری) پس خدا وہی پیارا ہے، یا وہی کام بنانے والا ہے، وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، الا ان اللہ ھو الغفور الرحیم ہشیار بیشک وہی خدا غفور اور رحیم ہے بخشنے والا اور رحمت کرنیوالا ہے وھو الذی فی السماء الہ وفی الارض الہ وھو الحکیم العلیم (زخرف) " وہی آسمان میں خدا ہے، اور وہی زمین پر خدا ہے اور وہی حکیم و علیم، حکمت والا اور جاننے والا ہے "، انہ ھو السمیع العلیم ۵ رب السموات والارض وما بینھما ان کنتم موقنین لا الہ الا ھو یحیی و یمیت ربکم و رب ابائکم الاولین (دخان)، وہی سننے والا اور علم والا ہے جو آسمان

کا اور زمین کا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے بیچ میں ہے، سب کا رب، اگر تم کو یقین آئے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں، وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے، وہی تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا رب ہے، یعنی قائم رکھنے والا یعنی وہی برہما ہے، وہی شیو ہے، وہی وشنو ہے، تینوں ایک ہی صفت ہے، صفات کے تعدد اور اختلاف سے موصوف میں تعدد اور اختلاف نہیں، فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ و خدا ہی کے لئے سب خوبی، جو رب ہے آسمانوں اور رب ہے زمین

وھو العزیز الحکیم ○ کا رب سارے جہان کا اور اسی کو ہے سب بڑائی آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہی زبردست اور حکمت والا ہے،

(جاثیہ ع ۴)

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ.

(حشر ع ۳)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، چھپے اور کھلے کا جاننے والا، وہی ہے مہربان رحم والا، وہی اللہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، وہ صلح و امن ہے، وہ امن دینے والا ہے وہ پناہ دینے والا ہے، وہ زبردست ہے وہ دباؤ والا ہے وہ بڑائیوں والا ہے، پاک ہے اللہ ان باتوں سے جن کو یہ مشرک اس کا شریک ٹھہراتے ہیں، وہی ہے جو خالق ہے، جو عدم سے لانے والا ہے جو صورتگری کرنے والا ہے، اسی کے لئے ہیں سب اچھے نام (یا سب اچھی صفتیں) جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے، سب اس کی تسبیح پڑھتی ہیں اور وہی غالب اور دانا ہے،

صاحبو! ان صفتوں والے خدا کو ہم نے صرف پیغام محمدی ہی کے ذریعہ جانا، ورنہ دوسروں

Marfat.com

نے تو ذات سے صفات کو الگ کر کے ایک خدا کے چند ٹکڑے کر ڈالے تھے، سبحان اللہ عمایشرکون سے یہاں مراد وہی شرک ہے جو صفات کو ذات سے الگ کر کے لوگوں نے بنا دیا تھا، اس آخری پیغام نے بتایا کہ وہی اللہ ہے، وہی خالق ہے، وہی باری ہے، وہی مصور ہے، وہی ملک ہے، وہی قدوس ہے، وہی مومن ہے، وہی عزیز و جبار ہے اور وہی رحمان و رحیم ہے، ایک ہی ذات کی یہ سب صفتیں ہیں، اور وہ ایک ہے،

۳- حضرات! شرک کا تیسرا سرچشمہ افعال الٰہی کی نیرنگی ہے، لوگوں نے غلطی سے جانا کہ ان مختلف افعال کی کرنے والی مختلف ہستیاں ہیں، تمام افعال کی دو بڑی تقسیمیں ہیں ایک خیر اور ایک شر، یا یوں کہو کہ ایک اچھی اور دوسری بری، اس خیال نے ایک ہی ذات سے خیر و شر کے دو متضاد کام نہیں ہو سکتے اس لئے زردشتیوں نے خیر اور اچھے کاموں اور اچھی چیزوں کے لئے الگ خدا، اور برے کاموں اور بری چیزوں کے لئے الگ خدا ٹھہرایا، پہلے کا نام یزداں اور دوسرے کا نام اہرمن رکھا، اور دنیا کو اس یزداں اور اہرمن کی باہمی کشمکش کا معرکہ گاہ ٹھہرایا، یہ غلطی اس لئے ہوئی کہ وہ خیر و شر کی حقیقت نہیں سمجھ سکے، دوستو! خیر و شر دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے کوئی شے اپنی اصل کے لحاظ سے نہ خیر ہے نہ شر، خیر اور شر انسانوں کے صحیح استعمال یا غلط استعمال سے وہ بن جاتی ہے، فرض کرلو آگ ہے، اگر اس سے کھانا پکاؤ یا انجن چلاؤ یا غریب کو تاپنے کو دو تو یہ خیر ہے، اور اگر اسی سے کسی غریب کا گھر جلا دو تو یہ شر ہے، تو آگ اپنی اصل کے لحاظ سے نہ خیر ہے نہ شر، تم اپنے استعمال سے اس کو خیر یا شر بنا دیتے ہو، تلوار خود نہ خیر ہے نہ شر تم اس کو جیسا استعمال کرو ویسی ہی ہے، تاریکی نہ خیر ہے نہ شر اگر تم اس کو لوگوں کے گھر میں چوری کا ذریعہ بناؤ تو شر، اور اگر اپنے کو چھپا کر نیکیوں کے کرنے کا وقت بناؤ یا انسان کے حواس کے آرام و سکون اور راحت کا ذریعہ بناؤ تو خیر ہے

Marfat.com

خدا نے یہ کائنات بنائی، آسمان زمین بنائی، مادہ کو خلق کیا، اشیار میں خاصیتیں رکھیں، اور ان کو مختلف قوتیں بخشیں، پھر انسان کو بنایا، ان کو دل و دماغ بخشا عقل و حکمت دی اب دیکھو کہ ایک انسان، اس کائنات کی ترتیب، اشیار کی ترکیب اور خاصیتوں کو دیکھکر ایک خالق و قادر کی صنعت کاری اور صورتگری پر تعجب کرتا ہوا فتبارک اللہ احسن الخالقین پڑھکر حضرت ابراہیمؑ کی طرح یہ پکار اٹھتا ہے، انی وجہت وجہی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین "میں نے اپنا چہرہ سب طرف سے پھیر کر اس ذات کی طرف کرلیا جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا، اور میں مشرکوں میں نہیں" دوسری طرف اسی مادہ اور اس کی قوتوں اور خاصیتوں کی ظاہر داریوں میں پھنس کر انسان کے دل و دماغ کی عقل و حکمت خدا کا انکار کر بیٹھتی ہے، اور مادہ ہی کو اصل کائنات اور علۃ العلل سمجھ بیٹھتی ہے، اور یہ کہہ اٹھتی ہے وما ہی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یہلکنا الا الدہر (جاثیہ) "اس دنیاوی زندگی کے علاوہ پھر کوئی دوسری زندگی نہیں ہم مرتے اور جیتے ہیں، اور ہم کو زمانہ کے سوا کوئی اور نہیں مارتا" کائنات اور اس کے عجائبات اور خواص، ہر شخص کے سامنے ایک ہی ہیں، البتہ دماغ ہزاروں ہیں، اسی کو دیکھ کر ایک دماغ خدا پرست ہو جاتا ہے، اور دوسرا گمراہ اور دہریہ بن جاتا ہے، غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ایک ہی ہے، جو ہدایت کرنیوالی اور گمراہ کرنے والی دونوں ہے، یا یوں کہو کہ کائنات اپنی اصل کے لحاظ سے نہ ہدایت کرنے والی ہے نہ گمراہ کرنے والی ہے، تم اپنی عقل کے اختلاف سے ہدایت پاتے ہو، یا گمراہ ہو جاتے ہو، تو گویا ایک ہی کائنات ہادی بھی ہے اور مضل بھی ہے، جس طرح خدا کے اس کام (مادہ) کے دو نوں نتیجے ہیں، اسی طرح خدا کے پیغام کے بھی دونوں نتیجے ہیں، اسی قرآن یا انجیل کو پڑھکر ایک انسان خدا کو پہچانتا ہے، اور تسلی پاتا ہے، دوسرے کے دل میں شبہے پیدا ہوتے ہیں، خطرات آتے ہیں، اور بانکار کی طرف مائل ہوتا ہے، پیغام ایک ہے البتہ

Marfat.com

دل دو ہیں، اور یہ دونوں دل اور دونوں دماغ ایک ہی خالق کے مخلوق ہیں، دو خالق نہیں ہیں، نتیجہ کیا نکلا؟ یہ نکلا کہ افعال کی دوئی، فاعل کی دوئی کی دلیل نہیں، یہ تمام نیرنگیاں ایک ہی قدرت کے تماشے ہیں، خیر وشر دونوں اسی کے ہاتھ میں ہیں، ہدایت اور ضلالت دونوں ادھر ہی سے ہے۔

یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین، الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض، اولئک ھم الخاسرون، (بقرہ)

اپنے اس کلام کے ذریعہ خدا بہتوں کو راہ راست نہیں دکھاتا، (یا گمراہ کرتا ہے) اور بہتوں کو راہ راست دکھاتا ہے، انہیں کو راہ راست نہیں دکھاتا جو خدا کے عہد کو باندھکر توڑتے ہیں، جو اس کو کاٹتے ہیں جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے، اور جو زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی ہیں گھاٹا اٹھانے والے

واللہ لا یھدی القوم الکفرین، (بقرہ)

خدا کافروں کو ہدایت نہیں دیتا،

ہدایت اور ضلالت دونوں علۃ العلل وہی ہے مگر دونوں کے لئے ابتدائی محرکات تمہارے ہی ہوتے ہیں، تم نے فسق کیا، قطع رحم کیا، فساد کیا، کفر کیا تو اس کے بعد ضلالت آئی، ضلالت پہلے اور فسق وفجور بعد کو نہیں آیا،

انا ھدینٰہ السبیل فاما شاکرا واما کفورا، (دہر)

ہم نے راستہ انسان کو دکھایا، تو وہ پھر یا شکرگذار بن جاتا ہے، یا کافر بن جاتا ہے،

تمام دنیا کی چیزوں کا وہی ایک خالق ہے،

اللہ ربکم خالق کل شیء لا الہ الا ھو (مومن)

اللہ تمہارا رب ہر چیز کا وہی خالق ہے اس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے،

واللہ خلقکم وما تعملون (صافات)

اور خدا نے تمکو پیدا کیا اور جو تم بناتے ہو اس کو پیدا کیا،

Marfat.com

لیکن :-

أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ، (طٰہٰ) اُس نے ہر چیز کو پیدا کیا ، پھر ہدایت دیدی ،

اب تم ہو جو اس کو ہدایت اور ضلالت اور خیر و شر بنا لیتے ہو ، اگر غلط راہ پر چلے تو ضلالت ہوئی ، صحیح راہ پر چلے تو ہدایت ہوئی ، صحیح مصرف میں استعمال کیا تو خیر ہوا ، غلط استعمال کیا تو شر ورنہ کوئی چیز اپنی اصل کے رو سے ہدایت ہے نہ ضلالت ، خیر ہے نہ شر ، اس لئے خیر و شر کو دو چیزیں سمجھ کر دو خدا کی ضرورت نہیں ، بلکہ ایک ہی خدا ہے جو ان دونوں کا خالق ہے ،

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ (فاطر ع ۱) کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے ، وہی تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ، تو تم کدھر الٹے جاتے ہو ،

خدا نے اپنا پیغام تمہارے سپرد کر دیا ، اب تم اس کو مانو یا نہ مانو ،

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ (فاطر ع ۴) پھر ہم نے کتاب کا اپنے بندوں میں سے چن کر انکو وارث بنایا تو ان میں کوئی اپنی جان کا برا کرتا ہے اور کوئی اُن میں سے بیچ کی چال چلتا ہے ، اور کوئی خدا کے حکم سے خوبیاں لیکر آگے بڑھجاتا ہے ،

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ (شوریٰ ع ۴) اور جو پڑے تم پر کوئی مصیبت ، سو بدلہ اس کا ہے جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے ، اور وہ معاف کرتا ہے بہت ،

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا ، (شمس) ہر نفس میں خدا نے اس کی گنہگاری اور نیکوکاری الہام کر دی ہے ، تو جس نے اس نفس کو پاک کیا اس نے نجات پائی اور جس نے اس کو مٹی میں

Marfat.com

ملا یا وہ ناکام ہوا،

حضرات! خدا کی عبادت ہر مذہب میں تھی اور ہے، لیکن قدیم مذاہب میں ایک عام غلط فہمی یہ پھیل گئی تھی کہ عبادت کا مقصود اس جسم مادی کو تکلیف دینا ہے، یا دوسرے لفظوں میں یہ کہو کہ یہ خیال پیدا ہو گیا کہ جس قدر اس ظاہری جسم کو تکلیف دیجائیگی اسی قدر روحانی ترقی ہو گی، دل کی اندرونی صفائی اور پاکی بڑھے گی، اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوؤں میں عام طور سے جوگ اور عیسائیوں میں رہبانیت پیدا ہوئی، اور بڑی بڑی مشکل ریاضتوں کا وجود ہوا، اور ان کو روحانی ترقی کا ذریعہ سمجھا گیا، کوئی عمر بھر نہانے سے پرہیز کر لیتا ہے، کوئی عمر بھر ٹاٹ یا کمل اوڑھ لیتا ہے، کوئی ہر موسم میں یہاں تک شدید جاڑوں میں بھی ننگا رہتا ہے، کوئی عمر بھر کھڑا رہتا ہے، کوئی عمر بھر غار میں بیٹھ جاتا ہے، کوئی عمر بھر دھوپ میں کھڑا رہتا ہے، کوئی عمر بھر کے لئے کسی چٹان پر بیٹھ جاتا ہے، کوئی عہد کر لیتا ہے کہ پوری زندگی صرف درختوں کی پتیاں کھا کر گذاریگا، کوئی عمر بھر تجرد میں گذار دیتا ہے، اور قطع نسل کو عبادت سمجھتا ہے، کوئی ایک ہاتھ ہوا میں کھڑا کر کے خشک کر ڈالتا ہے، کوئی حبس دم اور سانس روکنے کو عبادت جانتا ہے، کوئی درخت میں الٹا لٹک جاتا ہے، یہ تھا مذہب پرستی کا اعلیٰ درجہ اور روحانیت کی سب سے ترقی یافتہ شکل، پیغام محمدی نے آکر انسانوں کو ان مصیبتوں سے نجات دلائی، اور بتایا کہ روحانیت ہنس جسمانی تماشے ہیں، ہمارے خدا کے جسم کی شکل نہیں، بلکہ دل کا رنگ مرغوب ہے طاقت سے زیادہ تکلیف اس کی شریعت میں نہیں،

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا، — خدا کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ کا حکم نہیں دیتا،

یہ اس کا اصول ہے، پھر اس رہبانیت کو اس نے بدعت قرار دیا اور کہا،

Marfat.com

ورهبانیة ابتدعوها، وما کتبناها علیهم (حدید)
اور رہبانیت جس کو عیسائیوں نے دین میں داخل کر دیا، اور ہم نے ان پر یہ فرض نہیں کیا تھا،

اور اعلان کیا،

لا رهبانیة فی الاسلام (ابو داؤد)
اسلام میں رہبانیت نہیں،

ان لوگوں نے جنھوں نے خدا کی پیدا کی ہوئی جائز لذتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، ان سے اسلام نے یہ سوال کیا،

قل من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ (اعراف)
کہو کس نے اللہ کی آرائش کو جس کو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا، حرام کیا،

یہاں تک کہ خود پیغمبرِ اسلام علیہ السلام نے ایک دفعہ اپنے اوپر شہد حرام کر لیا تو تنبیہ ہوئی

یا ایها النبی لم تحرم ما احل الله لک (تحریم)
اے پیغمبر خدا نے جس کو تیرے لئے حلال کیا ہے اسکو حرام کیوں کرتا ہے،

پیغامِ محمدی نے سب سے پہلی دفعہ دنیا کو بتایا کہ عبادت کا مقصد کیا ہے، اور وہ صرف یہ ہے، کہ خدا کے آگے اپنی عاجزی کا اظہار ہے،

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ (بقرہ ع ۶)
جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلت کیساتھ داخل ہوں گے،

عبادت کی غایت اور نتیجہ کیا ہے؟ فقط حصولِ تقویٰ،

یَا اَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ ع ۳)
اے لوگو! تم اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا، تاکہ تم کو تقویٰ حاصل ہو،

نماز سے فائدہ؟

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ	یقیناً نماز تو کھلی بد کاریوں اور ناپسندیدہ باتوں
(عنکبوت ع ۵)	سے روکتی ہے،

روزوں سے مقصود؟

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ	اے مسلمانو! تم پر اسی طرح روزہ فرض کیا گیا،
کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ	جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کیا گیا، تاکہ تم کو
تَتَّقُوْنَ (بقرہ ع ۲۳)	تقوی حاصل ہو،

حج سے مطلب؟

لِیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ وَیَذْکُرُوا اسْمَ	تاکہ اپنے نفع کی جگہوں پر لوگ پہونچیں، اور
اللّٰہِ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ	تاکہ چند معلوم دنوں میں جو جانوروں کی روزی
مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ (حج)	اللہ نے ان کو دی ہے اس پر اللہ کو یاد کریں،

زکوۃ سے مقصود، اپنے دل کی صفائی اور غریبوں کی مدد ہے،

اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی، وَمَا لِاَحَدٍ	جو دیتا ہے اپنا مال دل کی صفائی حاصل کرنے کو
عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰی، اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ	اور نہ اس لئے کہ کسی کا کوئی احسان اسکے ذمہ ہے
رَبِّہِ الْاَعْلٰی (واللیل)	جس کا بدلہ چکانا ہے، صرف خداے برتر کی طلب رضا
	مقصود ہے،

نکاح کرنا، اور نسل کو ترقی دینا واجب بتایا گیا، اسلام کے پیغمبر نے کہا،

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ	نکاح میرا طریقہ ہے، اور جس نے میرے طریقہ سے
فَلَیْسَ مِنِّیْ،	اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں،

قرآن مجید نے اولاد وازدواج کا فلسفہ بتایا اور اس کے متعلق یہ تعلیم دی،

Marfat.com

حضرات! منجملہ عبادتوں کے ایک عبادت قربانی بھی تھی، لوگ اپنے آپ کو دیوتاؤں پر قربان کر دیتے، اپنی اولاد کو اپنی ملک سمجھتے اور انکو بھینٹ چڑھا دیتے تھے، دیوتاؤں کو خون کے چھینٹے دیئے جاتے تھے، جانور قربان کئے جاتے تھے، ان کا گوشت جلایا جاتا تھا، کہ اس کا دھواں دیوتاؤں کو خوش آتا تھا، یہودی بھی قربانی کے گوشت کو جلاتے تھے، محمد رسول اللہ صلعم نے آکر بتایا کہ قربانی کی عبادت کا مقصود کیا ہے، آپ کے پیغام نے انسانوں کی قربانی قطعاً موقوف کر دی، جانوروں کی قربانی جائز رکھی، مگر نہ اس کے خون کو چھینٹے کا نہ گوشت کو جلانے کا حکم دیا، اس نے کہا،

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ج فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ط كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ط وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ٥

(حج)

اور حج کی قربانیوں کو تمھارے لئے اللہ کے نام کی نشانی بنائی، تمھارے لئے ان قربانیوں میں بھلائی ہے، تو ان پر اللہ کا نام پڑھو قطار باندھ کر اور جب وہ ذبح ہو چکیں تو ان میں سے کچھ تم خود کھاؤ، اور سب ضائع اور بے قرار غریبوں کو کھلا دو، اسی طرح ہم نے تمھارے بس میں دیدیا ہے، ان جانوروں کو تاکہ تم ہمارا شکر ادا کرو، ہرگز اللہ کو ان قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہونچتا لیکن تمھارے دل کا تقویٰ اس کو البتہ پہونچتا ہے، اسی طرح ان کو تمھارے بس میں دیدیا تاکہ اس بات پر کہ خدا نے تم کو راہ سوجھائی اس کی بڑائی کرو، اور نیکی والوں کو (اے پیغمبر) بشارت سنادے،

صاحبو! اسی قربانی کے غلط عقیدہ نے یہ مسئلہ پیدا کر دیا تھا کہ ہر انسان کو اپنی جان پر آپ

Marfat.com

قابو ہے، اور وہ اس کی ملکیت ہے، اسی طرح اس کی اولاد کی جان بھی اس کی ملکیت ہے بیوی کی جان اس کے شوہر کی ملکیت ہے، اس ایک غلط اُصول نے خودکشی، دختر کشی، اولاد کو بھینٹ چڑھا دینا، یا ان کو مار ڈالنا، اور شوہر کے مرنے کے بعد بیوی کا ستی ہوجانا، سیکڑوں انسانیت کش رسوم پیدا کرئیے تھے، پیغام محمدیؐ نے ان سب کی بیخ کنی کردی، اس نے اپنا اصول یہ مقرر کیا کہ تمام جانیں صرف خدا کی ملکیت ہیں، اور ان کا قتل صرف خدا کے حق کی بنا پر ہوسکتا ہے، اسی لئے غیر خدا کے نام پر جو جانور بھی ذبح کیا جائے اسکا کھانا بھی ناجائز ہے، خودکشی کرنے والوں پر اپنی جنت بھی اس نے حرام کردی، اسلام کے سوا تمام دنیا میں اور اس وقت بھی یورپ اور امریکہ جیسے مہذب ملکوں میں خودکشی مصائب سے بچنے کی بہترین تدبیر سمجھی جاتی ہے، قانون اس کو روکنا چاہتا ہے اور نہیں روک سکتا، اس لئے ہر شخص اپنی جان کو اپنی ملکیت سمجھ رہا ہے، اور دنیا کی مصیبتوں سے چھٹکارے کا اس کو ذریعہ یقین کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس موت کے بعد یا کوئی زندگی نہیں، اور اگر زندگی ہے تو خدا ہم سے ہمارے اس فعل کی کوئی بازپرس نہ کریگا، مگر اسلام نے بتایا کہ اس ذریعہ سے مصیبتوں سے چھٹکارے کا خیال غلط ہے، کہ دوسری دنیا میں اس طرح سے اپنی جان دینے پر ان مصیبتوں سے بھی زیادہ پُر مصیبت زندگی شروع ہوجائے گی،

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (انعام)

اور نہ مارو جان جو منع کی ہے اللہ نے مگر حق پر،

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا

(نساء ۵ع۶)

اور آپنے آپکو نہ مارو، خدا تم پر مہربان ہے (اور اس لئے مہربانی کے سبب سے تم کو یہ حکم دیتا ہے)، اور جو خدا کے حکم سے آگے بڑھکر اور اپنے آپ پر ظلم کرکے ایسا کریگا، تو ہم اس کو دوزخ کی آگ میں بٹھائیں گے،

دختر کشی کو جو عرب میں جاری تھی، جو ہندوستان کے راجپوتوں میں جاری تھی، جو دنیا کے اور ملکوں میں جاری تھی، عرب میں تو یہ سنگدلی تھی کہ زندہ دفن کر دیتے تھے، پیغام محمدؐ کے ایک فقرہ نے اس رسم باطل کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا،

وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (تکویر)

اور جس دن زندہ دفن کی جانے والی لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی،

اپنی اولاد کو قتل کرنا عرب میں جو رسم نہ تھا آج بھی اس تہذیب کے عالم میں کثرت سے بچے اس لئے قتل کر دیئے جاتے ہیں کہ انکی پرورش کا ان کے پاس سامان نہیں، کہا جاتا ہے کہ ملک کی پیداوار کم ہے، اس لئے مردم شماری کو بڑھنے سے روکنا چاہئے، عرب میں اور دوسری قوموں کے قانون میں بچہ کے پیٹ سے گرا دینے، یا ایسے بچہ کے قتل پر کوئی پرسش نہ تھی، یونان میں نومولود بچوں کا معائنہ کیا جاتا تھا، اور کمزور بچوں کو جینے کا کوئی حق نہیں سمجھا جاتا تھا، اس کو پہاڑ سے نیچے گرا کر مار ڈالتے تھے،

اسلام نے یہ اصول بتایا کہ روزی کوئی کسی کو نہیں دیتا، وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُهَا کوئی چلنے والا نہیں، لیکن اس کی روزی خدا پر ہے، اس لئے اس نے کہا،

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل)

اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے نہ مار ڈالو، ہم روزی دیتے ہیں، ان کو اور تم کو، بیشک انکا مارنا بڑی غلطی ہے،

حضرات دنیا کی عظیم الشان غلطیوں میں سے جو اب بھی دنیا کے اس حصہ میں قائم ہیں جہاں محمدؐ کا پیغام قبول نہیں کیا گیا، یہ ہے کہ لوگوں نے خدا کے بندوں کے درمیان حسب ونسب، مال و دولت، رنگ روپ، صورت وشکل کی دیواریں قائم کر دی ہیں، ہندوستان نے ہمیشہ سے آج تک اپنے سوا سب کو ملیچھ، اور ناپاک قرار دیا، اور خود اپنے کو چار ذاتوں میں تقسیم کر کے

ان میں عزت اور حقوق کی ترتیب قائم کی، شودروں کو مذہب کا بھی حق نہ تھا، قدیم ایران میں بھی یہ چار ذاتیں اسی طرح قائم کی گئیں، رومنس نے اپنے کو آقائی اور اپنے سوا سب قوموں کو غلامی کے لئے مخصوص کر دیا، بنی اسرائیل نے صرف اپنے آپ کو خدا کی اولاد قرار دیا اور سب کو جنٹل قرار دیا، اور خود اپنی قوم کے اندر بھی مختلف بیرونی مدارج قائم کر دیے تھے، خود یورپ کا باایں ہمہ دعواے تہذیب و محبت انسانی کیا حال ہے، سپید آدمی تہذیب و تمدن کا ٹھیکہ دار اور اس بارِگراں کا امین قرار دیا گیا، کالی قومیں اس کی برابری کے لائق نہیں، ایشیائی قومیں ان کے ساتھ سفر میں بھی ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتیں، بعض ملکوں میں ان کے محلوں (کوارٹرس) میں بھی نہیں رہ سکتیں، ان کے حقوق کی برابری نہیں کر سکتیں، امریکا کے انسانیت پرستوں کی نگاہ میں وہاں کے حبشی باشندوں کو جینے کا بھی حق نہیں ہے، اور جنوبی و مشرقی افریقہ میں تو حبشیوں بلکہ ہندوستانیوں، بلکہ ایشیائیوں کو بھی انسانی حقوق کی برابری نہیں مل سکتی، حقوق دنیاوی سے گذر کر یہ تفرقے خدا کے گھروں میں قائم ہیں، کالوں کے گرجے الگ ہیں، اور گوروں کے الگ، خدا کے یہ دونوں کالے اور گورے بندے ایک ساتھ ایک خدا کے آگے نہیں جھک سکتے، پیغام محمدی نے ان تمام تفرقوں کو مٹا دیا، اس کے نزدیک حسب و نسب، مال و دولت، شکل و صورت ان میں سے کوئی چیز امتیاز نہیں پیدا کر سکتی، قریش جن کو اپنے حسب و نسب پر غرور و ناز تھا، فتح مکہ کے دن کعبہ کے حرم میں کھڑے ہو کر ان کو آپ نے یہ بتایا،

یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالآباء الناس من آدم و آدم من تراب (ابن ہشام)	اے قریش کے لوگو! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر خدا نے مٹا دیا، تمام انسان آدم کی نسل سے ہیں، اور آدم مٹی سے بنے ہیں،

Marfat.com

حجۃ الوداع کے مجمع میں پھر اعلان کیا،

لیس للعربی فضل علی العجمی ولا للعجمی فضل علی العربی، کلکم ابناء آدم وآدم من تراب (مسند احمد)

عرب کو عجم اور عجم کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں ہے، تم سب کے سب آدم کے بیٹے ہو، اور آدم مٹی سے بنے تھے،

پھر بتایا کہ اصلی فرق عمل کا ہے، اور دل کا،

ان اللہ اذھب عنکم عبیۃ الجاھلیۃ وفخرھا بالاباء انما ھو من تقی وفاجر شقی، الناس کلھم بنو آدم وآدم خلق من تراب (ترمذی وابی داؤد)

خدا نے جاہلیت کے زمانہ کے غرور اور نسب کے فخر کو مٹا دیا، انسان اب یا متقی ایماندار ہے، اور یا گنہگار بدبخت ہے، تمام انسان آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے،

وحی محمدی نے تمام دنیا کو مخاطب کر کے بتایا،

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (حجرات ع ۲)

اے انسانو! تم سب کو خدا نے ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے، اور تم کو قبیلہ قبیلہ اور خاندان خاندان اس لئے بنا دیا ہے، تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، خدا کے نزدیک سب سے شریف وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہو،

دوسری جگہ ارشاد فرمایا،

وَمَا اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا (سبا ع ۱۵)

تمہارا مال اور تمہاری اولاد نہیں جو تمہارا درجہ ہمارے پاس نزدیک کر دے، پر جو کوئی ایمان لایا اور اچھا کام کیا سو انکو ہی اپنے کئے پر بدلہ دونا.....

Marfat.com

تمام مسلمانونکو بھائی بھائی کا رتبہ دیا، انما المؤمنون اخوۃ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، وحی الٰہی نے کہا، اور آپنے اسی کے مطابق حجۃ الوداع میں اعلان کیا کہ المسلم اخو المسلم ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس مساوات، برابری اور برادری نے کالے گورے، عجمی عربی، ترکی تاتاری، زنگی اور فرنگی کا فرق اُٹھا دیا فاصبحتم بنعمتہ اخوانا خدا کے فضل سے تم سب کے سب بھائی ہوگئے، خدا کے گھر میں کوئی فرق نہیں، حسب ونسب کا کوئی فرق نہیں پیشہ اور منصب کا کوئی فرق نہیں خدا کے آگے سب برابر، نہ کوئی برہمن ہے نہ شودر، قرآن سب کے ہاتھ میں دیا جائیگا، نماز سب کے پیچھے پڑھی جائیگی، رشتہ ناتہ ہر ایک کا ہو سکتا ہے، علم ہر ایک کا حق ہے، اور حقوق سب کے یکساں ہیں، یہاں تک کہ خون بھی سب کا برابر ہے النفس بالنفس جان جان کے بدلے،

تیرے دربار میں آئے تو سبھی ایک ہوئے،

عزیز نوجوانو! میرا دل چاہتا تھا کہ تمھارے سامنے پیغام محمدی کے احسانات کو ایک ایک کر کے گنا دوں مگر افسوس کہ بقدر حوصلہ فرصت نہیں، اور اس بحر ناپیدا کنار کی تھاہ بھی نہیں، عورتوں کو جو حقوق پیغام محمدی نے دیئے ہیں، اور غلاموں کو جس حد تک اس نے عزت دی ہے جی چاہتا تھا کہ اس کو بھی آپ کے سامنے پھیلاؤں اور دکھاؤں کہ یورپ باایں ہمہ دعوای بلندی، ہنوز اسلام کے اوجِ خیال سے نیچے ہے، مگر افسوس وقت نہیں،

نوجوانو! پندرہ بیس منٹ جو وقت ہے، اس کو میں اس وقت اسلام کی حقیقت کے اصلی راز کی پردہ کشائی میں صرف کرنا چاہتا ہوں، دنیا میں جس چیز نے سب سے زیادہ گمراہی پھیلائی، وہ دین اور دنیا کا فرق ہے، دین کا کام الگ کیا گیا، اور دنیا کا کام الگ کیا گیا، خدا کا حکم الگ ٹھہرایا گیا، اور قیصر کا حکم الگ دنیا کے حصول کا الگ راستہ ہے، اور دین کے حصول کا الگ، دین ایک الگ حقیقت ہے، اور دنیا الگ ہے، دین کی ایک نئی دنیا ہے،

Marfat.com

دور دنیا ایک الگ عالم ہے، نونہالانِ اسلام! یہ سب سے بڑی غلطی تھی جو دنیا میں پھیلی تھی، اور جس غلطی کا پردہ پیغامِ محمدی کی نور افگن شعاعوں نے چاک کر دیا ہے، اس نے بتایا ہے، کہ پختہ یقین اور اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ اسی دنیا کے کاموں کو خدا کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق انجام دینا ہی دین ہے، اور یہی ذریعہ دین کے حصول کا ہے، غرض خدا کے اصول کے مطابق دنیا داری ہی دین داری ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ ذکر و فکر، گوشہ نشینی و عزلت گیری کسی غار اور پہاڑ کے کھوہ میں بیٹھکر خدا کو یاد کرنا دین داری ہے، اور دوست و احباب، آل اولاد، ماں باپ، قوم و ملک اور خود اپنی آپ مدد، فکر معاش اور پرورش دنیا داری ہے، اسلام نے اس غلطی کو مٹایا ہے، وہ انھیں حقوق اور فرائض کو بخوبی ادا کرنے کا نام دین داری رکھتا ہے، اسلام میں نجات کا مدار دو چیزوں پر ہے، ایمان اور عمل صالح، پانچ چیزوں، خدا، نیکی کی راہ بتانے والے پیغمبروں، خدا کا پیغام پیغمبروں تک لانے والے فرشتوں، اور یہ پیغام الٰہی جن کتابوں میں ہیں، ان کتابوں، اور اس پیغامِ محمدی کے مطابق عمل کرنے والوں یا نہ عمل کرنے والوں کی جزا و سزا پر یقین رکھنا، ایمان ہے جس پر عمل کی بنیاد قائم ہے، اور جس کے بغیر نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ کوئی عمل نہیں ہوسکتا، اور عمل ہمارے اعضا کے کام ہیں، جنکو صالح یعنی وصیت الٰہی کے مطابق ہونا چاہئے، اور جیسا کہ ساتویں تقریر میں میں نے کہا ہے کہ اس کے تین حصے ہیں، **عبادات** وہ عمل جن کے ذریعہ خدا کی بڑائی اور اپنی عاجزی کا اظہار ہوتا ہے، معاملات یعنی لین دین، اور کاروبار اور نظم ملت کے قوانین اور قاعدے جن سے انسانی معاشرت بربادی اور ہلاکت سے بچی رہے، اور ظلم مٹ کر عدل قائم ہو، اور اخلاق یعنی وہ حقوق جو باہم ایک دوسرے پر قانونی حیثیت سے فرض نہیں ہیں مگر روح کی تکمیل، اور معاشرت کی ترقی کے لئے وہ ضروری ہیں، یہی چار چیزیں، ایمان، عبادات، معاملات اور اخلاق کی سچائی

اور دستی، نجات کا ذریعہ ہیں،

نوجوانو! مجھے صفائی کے ساتھ یہ کہنے دو کہ خاموشی، سکون، خلوت نشینی، اور منفردانہ زندگی اسلام نہیں ہے، اسلام جد وجہد سعی و عمل اور سرگرمی ہے۔ وہ موت نہیں وہ حیات ہے، اسکا فرمان یہ ہے۔

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (نجم) انسان کے لئے وہی ہے جو وہ کوشش کرے۔

اور

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (مدثر) ہر جان اپنے کام کے ہاتھوں گرو ہے،

زندگی سرتاپا جہاد اور مجاہدہ ہے، لیکن خلوت میں بیٹھ کر نہیں، بلکہ میدان میں نکل کر، محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی تمھارے سامنے ہے، خلفائے راشدین کی زندگی تمھارے سامنے ہے، عام صحابہؓ کی زندگی تمھارے سامنے ہے، وہی تمھارے لئے نمونہ ہے، اور اسی میں تمھاری نجات ہے، اور وہی تمھارا ذریعہ فلاح ہے، اور وہی ترقی اور سعادت کی راہ ہے۔ محمد صلعم کا پیغام بودھ کے پیغام کی طرح ترک خواہش نہیں ہے، بلکہ تصحیح خواہش ہے، محمد صلعم کا پیغام حضرت مسیح کے پیغام کی طرح دولت اور قوت کی تحقیر اور ممانعت نہیں ہے، بلکہ ان کے حصول اور صرف کے طریقوں کی درستگی، اور اسکے صحیح استعمال اور مصرف کی تعیین ہے،

دوستو! ایمان اور اس کے مطابق عمل صالح یہی اسلام ہے، اسلام عمل ہے ترک عمل نہیں، ادائے واجبات ہے، عدم واجبات نہیں، ادائے فرائض ہے، ترک فرائض نہیں، اس عمل، ان واجبات اور فرائض کی تشریح تمھارے پیغمبر کی زندگی اور سیرت میں ملیگی، صحابہؓ کی زندگی اور سیرتین ملیگی جس کا نقشہ یہ تھا، •

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ محمد خدا کے رسول اور جو لوگ انکے ساتھ ہیں وہ کافروں

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا (حجرات ع ۲)

پر سخت، آپس میں رحم دل ہیں، انکو دیکھوگے کہ وہ رکوع اور سجدہ میں ہیں، خدا کی مہربانی اور خوشنودی کو ڈھونڈ رہے ہیں،

کافرانِ حق کیساتھ مجاہدہ بھی قائم ہے آپس میں برادرانہ الفت کے جذبات ہیں، خدا کی جناب میں جھکے بھی ہیں، اور پھر خدا کی مہربانی اور رضا کے بھی طالب ہیں، "خدا کی مہربانی"، "فضل" قرآن پاک کی اصطلاح میں روزی اور معاش کو کہتے ہیں غرض اس روزی اور معاش میں دین کی طلب بھی جاری ہے

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ

یہ وہ لوگ ہیں جنکو تجارت اور خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی

غرض تجارت، خرید و فروخت اور کاروبار بھی جاری ہیں، اور خدا کی یاد بھی قائم ہے، ایک چھوڑ کر دوسرے کو نہیں ڈھونڈتے بلکہ دونوں کو ساتھ ساتھ،

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

مسلمانوں اور رومیوں میں جنگ ہے حضرت عمرؓ کا عہدِ خلافت ہے، صحابہؓ فوج کے سپاہی ہیں، رومی سپہ سالار اون سپاہیوں کی حالت دیکھنے کیلئے اسلامی کیمپ میں جاسوس بھیجتا ہے وہ یہاں آکر واپس جاتے ہیں، تو سرتاپا اثر میں ڈوبے ہوتے ہیں، اور جاکر بتاتے ہیں کہ یہ کیسے سپاہی ہیں هُمْ بِاللَّيْلِ رُهْبَانٌ وَبِالنَّهَارِ فُرْسَانٌ، وہ راتوں کے عابد ہیں اور دن کے شہسوار، دوستو یہی اسلام کی زندگی ہے

حضرات! آج سلسلۂ تقریر کا آخری دن تھا، میرا خیال تھا کہ میں آٹھ تقریروں میں سیرت محمدی اور پیغام محمدی کے متعلق سب کچھ کہہ سکوں گا، مگر آٹھ تقریروں کے بعد بھی موضوع تفصیل کا تشنہ ہے سب کچھ کہا مگر کچھ بھی نہیں کہا

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر

ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

Marfat.com

[illegible] اور ان کے مناقب و مثالب

[illegible] مصنف لغوائی پران کے احسانات

[illegible] ات ہے

ارض القرآن

حصہ اول

[illegible] اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل کی تاریخ

[illegible] بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر

[illegible] تصدیق ثابت کی ہے قیمت عہ

[illegible] القرآن

[illegible] بنو اسمٰعیل اصحاب الرس اصحاب الحجر

[illegible] زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث

Marfat.com